استکمالِ نفس
ماخوذ از مثنوی مولانا رومیؒ
ترجمہ و تشریح - ملک محمد عثمان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

میرے پروردگار! مجھے علم میں اور ترقی عطا فرما

کتاب کا نام : استکمالِ نفس

مصنف : ملک محمد عثمان

ادارت : محمود انور

پہلا ایڈیشن : اپریل 2023

ISBN : ISBN 978-627-7523-02-2

**دار الحکمۃ الخالدیہ**

مکان نمبر 91 ویلی ویو روڈ رفیع بلاک فیز 8 بحریہ ٹاؤن راولپنڈی

ملک محمد عثمان : صدر

محمود انور : نائب صدر

info@dhk.com.pk & admin@dhk.com.pk

www.dhk.com.pk

darulhikmatulkhalidiya@

https://youtube.com/channel/UC8aUqamHhZjCD-vT7gzisg

+92-336-5920218, +92-315-6468475

# رفتن یک منزل بر بوئے ناف
# بہتر از صد منزل گام و طواف

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ

نافہ آہو کی خوشبو کی متابعت میں طے کی ہوئی ایک منزل
(بے ترتیبی کے ساتھ) سینکڑوں منزلوں کے چکر کاٹنے سے بہتر ہے۔

جب کوئی جنگل میں ہرن کے نافے کی کستوری کی تلاش میں جاتا ہے تو پہلے
تو ویسے ہی آگے پیچھے چکر لگاتا ہے۔ لیکن پھر جب اسے کہیں دھیمی سی کستوری کی خوشبو آتی
ہے تو پھر وہ بے ترتیبی سے گھومنے کی بجائے اس خوشبو کی سمت میں سفر کرتا ہے اور جلد ہی اپنے
مقصد کو پہنچ جاتا ہے۔

# مقدمۃ الکتاب استکمال نفس

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔الحمد اللہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔

**جسم کیا ہے:** یہ تو ہم سب جانتے ہیں اور ہم اپنے جسم کو اچھی طرح دیکھ پرکھ سکتے ہیں۔

**روح کیا ہے:** آخرت کے اعتبار سے ہمارے جسم کے مر جانے کے بعد جو کچھ ہم انفرادی طور پر باقی بچیں گے وہ ہماری روح ہے۔

**نفس کیا ہے:** نفس سے مراد ہماری موجودہ شخصیت ہے جس میں ہمارا موجودہ جسم اور ہماری موجودہ روح دونوں شامل ہیں۔

جسم ہمیں زمین کی طرف کھینچتا ہے اور روح آسمان کی طرف۔ جسم اور روح کے نفس کو اپنی اپنی طرف کھینچنے کے میکانزم کو سمجھنا اور پھر نفس کو جسم کے غلبے سے چھڑا کر روح کے تابع کرنا ہی دراصل نفس کی ترقی اور تکمیل ہے اور یہی اس کتاب استکمالِ نفس کا بنیادی موضوع ہے۔

مولانا روم انسان کی روح کو اخروٹ کے اندر کے مغز اور انار کے اندر سرخ دانوں سے تشبیہ دیتے ہیں ۔یعنی جب یہ جسم کا چھلکا اتر جائے گا تو تب پتا چلے گا کہ ہماری روح کی کوالٹی کیا ہے۔ کیا واقع اخروٹ کا مغز عمدہ ہے اور کیا انار کے دانے سرخ وشریں ہیں یا بدرنگ اور بے ذائقہ۔ زیر نظر کتاب کو پیش کرنے کا مقصد انسان کے اندر ایسی استعداد پیدا کرنا ہے کہ وہ اپنے نفس یعنی شخصیت کی موجودہ حالت کو پہچانے۔جب وہ اس نفس کے اچھے اور برے رجحانات سے واقف ہو جائے تو پھر اس کی صفائی ، پاکیزگی، تعلیم اور استحکام کا اہتمام کرے حتی کہ وہ اسے تکمیلی درجے تک پہنچادے۔

یہ کتاب مثنوی مولانا رومیؒ سے ماخوذ ستائیس حکایات پر مشتمل ہے اور ان بیشتر عوامل کا احاطہ کرتی ہے جو کسی بھی سالک اور طلب گار کے نفس کے تزکیہ اور تکمیل میں مددگار ثابت ہوتے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کا فیض عام کرنے میں ہمارے حصے کی محنت کو قبول فرمائے اور اگر ہم سے اس کتاب کے ترجمہ، تشریح، ترتیب اور گرافکس میں کوئی کمی یا کوتاہی رہ گئی ہو تو معاف اور درگزر فرمائے۔

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ ہم نے مثنوی شریف کی جن حکایات کو اس کتاب کا حصہ بنایا ہے بعض صورتوں میں طوالت سے بچنے کے لیے ان حکایات کو مختصر کر دیا ہے تاکہ پڑھنے والی کی توجہ کتاب کے اصل موضوع پر قائم رہے۔ اس کے علاوہ ہم نے کوشش کی ہے کہ فارسی اشعار کا جہاں تک ممکن ہو بامحاورہ اور سہل ترجمہ کیا جائے۔

ملک محمد عثمان

# پیش لفظ

دار الحکمۃ الخالدیۃ عرصہ دراز سے مختلف پراجیکٹس پر کام کر رہا ہے جس میں سب سے اہم پراجیکٹ مثنوی شریف ہے۔یعنی مثنوی مولانا جلال الدین رومیؒ کے تمام چھ دفاتر کی آسان الفاظ میں ترجمہ اور تشریح - مثنوی شریف پر کام کے دوران ہمارے ذہن میں اس بات کا خیال آیا کہ مثنوی شریف سے ماخوذ مواد پر مبنی کچھ رسالے بھی شائع کئے جائیں تا کہ اختصار سے پڑھنے والے بھی اس ضخیم مثنوی شریف سے مستفید ہو سکیں۔

پیشِ نظر کتاب استکمالِ نفس اسی سلسلے میں ہماری کاوشوں اور محنت کی ایک کڑی ہے جس میں مثنوی شریف کے دفاتر سے ستائیس منتخب حکایات کو شامل کیا گیا ہے۔ خصوصی طور پر مثنوی شریف کی حکایات کے گرافکس پر پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار کام کیا گیا ہے—یہ ایک مشکل کام تھا اور متعدد بار جائزہ لینے کے بعد ان گرافکس کو حتمی شکل دی گئی ہے۔

حسبِ روایت ان حکایات کے ترجمے اور تشریح کو عام فہم زبان میں بیان کیا گیا ہے تا کہ ہر استعداد کا قاری باآسانی اس کا مطالعہ کر سکے۔میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ہماری اس کاوش سے مستفید ہوں اور زندگی گذارنے کے سنہری اصولوں اور روشن طریقوں سے اپنی شخصیت کو سنواریں۔

اگر اس کتاب کے کسی تحریری پہلو یا گرافکس کی بناوٹ میں کسی قسم کی کوئی کمی یا کوتاہی رہ گئی ہو تو ہم اس پر معذرت خواہ ہیں اور اس کتاب کو مزید بہتر بنانے میں آپ کی رائے کے طلبگار ہیں۔

**محمود انور**

# فہرست حکایات

# 1۔ جسم اور روح میں کیا فرق ہے

کتاب کے اس حصے میں کل دو حکایات کی روشنی میں جسم اور روح کے فرق کی وضاحت کی گئی ہے۔

# 1.1۔ روح کا لباس

## 1.1.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**دَر بیانِ آنکہ تن روح راچوں لباسے ست وایں دست آستین دَستِ روح وایں پائے موزہ پائے روح**

اِس کا بیان کہ جسم، روح کے لئے بطور لباس کے ہے، اور یہ ہاتھ روح کے ہاتھ کی آستین ہے، اور یہ پاؤں روح کے پاؤں کا موزہ ہے—

**تابدانی کہ تن آمد چوں لَبیس** | **رَو بجو لابِس، لباسے راملیس**

یہ جاننے کے کیے کہ جسم لباس کی مانند ہے | پہننے والے کو تلاش کر، بس لباس ہی نہ چاٹتا رہ

**روح راتوحیدِاللہ خوشتر ست** | **غیر ظاہر دَست وپائے دیگر ست**

روح اللہ کی توحید میں خوش رہتی ہے | ظاہر کے علاوہ روح کے اپنے ہاتھ پاؤں ہیں

**دَست وپا در خواب بینی وائتلاف** | **آں حقیقت داں مدانش از گزاف**

تو خواب میں ہاتھ پاؤں کی حرکت دیکھتا ہے | اُس کو حقیقی سمجھ، لغو نہ سمجھ

**آں توئی کہ بے بدن داری بدن** | **پس مترس از جسم جاں بیروں شدن**

تو وہ ہے کہ جسم کے علاوہ بھی بدن رکھتا ہے | تو روح کے جسم سے نکل جانے سے نہ ڈر

**روح دارد بے بدن بس کاروبار** | **مرغ باشد دَر قفس بس بیقرار**

روح کے اس بدن کے بغیر بہت سے کام ہیں | پرندہ، پنجرے میں بہت بیقرار ہوتا ہے

**باش تا مرغ از قفس آید بروں** | **تا بہ بینی ہفت چرخ اُ ورازبوں**

صبر کر کہ یہ پرندہ پنجرے سے باہر آئے | تاکہ تو سات آسمانوں کو اُس کے تابع دیکھے

## 1.1.2 شرح حکایت

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ انسان جسم اور روح ہر دو سے مرکب ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ جسم لباس کی طرح ہے اور اس لباس کو پہننے والا بھی کوئی ہے۔ تو صرف اس لباس کو ہی نہ چاٹتا رہ بلکہ اس لباس کو پہننے والے کے بارے میں بھی سوچ اور اس کی تلاش کر۔ روح اللہ تعالی کی توحید کو پسند کرتی ہے اور اس توحید، جو کہ ہر طرح کی شراکت، منازعت اور مفارقت سے پاک ہے، کے تقرب کی تلاش میں ہوتی ہے۔ جس طرح اس ظاہری جسم کے اعضاء اور جوارح ہیں ایسے ہی ہماری روح کے بھی اعضاء اور جوارح ہیں۔

ہم جو خواب میں جسم اور اعضاء کی حرکت دیکھتے ہیں۔ اس مشاہدے کو ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسے اپنی روحانی حیات کے ساتھ قیاس کرنا چاہیے۔ اے انسان تو اس جسم کے علاوہ بھی ایک جسم رکھتا ہے۔ اور اس دوسرے جسم کا ادراک تجھے اس جسم سے جان نکلنے کے خوف سے بے نیاز کر دے گا۔ ہماری روح کے اس جسم کے علاوہ بھی بہت سے کام ہیں لیکن اس جسم کے پنجرے میں بند ہو کر ہماری روح کی استعداد کم ہو گئی ہے۔

اس جسم کے پنجرے سے باہر نکل کر ہی روح اس قابل ہوتی ہے کہ وہ اپنی پرواز ساتوں آسمانوں تک جاری رکھ سکے۔یعنی اللہ کی پیدا کردہ جنتوں کے نئے نئے عالموں کی باسی بنے نہ کہ بس اسی جسم اور زمین کے پنجرے میں قید ہو کر رہ جائے۔

### 1.1.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ ہمارا جسم روح کے لئے لباس کی طرح ہے۔ ہمیں ہر وقت اس لباس یعنی جسم کو ہی نہیں دیکھتے رہنا چاہیے بلکہ اس ذات کو بھی جاننا اور پہچاننا چاہیے جس نے یہ لباس پہن رکھا ہے تاکہ انسان اس جسم اور اس زمین کی قید سے نکل کر بلندیوں کی طرف کا سفر جاری رکھ سکے۔

## 1.2۔ مٹی اور پانی کی قید

### 1.2.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**دِربیان آنکہ عقل وروح در آب وگلِ جَسد محبوس اند ہمچوں ہاروت وماروت دَرچاہ بابل**

اِس بات کا بیان کہ عقل اور رُوح جسم کی مٹی اور پانی میں اِس طرح قیدی ہیں جس طرح کہ ہاروت اور ماروت بابل کے کنویں میں

| | |
|---|---|
| **ہمچو ہاروت وچو ماروت آں دو پاک** | **بَستہ اند ایں جا بچاہِ سہمناک** |
| وہ دونوں پاک، ہاروت اور ماروت کی طرح | اِس جگہ خوفناک کنویں میں بند ہیں |
| **عالمِ سِفلی و شہوانی درند** | **اندریں چہ گشتہ اند از جُرم بند** |
| وہ عالمِ سِفلی اور شہوانی میں ہیں | جُرم کی وجہ سے اِس کنویں میں بند ہو گئے ہیں |
| **سِحر وضدِّ سِحر را بے اختیار** | **زیں دو آموزند نیکان و شرار** |
| جادو اور اُس کا توڑ بغیر اختیار کے | نیک اور بدان دونوں سے سیکھتے ہیں |
| **لیک اوّل پند بدہند ش کہ ہیں** | **سحر را از ما مہ آموز د مچیں** |
| لیکن وہ شروع میں نصیحت کر دیتے ہیں | جادو ہم سے نہ سیکھو، نہ حاصل کرو |
| **ما بیاموزیم ایں سحر اے فلاں** | **از برائے اِبتلا و اِمتحاں** |
| اے فلاں؛ ہم یہ جادو سکھاتے ہیں | آزمائش اور امتحان کے لئے |
| **کامتحاں را شرط باشد اختیار** | **اختیارے نبودَت بے اقتدار** |
| آزمائش کے لئے اختیار شرط ہے | بغیر طاقت کے تیرے پاس اختیار نہیں |
| **میلہا ہمچوں سگانِ خفتہ اند** | **اندر ایشاں خیر و شر بنہفتہ اند** |
| خواہشات، سوئے ہوئے کتّوں کی طرح ہیں | اُنکے اندر خیر اور شر پوشیدہ ہیں |

**چونکہ قدرت نیست خفتند ایں رَدہ** **ہمچو ہیزم پارہا و تن زَدہ**

چونکہ طاقت نہیں ملی یہ گروہ سویا ہوا ہے لکڑی کے ٹکڑوں کی طرح اور چُپ ہے

**تا کہ مردارے دَر آید در میاں** **نفخِ صورِ حرص کوبد بَر سگاں**

یہاں تک کہ کوئی مردار بیچ میں آ جاتا ہے حرص کے صور کی آواز کتّوں پر برستی ہے

**چوں دَراں کوچہ خرے مردار شد** **صَد سگِ خفتہ بداں بیدار شد**

جب اُس گلی میں کوئی گدھا مر جاتا ہے تو سینکڑوں سوئے ہوئے کتّے جاگ جاتے ہیں

**حرصہائے رفتہ اندر کتم غیب** **تاختن آورد سَر بر زد ز جیب**

غیب کے پردے میں گئی ہوئی حرصیں حملہ آور ہو گئیں، گریبان سے سَر نکالا

**مو بموئے ہر سگے دنداں شُدہ** **وز برائے حیلہ دُم جُنباں شُدہ**

ہر کتّے کا بال بال دانت بن گیا اور تدبیر کے لئے دُم ہلانے لگا

**نیم زیرش حیلہ و بالا غَضَب** **چوں ضعیف آتش کہ اُو یابد حَطَب**

اُس کا آدھا نچلا حصّہ حیلا اور اوپر کا غصّہ جس طرح کمزور آگ کو ایندھن مل جائے

**شُعلہ شُعلہ میرَسد از لامکاں** **میرود دُود و لَہَب تا آسماں**

لامکان سے شعلے ہی شعلے آ جاتے ہیں دھواں اور شعلے آسمان تک جاتے ہیں

**صَد چنیں سگ اندریں تن خفتہ اند** **چوں شکارے نیست شاں نہفتہ اند**

سینکڑوں کتّے اس جسم میں چونکہ شکار نہیں ہے، اس لیے چھپے سوئے ہیں

**یا چو بازانند دیدہ دوختہ** **در حجاب از عشق صیدے سوختہ**

یا آنکھیں سلے ہوئے بازوں کی طرح ہیں شکار کے عشق میں دَرپردہ جلے ہوئے ہیں

**تا کُلہ برداری و بیند شکار** **آنگہاں سَازد طوافِ کوہسار**

جب تو ٹوپی ہٹا دے اور وہ شکار دیکھ لے اُسی وقت پہاڑ کے چکّر کاٹتا ہے

**شہوت رنجور ساکن می بُوَد** **خاطرِ اُو سُوئے صحت میرَوَد**

بیمار کی خواہش جب تک سکون میں ہوتی ہے اُس کا مزاج صحت کی طرف چلتا ہے

چوں بہ بیند نان وسیب و خربزہ | در مصاف آید مزہ وخوفِ بزہ
جب وہ روٹی، سیب اور خربوزہ دیکھتا ہے | مزا اور بدپرہیزی کا خوف لڑپڑتے ہیں
گر بوَد صبّار دیدن سوُدِ اُوست | آں تہیّج طبع سُستش رانکوُست
اگر وہ صابر ہے، دیکھنا اُس کے لئے مفید ہے | برانگیختگی سُست طبیعت کے لئے بہتر ہے
وَر نباشد صبر پس نادیدہ بہ | تیر دور اولے ز مردِ بے زرہ
اگر صبر نہ ہو تو نہ دیکھنا بہتر ہے | بغیر زرہ کے آدمی سے تیر کا دور ہونا بہتر ہے

## 1.2.2 شرح حکایت

ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے جن کا تعلق عالم ِ بالا سے تھا لیکن وہ بابل کے ایک کنویں میں قید ہو گئے تھے اور لوگ ان سے جادو سیکھتے تھے۔ لیکن وہ لوگوں کو خبردار کرتے تھے کہ ہم سے جادو نہ سیکھو کیونکہ اس میں آزمائش ہے-یہ جادو سیکھ کر تم لوگ آزمائش اور ابتلاء کا شکار ہو جائو گے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہاروت اور ماروت کی طرح عقل اور روح کا تعلق بھی اگرچہ

عالمِ بالا سے ہے لیکن وہ اب مٹی اور پانی سے بنے جسم کے اس خوفناک کنویں میں قید ہیں۔ جیسے

ہاروت اور ماروت اپنے جرم کی وجہ سے بطور سزا بابل کے کنویں میں قید کر دیے گئے تھے ایسے ہی عقل اور روح خدا سے دوری کے جرم کی وجہ سے اس سفلی اور شہوانی جسم کے کنویں میں بند ہو گئے ہیں۔

جیسے لوگ ہاروت اور ماروت سے جادو اور فتنہ سیکھتے تھے ایسے ہی وہ روح اور عقل جو جسم اور مادے کے کنویں میں قید ہو جاتی ہے وہ جسم کی اندر چھپی ہوئی خواہشوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے ان خواہشات کے تابع ہو جاتی ہے- نتیجہ آدمی گھٹیا خواہشات اور حقیر مقاصد کی زندگی اختیار کر لیتا ہے- ایسی عقل اور روح جو جسم کی قید میں چلی جائے اور مادیت سے سرنگوں ہو جائے وہ انسانی کی بلند تر مقاصد کی طرف رہنمائی کرنے سے قاصر ہوتی ہے- ایسی حالت میں انسان کے اندر سوئی ہوئی خواہشات ان کتوں کی مانند ہوتی ہیں جو محض شکار نہ ملنے کی وجہ سے خاموش ہوتے ہیں- جوں ہی کوئی مردار نظر آتا ہے تو خواہش کے یہ کتے اس پر جھپٹ پڑتے ہیں۔

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی روح کو جسم سے ہٹ کر پہچانیں اور اللہ تعالی کے تقرب کی طرف بڑھیں نہ کہ اس جسم کے چاہ بابل میں ہاروت اور ماروت کی طرح لٹکے رہ جائیں-

### 1.2.3 خلاصہ حکایت

اِس حکایت میں حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ عقل اور روح پانی اور مٹی کی میں قید ہیں۔ یعنی وہ ہمارے اِس جسم میں قید ہیں جو پانی اور مٹی سے بنا ہے۔ اس جسم کی جبلت اور میلانات میں قید ہیں۔ ہمارے اس جسم میں وراثتی طور ہزاروں خواہشات سوئے ہوئے کتوں کی طرح پوشیدہ ہیں۔ جونہی کوئی مردار نظر آتا ہے تو حرص اور شہوت کے یہ سوئے ہوئے کتے بیدار ہو جاتے ہیں۔ یوں ہماری عقل اور روح ان چھپی ہوئی خواہشات کی قید میں چلی جاتی ہیں جیسے ہاروت اور ماروت بابل کے کنویں میں قید تھے-

اِنسان کا اصل امتحان حرص و ہوس پر قابو پاتے ہوئے اس پانی اور مٹی کی قید سے نکل کر روحانی طور پر بلند ہونا اور اپنے رب سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ جو کہ اس کی اصل منزل ہے۔ اگر اس اصل منزل پر نہ پہنچا جائے تو آدمی اس سفلی دنیا میں قید ہو جاتا ہے۔ جیسے ہاروتُ ماروت چاہِ بابل میں قید ہو گئے تھے۔

## 2۔ جسم اور روح کی متضاد کشش

کتاب کے اس حصے میں دو حکایات کی روشنی میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جسم اور روح دو مخالف سمت میں کشش رکھتے ہیں۔

## 2.1 ۔روح کی عالم ارواح کی طرف کشش

### 2.1.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**مجذوب شدن جاں نیز بعالم ارواح**

روح کا بھی عالم ارواح کی جانب کشش رکھنا

**گوید اے اجزائے پست فرشیم**
**غربت من تلخ تر من عرشیم**

کہتی ہے اے میرے پست اجزاء
میرا سفر زیادہ مشکل ہے میں عرشی ہوں

**میل تن در سبزہ و آب رواں**
**زاں بود کہ اصل اُو آمد ازاں**

جسم کا میلان سبزے اور پانی کی جانب ہے
کیونکہ اسکی اصل وہاں سے آئی ہے

**میل جاں اندر حیات و در حی ست**
**زانکہ جان لامکاں اصل وے ست**

روح کا میلان زندگی اور حی کی طرف ہے
کیونکہ اس کی اصل لامکانی روح ہے

**میل جان در حکمت ست و در علوم**
**میل تن در باغ و راغ ست و کروم**

روح کا میلان حکمت اور علوم کی جانب ہے
جسم کا میلان باغ، سبزہ اور انگور ہے

**میل جاں اندر ترقی و شرف**
**میل تن در کسب اسباب علف**

روح کا میلان ترقی اور شرافت کی طرف ہے
جسم کا میلان اناج کمانے کی طرف ہے

**میل و عشق آں شرف ہم سوئے جاں**
**زیں یحب را و یحبون را بداں**

شرافت کا میلان اور عشق بھی روح سے ہے
اس کو "یحب" اور یحبون" سے سمجھ

**گر بگویم شرح ایں بیحد شود**
**مثنوی ہشتاد من کاغذ شود**

اس بات کی شرح کی حد نہیں
مثنوی اسی سیر کاغذ کی ہو جائے گی

**حاصل آنکہ ہر کہ اُو طالب بود**
**جان مطلوبش برو راغب بود**

خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی طالب ہو گا
مطلوب کی جان اس کی طرف راغب ہو گی

**آدمی حیواں نباتی و جماد**
**ہر مرادے عاشق ہر بے مراد**

آدمی، حیوان، نباتات اور جماد
ہر بامراد ہر بے مراد کا عاشق ہے

**بے مراداں بر مرادے می تنند**
**واں مراداں جذب ایشاں میکنند**

بے مراد، بامراد کا چکر کاٹتے ہیں
وہ محبوب اُن کو کھینچتے ہیں

**لیک میل عاشقاں لاغر کند**
**میل معشوقاں خوش و بافر کُند**

لیکن عاشقوں کا عشق (اُنکو) لاغر کرتا ہے
معشوقوں کا عشق اُنکو حسین اور پر شکوہ بناتا ہے

**عشق معشوقاں دو رُخ افروختہ**
**عشق عاشق جان اُو را سوختہ**

معشوقوں کے عشق نے رخسار روشن کردیے
عاشق کے عشق نے اس کی جان جلا ڈالی ہے

**کہربا عاشق بشکل بے نیاز**
**کاہ می کوشد دراں راہ دراز**

بجلی، بے نیازی کے ساتھ عاشق ہے
تنکا اُس (عشق) میں لمبا راستہ طے کرتا ہے

**کیست آں کت میکشد اے معتنی**
**آنکہ می نگذاردت کہ دم زنی**

اے انسان! وہ کون ہے جو تجھے کھینچتا ہے
وہ وہ ہے جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو دم مارے

**صد عزیمت میکنی بہر سفر**
**می کشاند مر اترا جائے دگر**

تو سفر کے لیے سوپختہ ارادے کرتا ہے
وہ تجھے دوسری جگہ کھینچ لے جاتا ہے

**زاں بگرداند بہر سُو آں لگام**
**تا خبر یابد ز فارس اسپ خام**

وہ لگام کو ہر جانب اس لیے موڑ دیتا ہے
تا کہ ناتجربہ کار گھوڑا، سوار کو جان جائے

**اسپ زیرک سار زاں نیکو پے ست**
**کو ہمی داند کہ فارس بر وے ست**

سمجھدار گھوڑا اس لیے عمدہ رفتار پر ہے
کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس پر سوار (موجود) ہے

**او دلت را بر دو صد سودا بہ بست**
**بے مرادت کرد و پس دل را شکست**

اُسنے تیرے دل کو دو سو خیالات سے باندھا
تجھے نامراد کیا اور پھر دل کو توڑ دیا

**چوں شکست او بال آں رائے نسخت**
**چوں نشد ہستی بال اشکن درست**

جب اس نے پہلے رائے کا بازو توڑ دیا
تو بازو توڑنے والے کی ذات کیسے ثابت نہ ہوئی

**چوں قضایش حبل تدبیرت شکست چوں نشد بر تو قضائے اُو درست**

جب اسکے فیصلے نے تیری تدبیر کی رسی توڑ دی  تو اس کا فیصلہ تیرے لیے کیسے درست نہ ہوا؟

## 2.1.2 شرح حکایت

مولانا فرماتے ہیں کہ روح تقاضا کرتی ہے کہ اے میرے جسم کے ست اجزاء میں عرشی ہوں اور میرا سفر تم جسم کے زمینی اجزاء کے مقابلے میں زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

جسم کا میلان سبزے اور پانی کی طرف ہے اور یہ اس لیے ہے کہ اس جسم کی اصل بھی اسی سے

ہے۔ جسم کے برعکس روح کا میلان ہمیشہ کی زندگی کی طرف اس لیے ہے کہ اس کی اصل لا مکانی ہے۔ یعنی اس کا ٹھکانہ صرف یہ دنیا نہیں بلکہ وہ عالمین کی باسی ہے۔روح کا میلان علم اور حکمت کی طرف ہے جبکہ جسم کا میلان باغ چمن اور انگور کی بیلوں کی طرف ہے۔ روح کا میلا ن لطافت اور شرافت کی طرف ہے جبکہ جسم کا میلان کھانے پینے کے اسباب کی طرف ہے۔ یہ جو انسان کے ارادے بار بار ٹوٹتے ہیں، وہ کچھ کرنا چاہتا ہے لیکن اس کی مرضی کے برعکس

کچھ اور ہو جاتا ہے- یہ سب اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو احساس دلاتا ہے اور یہ بات باور کرانا چاہتا ہے کہ انسان محض جسم نہیں اور نہ ہی محض جسم سے کنڑول ہوتا ہے بلکہ اس کے اندر ایک روح ہے جو عالم ارواح سے اثر لیتی ہے- جب انسان اس حقیقت کو سمجھ لیتا ہے اور اپنی روحانی حقیقت کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتا ہے تو پھر وہ اپنی روح کی عالم ارواح کی طرف کشش کو محسوس کرتا ہے-

### 2.1.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں مولانا فرماتے ہیں کے جو طالِب ہوتا ہے مطلوب کی جان اسی طالِب کی طرف کھنچتی ہے یعنی معشوق کی جان عاشِق کے سچے عشق کی بدولت عاشِق کی طرف ہی کھنچتی ہے۔ جِسم کا میلان مٹی اور پانی کی طرف ہے اِس لیے یہ اسی طرف کھنچتا ہے۔ جبکہ روح کا میلان زندگی، علم اور معرفت کی طرف ہے اور یہ اِسی کی طرف کھنچتی ہے۔ دُنیا کی زِندگی میں اِنسان کے کئی قصد اور ارادے ٹوٹتے ہیں۔ جِس سے قُدرت کی مراد اسکو جِسم کے سفلی میلان سے ہٹا کر روح کے بُلند مرتبوں کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے۔

## 2.2۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز

### 2.2.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**جَذبِ ہر عُنصرے جنسِ خود را کہ دَر ترکیبِ آدمی محتبس شدہ بغیر جنس**

ہر عنصر کا اپنی اُس جنسِ کو کھینچنا جو دوسری کے ساتھ آدمی کی ساخت میں پھنسی ہوئی ہے۔

**خاک گوید خاکِ تَن را باز گرَد** — **ترَک جاں گو سُوئے ما آ ہمچو گرَد**

جسم کی مٹی کو مٹی کہتی ہے، واپس آجا — روح کو چھوڑ، گرد کی طرح ہماری جانب آجا

**جِنس مائی پیش ما اولٰی تری** — **بہ کہ زاں تَن وا رہی زیں سُو پَری**

تو ہماری جنس ہے، ہمارے ساتھ بہتر ہے — بہتر ہے اس جسم کو چھوڑ، اس جانب اُڑ آ

**گوید آرے لیک من پابستہ اَم** — **گرچہ ہمچوں تو زہجراں خَستہ اَم**

وہ کہتی ہے ہاں، لیکن میرے پیر بندے ہیں — اگرچہ تیری طرح فراق سے غمگیں ہوں

**ترَیِ تَن را بجُویند آبہا** — **کاے ترَی باز آز غُربت سُوئے ما**

پانی، جسم کی تری کو تلاش کرتے ہیں — کہ اے تری اس سفر سے ہماری جانب واپس آ

**گرمیِ تَن را ہمی خواند اَثیر** — **کہ زناری راہِ اصلِ خویش گیر**

اثیر بھی جسم کی گرمی کو پُکارتا ہے — کہ تو آگ سے ہے، اپنی اصل کی طرف آ

**ہست ہفتاد و دو علّت در بدن** — **از کششہائے عناصر بے رسَن**

بدن میں بہتر" بیماریاں ہیں — عنصروں کی کھینچ تان کی وجہ سے

**علّت آید تا بدن را بگسلد** — **تا عناصر ہمد گر را وَا ہلد**

بیماری آتی ہے تاکہ جسم کو توڑ کر رکھ دے — تاکہ عناصر ایک دوسرے کو چھوڑ دیں

چار مرغ اند ایں عناصر بستہ پا
یہ عناصر پاؤں بندھے چار پرندہیں

مرگ و رنجوریؔ و علّت پا کشا
موت، بیماری اور تکلیف پاؤں کھولنے والی ہے

پائے شاں از ہمد گر چوں باز کرد
جب بیماری نے ان کے پاؤں کو کھول دیے

مرغ ہر عُنصر یقیں پَرواز کرد
ہر عُنصر کا پرندیقیناً اُڑ جائے گا

جذبہ ایں اَصلہا و فَرعہا
اِن اصلوں اور فرعوں کی کشِش

ہر دَمے رنجے نہد در جسم ما
ہمارے جسم میں بیماری پیدا کرتی رہتی ہے

تا کہ ایں ترکیبہا را بَردَرد
تا کہ اِن بندھنوں کو توڑ دے

مرغِ ہر جُزوے باصلِ خود پَرد
ہر جُزو کا پرندا اَصل کی جانب اُڑ جائے

حِکمتِ حق مانِع آید زیں عمل
اللہ تعالٰی کی حِکمت اس عمل سے مانع ہے

جمع شاں دارد بصحّت تا اجل
موت تک صحت کے ساتھ جمع رکھتی ہے

گوید اے اَجزا اَجل مشہود نیست
کہ اے اَجزاء ابھی موت کا وقت نہیں ہے

پَر زدن پیش از اجل تاں سُود نیست
موت سے پہلے تمہارا پھڑ پھڑانا مفید نہیں ہے

چونکہ ہر جُزوے بجُوید ارتفاق
جب ہر جُزو اپنے ہم جنس سے ملنا چاہتا ہے

چوں بُود جانِ غریب اندر فراق
تو مسافر روح کا اس جدائی میں کیا حال ہو گا؟

## 2.2.2 شرح حکایت

مولانا فرماتے ہیں جسم کی مٹی کو عام مٹی کہتی ہے کہ تو مجھ سے ہے واپس میری طرف آ جا، روح کو چھوڑ دے تو واپس مٹی سے آ مل۔ اے جسم تو ہماری جِنس سے ہے اور تمہارا ہمارے ساتھ رہنا ہی بہترین ہے۔ جسم کی مٹی جواب دیتی ہے کہ اگرچہ میں تیری جِنس کی ہی ہوں لیکن میں اب اس جسم کی ترکیب میں پھنس گئی ہوں، اب میرا نکلنا مشکل ہے اور میں تمہارے فراق میں غمگیں ہوں۔ مٹی کی طرح پانی کا عنصر بھی جسم کی ترکیب میں موجود پانی کو اپنی طرف بلاتا

ہے۔ اسی طرح جسم میں موجود دوسرے تمام عناصر کو بھی ان کی جنس کے زمین پر موجود عناصر اپنی طرف پُکارتے ہیں کہ سب چھوڑ کر ہماری طرف لوٹ آؤ۔

یہ ان عناصر کی کھینچ تان ہی جس نے اس جسم میں کئی بیماریاں پیدا کر دی ہیں۔ یہ بیماریاں آتی ہیں تاکہ عناصر سے بنے اس جسم کو متفرق کر دیں اور یوں سب عناصر اپنی اپنی اصل کو لوٹ جائیں۔ یہ عناصر گویا پاؤں بندھے پرندوں کی طرح ہیں۔ ہر عنصر کا پرندہ بہر حال اُڑ جائے گا۔ موت، بیماری اور تکلیف ان پرندوں کا پاؤں کھولنے والی ہے۔ جب موت آئے گی تو یہ عناصر کے پرندے ایک دوسرے کا پاؤں کھول دیں گے اور سب اُڑ جائیں گے۔ یہ جو اصل اور فرع

کی کشمکش ہے یہ ہمارے جسم میں مرض پیدا کرتی ہے تاکہ وہ مرض تمام بندھنوں کو کھول دے اور ہر جزو کا پرندہ اپنی اصل کو لوٹ جائے۔ اللہ تعالٰی کی حکمت موت تک اس بندھن کو قائم رکھتی ہے۔ وہ ذات کہتی ہے کہ اے اجزاء ابھی موت نہیں آئی۔ موت سے قبل تمہارا پھڑ پھڑانا بے سود ہے۔

جب جسم میں موجود ہر جزو اپنے زمینی جزو کے ساتھ واپس ملنے کے لیے بے تاب ہے تو پھر سوچو کہ ہمارے اس جسم میں موجود روح اپنی علوی آسمانی اصل سے ملنے کے لیے کس قدر مشتاق اور بے قرار ہو گی۔

## 2.2.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ یہ جسم متفرق عناصر سے بنا ہے اور ہر عنصر اپنے اصل کی طرف کشش رکھتا ہے۔اس جسم کے سارے مسائل کی وجہ ان متفرق اجزاء کی جسم کی ترکیب سے بے وفائی اور اپنے اصل کی طرف لوٹنے کی خواہش ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اِن عناصر کو موت تک جوڑے رکھتی ہے۔اِن عناصر کے پرندے پھڑ پھڑاتے رہتے ہیں لیکن موت سے پہلے آزاد نہیں ہو سکتے۔جب یہ تمام زمینی اور مادی عناصر اپنی اپنی اصل سے ملنے کے لئے اتنے بے تاب رہتے ہیں تو پھر روح جس کی اصل عالم الارواح اور تقرب الٰہی ہے وہ اپنی اصل سے ملنے کے لئے کس قدر بے تاب ہو گی۔

## 3۔ جسم کی خوراک کیا ہے اور روح کی خوراک کیا ہے۔

کتاب کے اس حصے میں دو حکایات کی روشنی میں جسم اور روح کی اپنی اپنی خوراک اور رحجان کی وضاحت کی گئی ہے۔

## 3.1۔اہلِ تن اور غذائے نور

### 3.1.1فارسی متن بمع ترجمہ

**انکار کردنِ اہلِ تَن غذائے رُوح را ولرزیدنِ ایشان بَر غذائے خسیسِ جسمانی**

تن پروروں کا روحانی غذا کا انکار کرنا اور تھوڑی جسمانی غذا سے خوف کھانا۔

**گر جہاں باغے پُراز نعمت شود** | **قسم موش و مار ہم خاکے بُوَد**

اگر دنیا نعمت سے بھرا ہوا باغ بن جائے | چوہے اور سانپ کے حصے میں پھر بھی مٹی ہے

**قسم شاں خاکست گردے گر بہار** | **میر کونی خاک چوں نوشی چو مار**

اُنکا حصہ مٹی ہے خواہ خزاں ہو خواہ بہار | تو اشرف المخلوقات ہے، مٹی کیوں کھاتا ہے

**در میان چوب گوید کرمِ چوب** | **مر کرا باشد چنیں حلوائے خوب**

لکڑی کا کیڑا لکڑی کے اندر کہتا ہے | اتنا عمدہ حلوہ کس کو حاصل ہے

**در میانِ خاک گوید کرمِ خورد** | **ایں چنیں حلوا بعالم کس نخورد**

چھوٹا سا کیڑا مٹّی میں کہتا ہے | دنیا میں ایسا حلوہ کسی نے نہیں کھایا

**کرم سرگیں در میان آں حدث** | **در جہاں نُقلے نداند جز خبث**

گوبر کا کیڑا اس گندگی میں کہتا ہے | دنیا میں نجاست کے علاوہ کوئی خوراک نہیں

**جز نجاست ہیچ نشناسد کلاغ** | **شد نجاست مر وُرا چشم و چراغ**

کوّا گندگی کے علاوہ کچھ نہیں پہچانتا | گندگی ہی اُس کا چشم و چراغ ہے

### 3.1.2شرح حکایت

اگر تمام دنیا ایک ایسا باغ بن جائے جو ہر طرح کے میوؤں سے بھرا ہوا ہو تو چوہا اور سانپ پھر بھی مٹی ہی کھا رہے ہوں گے۔ان کا حصہ مٹی ہی ہے چاہے بہار ہو چاہے خزاں۔ لیکن اے

انسان تو تو اس جہان کا سردار ہے تو چوہے اور سانپ کی طرح کیوں زمین میں لوٹتا ہے اور مٹی کھاتا ہے۔

ایک آدمی جس صورت حال میں ہوتا ہے ضروری نہیں کہ وہ صورت حال ہی آئیڈیل صورت ہو۔ لکڑی کا کیڑا جو لکڑی کے اندر لکڑی کھا رہا ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ دنیا میں جو حلوہ میں کھا رہا ہوں ایسا حلوہ کبھی کسی نے کھایا ہی نہیں۔ گوبر کا کیڑا جو نجاست میں رہتا ہے وہ اس نجاست کے سوا کسی خوراک کو نہیں جانتا۔ ایسے ہی کوا گندگی کو پسند کرتا ہے۔ گندگی ہی اس کا چشم و چراغ ہوتی ہے۔

اس جہان میں جسمانی خوراک کے علاوہ نورانی خوراک بھی موجود ہے لیکن اہل تن غفلت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس خوراک کا انکار کر دیتے ہیں اور یوں وہ عمر بھر اس نورانی خوراک سے محروم رہتے ہیں۔ ایک اعلیٰ انسان وہی ہے جو اپنی صورت حال کو سمجھے، اس میں بہتری
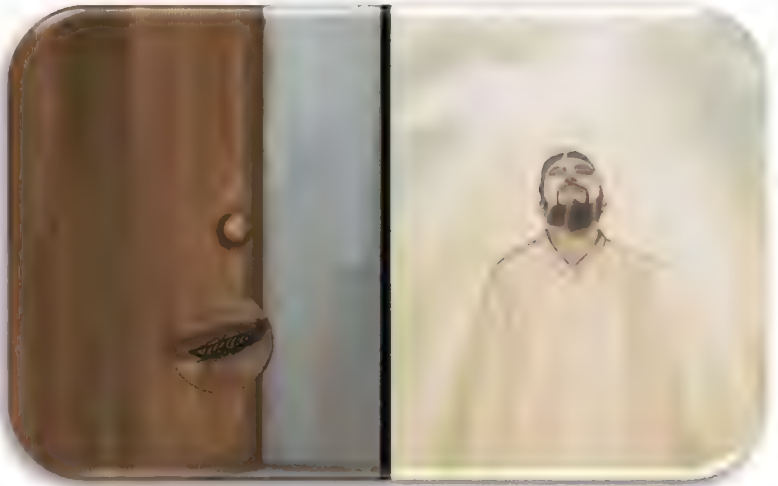
لائے — جسمانی جبلتوں کے میلانات پر قابو پائے اور روحانی غذا کا طلبگار بنے۔ یہ روحانی خوراک ہی اس کی روحانی حقیقت کو صحت اور قوت بخشے گی۔ نماز، روزہ، تسبیح، اذکار اور صدقات یہ سب روحانی غذائیں ہی ہیں۔

### 3.1.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں مولانا بتاتے ہیں کہ غذائے نور سے محرومی کی بڑی وجہ اپنی موجودہ زمینی حیثیت پر اصرار کرنا ہے۔ایک پھلدار باغ میں پھل پھول ہونے کے باوجود سانپ اور چوہا مٹی میں رہ کر ہی خوش ہیں۔لکڑی کا کیڑا سمجھتا ہے کہ وہ لکڑی کے اندر حلوہ کھارہا ہے۔گوبر کا کیڑا گوبر میں خوش ہے، مٹی کا کیڑا اندھا ہو کر مٹی میں اور کوا نجاست میں خوش ہے۔یہ سب اپنی موجودہ حیثیت اور کسب میں قید ہیں۔ایسے ہی اہل تن جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ روح بھی پیٹ میں یا جسمانی حواس میں ہی ہوتی ہے وہ سخت خسارے میں ہیں—وہ ساری عمر فقط پیٹ کی پرورش میں لگے رہتے ہیں-اپنی روح کو غذائے نور سے مسلسل محروم رکھ کر فقط تن پروری کی روش جسموں کے مرنے کے بعد اگلے جہان میں ان کو پست تر درجوں میں رہنے پر مجبور کر دے گی۔

## 3.2۔چوہااور مینڈک

### 3.2.1فارسی متن بمع ترجمہ

**حکایت تعلق موش باچغز و بستن پائے ہر دو بر شتہ دراز و بر کشیدنِ زاغ موش را و مُعلق شُدنِ چغز و نالیدن و پشیمان شُدنِ اُواز تعلق باغیر جنس و باجنس خود ناساختن**

حکایت چوہے اور مینڈک کا تعلق، ایک لمبے دھاگے میں دونوں کے پاؤں باندھنا، کوے کا چوہے کو کھینچنا اور مینڈک کا لٹک جانا اور رونا، اس کا اپنی جنس سے ہٹ کر دوسری جنس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے پر پشیان ہونا۔

**از قضا موشے و چغزے باوفا** — **برلب جُو گشتہ بودند آشنا**

تقدیر سے ایک چوہا اور ایک وفادار مینڈک — نہر کنارے ایک دوسرے کے دوست ہو گئے

**ہر دو تن مربوط میقاتے شدند** — **ہر صباحے گوشۂ می آمدند**

دونوں ایک وقت کے پابند ہو گئے — ہر صبح کو ایک جگہ آجاتے

**نردِ دل باہم گرمی باختند** — **از وساوس سینہ می پرداختند**

دل کا کھیل ایک دوسرے سے کھیلتے — اور وسوسوں سے سینہ کو خالی کرتے تھے

**ہر دو را دل از تلاقی متسع** — **ہمدگر را قصہ خوان و مستمع**

ملاقات سے دونوں کا دل کھُلتا تھا — ایک دوسرے سے قصہ کہتے اور سنتے تھے

**جوشِ نطق از دل نشانِ دوستی ست** — **بستگی نطق از بے اُلفتی ست**

دل سے پرجوش گفتگو دوستی کی علامت ہے — چپ لگ جانا، بے اُلفتی کی وجہ سے ہے

**دل کہ دلبر دید کے ماند تُرش** — **بلبلے گل دید کے ماند خُمش**

جس دل نے دلبر دیکھ لیا وہ کڑوا نہیں رہتا — بُلبل پھول دیکھ کر کب چُپ رہتی ہے

**یار چوں بایار خود بنشستہ شُد** — **صد ہزاراں لوحِ دل دانستہ شُد**

یار جب اپنے یار کے پاس بیٹھتا ہے
دل کی لاکھوں باتیں معلوم ہو جاتی ہیں

**لوحِ محفوظ ست پیشانی یار**
**راز کونینش نماید آشکار**

یار کی پیشانی لوح محفوظ ہے
اس کو دونوں جہان کے راز بتادیتی ہے

**ایں سخن پایاں ندارد گفت موش**
**چغزرا روزے کہ اے مصباحِ ہوش**

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، چوہے نے کہا
ایک روز مینڈک سے کہ اے ذی فہم

**وقتہا خواہم کہ گویم باتو راز**
**تو درونِ آب داری تُرکتاز**

اکثر میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں
لیکن تو پانی میں دوڑا پھرتا ہے

**بر لبِ جو مَن تُرا نعرہ زناں**
**نشنوی دَر آب بانگِ عاشقاں**

میں نہر کے کنارے تجھے آواز دیتا ہوں
تو عاشقوں کی آواز پانی میں نہیں سُنتا

**مَن دریں وقتِ معیّن اے دلیر**
**مَن نگردم از محاکاتِ تو سیر**

اے پیارے! میں صرف خاص وقت میں
تیرے ساتھ بات چیت سے سیر نہیں ہوتا

**پنج وقت آمد نماز اے رہنمون**
**عاشقاں را فی صلوٰۃٍ دائمونْ**

اے رہنما! نماز پانچ وقت ہے
لیکن، عاشقوں کیلئے ہے کہ "وہ ہمیشہ نماز میں ہیں"

**اے اَخی من خاکیم تو آبیٔ**
**لیک شاہِ رحمت و وہّابیٔ**

اے میرے بھائی! میں خاکی ہوں تو آبی ہے
لیکن تو رحمت کا شاہ اور عطا کرنے والا ہے

**آنچناں کن از عطا و از قسم**
**کہ گہ و بیگہ بخدمت میرسم**

تو کچھ ایسا حصّہ منصوبہ بنا
کہ میں ہر وقت تیری خدمت میں پہنچ سکوں

**بر لبِ جو مَن بجاں میخوانمت**
**می نہ بینم از اجابت مرحمت**

نہر کے کنارے میں تجھے دل سے پکارتا ہوں
لیکن تجھے موجود نہیں پاتا ہوں

**آمدن در آب بَر من بَستہ شُد**
**زانکہ ترکیبم ز خاکے رُستہ شُد**

پانی میں آنا، مجھ چوہے پر بند ہے
کیونکہ میری ساخت مٹی سے ہوئی ہے

**یار سولے یا نشانے کن بمدد**
**تا تُرا از بانگِ من آگہ کند**

تو کوئی قاصد یا کوئی نشانی مقرر کر — تاکہ تجھے میرے بلانے کی خبر ہو

**بحث کردند اندریں کار آں دو یار — آخر آں بحث ایں آمد قرار**

اس معاملہ میں دونوں نے بحث کی — اِس بحث کے آخر میں یہ طے ہوا

**کہ بدست آرند یک رشتہ دراز — تاز جذبِ رشتہ گردد کشفِ راز**

کہ ایک لمبی ڈور حاصل کریں — کہ اس ڈور کے کھینچنے سے راز کھل جائے

**یکسرے بَرپائے ایں بندہ دو تُو — بستہ باید، دیگرش برپائے تو**

ایک سرا اس عاجز چوہے کے پاؤں پر — بندھا ہوا اور دوسرا مینڈک کے پاؤں پر

**تابہم آئیم زیں فن ما دو تَن — اندر آمیزیم چوں جاں با بدَن**

تاکہ اس ترکیب سے ہم دونوں جمع ہو جائیں — مل جُل جائیں، جس طرح روح بدن سے

**ہست تَن چوں ریسماں برپائے جاں — می کشاند بر زمینش ز آسماں**

جسم، روح کے پاؤں پر ڈور کی طرح بندھا ہے — روح کو آسمان سے زمین پر کھینچ لاتا ہے

**چغزِ جاں در آبِ خوابِ بیہُشی — رَستہ از موشِ تَن آید در خوشی**

روح کا مینڈک روحانی نیند کے پانی میں — جسم کے چوہے سے الگ خوشی میں ہے

**موشِ تَن زاں ریسماں بازش کَشد — چند تلخی زیں کشش جاں می چشد**

جسم کا چوہا ڈور کے ذریعہ اُسکو کھینچ لیتا ہے — اِس کھچاؤ سے روح بہت کوفت محسوس کرتی ہے

**گر نبودے جذبِ موش گندہ مغز — عیشہا کردے درونِ آب چغز**

اگر اس بد دماغ چوہے کی کشش نہ ہوتی — تو مینڈک، پانی میں مزے اُڑاتا

**باقیش چوں روز برخیزی زخواب — بشنوی از نور بخش آفتاب**

اُس بات کا باقی، جس روز تو نیند سے بیدار ہوگا — تو سورج کو نور عطا کرنیوالے سے سُن لے گا

**یک سَرِ رشتہ گرہ بَرپائے مَن — زاں سَرِ دیگر تو برپا عقد زَن**

ڈور کے سرے کی ایک گرہ میرے پاؤں پر — دوسرے سرے کی گرہ تو اپنے پاؤں پر لگالے

**تاتوانم مَن دریں خُشکی کشید — مر تُرا نَک شُد سَرِ رشتہ پدید**

تا کہ میں اِس کو خشکی کی طرف کھینچ سکوں        تجھے اب یہ بات سمجھ آگئی

**تلخ آمد بر دلِ چغز ایں حدیث        کہ مرا در عقد آرد ایں خبیث**

یہ بات میڈک کے دل کو کڑوی لگی کہ یہ خبیث مجھے گرہ میں پھانستا ہے

**آں سر شتہ عشق رشتہ می کشد        بر اُمید ِ وصلِ چغزِ بار شُد**

وہ عشق میں گرفتار ڈور کھینچتا ہے        ہدایت یافتہ مینڈک سے ملنے کی امید پر

**چوں غرابُ البین آمد ناگہاں        در شکارِ موش و بُردش زاں مکاں**

اچانک جدائی ڈالنے والا کوّا آیا        چوہے کو اُس جگہ سے شکار کر کے اچک لیا

**چوں بر آمد بَر ہوا موش از غراب        مُنسحَب شد چغز نیز از قعرِ آب**

کوّے کے شکار سے جب چوہا فضا میں پہنچا        مینڈک بھی پانی کی گہرائی سے اوپر کھینچ گیا

**موش در مِنقارِ زاغ و چغز ہم        در ہوا آویختہ پا در رتم**

چوہا کوّے کی چونچ میں اور مینڈک بھی        پاؤں ڈور میں بندھا فضا میں معلّق تھا

**خَلق می گفتند زاغ از مکر و کید        چغزِ آبی را چگونہ کرد صَید**

لوگ حیران تھے کہ کوّے نے چالاکی سے        پانی کے مینڈک کو کس طرح شکار کر لیا

**چوں شُد اندر آب و چونش در رَبود        چغزِ آبی کے شکارِ زاغ بود**

وہ پانی میں کیسے گیا اور اُسکو کیسے اچک لیا        پانی کا مینڈک کوّے کا شکار کب بنتا ہے؟

**چغز گفتا ایں سَزایِ آں کسے        کو چو بے آباں شود جُفتِ خَسے**

مینڈک نے کہا یہ اُسکی سزا ہے        جو بے عزتوں کی طرح کمینے کا ساتھی بنے

**اے فُغاں از یارِ ناجنس اے فغاں        ہمنشینِ نیک جوئید اے مہان**

توبہ ہے ناجنس کی دوستی سے توبہ ہے        اے دوستو! ہمیشہ نیک ساتھی تلاش کرو

## 3.2.2شرح حکایت

حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک چوہا اور مینڈک نہر کے کنارے دوست بن گئے۔ وہ دونوں پابندی کے ساتھ ہر صبح ایک معین وقت پر ایک جگہ اکٹھے ہوتے۔ جب وہ آپس میں ملتے تو خوب کھل کر دل کی باتیں کرتے اور خوش ہوتے۔ ایک دن چوہے نے مینڈک سے کہا کہ جب میرا اس مقررہ وقت کے علاوہ تم سے ملنے کو دل کرتا ہے تو میں اس وقت تیرے پاس پانی میں نہیں آسکتا، ہمیں ایک وسیلے کی ضرورت ہے کہ جب میں تیرے پاس پانی کے نزدیک آؤں تو تجھے خبر ہو جائے۔

چوہے نے کہا میں نہر کے کنارے تجھے آواز دیتا رہتا ہوں اور تو پانی کے اندر مجھ عاشق کی آواز نہیں سنتا اور پانی میں ہی دوڑتا رہتا ہے۔ میں صرف مقررہ وقت میں ملنے سے سیر نہیں ہو سکتا، ہمیں حسب خواہش ملنے کی تدبیر کرنی چاہیے۔ چوہے نے کہا میں خاکی ہوں اور تو آبی ہے، پانی میں اترنا مجھ پر بند ہے کیونکہ میری ساخت مٹی سے ہے۔

دونوں دوستوں نے اس معاملے پر خوب بحث کی اور پھر ایک ترکیب نکالی-انہوں کے کہا کہ وہ ایک لمبی ڈور حاصل کرتے ہیں اور اس کا ایک سرا ایک دوست کے پیر کے ساتھ اور دوسرا سرا دوسرے دوست کے پیر کے ساتھ باندھ دیتے ہیں-اس طریقے سے اگر چوہے کو ملاقات کی حاجت ہو گی تو وہ ڈور کھینچے گا اور مینڈک پانی سے باہر آ جائے گا-

مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ہمارا جسم روح کے پاؤں کے ساتھ ڈور کی طرح بندھا ہوا ہے اور وہ اس روح کو آسمان سے زمین کی طرف کھینچ لاتا ہے-روح کا مینڈک تقرب الہی کے پانی میں جسم کے چوہے سے آزاد ہو کر خوش رہتا ہے لیکن جسم کا چوہا ڈور کے ذریعے اس کو کھینچ لاتا ہے اور ایسے کھینچ جانا روح کے لیے بڑی تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس بات کا پورا دراک تجھے تب ہو گا جب تو اس موجودہ زمینی حواس کی زندگی سے بیدار ہو گا۔ بہر حال جب دونوں نے اپنے اپنے پاؤں پر گرہ لگا کر ڈور باندھ لی تو مینڈک کو یہ بات کڑوی لگی کہ یہ چوہا خواہ مخواہ مجھے پھنسا رہا ہے۔

چوہے کے ڈور ہلانے پر مینڈک کے پانی سے باہر آنے کا یہ سلسلہ کچھ دن چلا- پھر ایک دن اچانک ایک کوا آیا جس نے چوہے کو اپنی چونچ میں پکڑا اور اٹھا کر اوپر اڑا۔اس کوے کی وجہ سے جب چوہا فضا میں پہنچا تو مینڈک بھی پانی کی گہرائی سے اوپر آ کر لٹک گیا- چوہا کوے کی چونچ میں تھا اور مینڈک پاؤں سے ڈور میں بندھا فضا میں معلق تھا۔لوگ کہہ رہے تھے کہ دیکھو کوے نے کیسے مکر اور چالاکی سے پانی کے مینڈک کو شکار کر لیا- لوگ حیران تھے کہ وہ کوا پانی میں کیسے گیا اور اس نے مینڈک کو کیسے اچک لیا-اس کوے نے پانی کے اندر سے مینڈک کو کیسے شکار کر لیا۔

لیکن پانی کا مینڈک چوہے کا شکار کب بن سکتا تھا؟۔ مینڈک نے کہا کہ یہ کوے کا کمال نہیں بلکہ یہ چوہے سے سنگت کرنے کا انجام ہے- یہ ہر اس شخص کی سزا ہے جو کسی کمینے کا ساتھی ہو جائے- جو کسی غیر جنس کے ساتھ دوستی کرے اس پر افسوس ہے،اس پر افسوس ہے۔اے دوستو ہمیشہ نیک ساتھی تلاش کرو۔

## 3.2.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں چوہے سے مراد جسم ہے یا پھر ایسی زندگی جو صرف مادی اور زمینی حقائق سے جڑی ہوتی ہے۔ مینڈک سے مراد روح ہے یا پھر وہ زندگی جو آسمانی یعنی خدا تعالٰی کے تقرب کی طرف بڑھ رہی ہے۔ جسم اور روح اگرچہ اس دنیا میں باہم جڑے ہوتے ہیں لیکن روح کو جسمانی جبلتوں اور زمینی ابعاد کے ساتھ محض قید نہیں رکھا جا سکتا۔ بہر حال جسم ایک الگ جنس سے ہے اور روح ایک الگ جنس سے ، ایسی تمام کوششیں جو روح کو جسم کی گرفت میں دینے کے لیے کی جائیں وہ آخر کار ناکام ہو جاتی ہیں اور انسان خسارے میں رہتا ہے۔ جسمانی اور مادی گرفت انسان کی روح کو ایسی ہی لٹکا دیتی ہے جیسے کوے کے چوہے کو اچک لینے سے ڈور میں بندھا ہوا مینڈک ہوا میں لٹک گیا تھا۔

## 4۔ جسم میں نقائص کیا ہیں

کتاب کے اس حصے میں ایک حکایت کی روشنی میں جسم کے ان نقائص کی وضاحت کی گئی ہے جو آدمی کی روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔

## 4.1۔ غفلت، کاہلی، تاریکی اور جسم

### 4.1.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**بیان آنکہ ہر چہ غفلت و کاہلی و تاریکی ست ہمہ از تن ست کہ ارضی و سفلی ست**

اِس کا بیان کہ یہ جو غفلت، سُستی اور اور تاریکی ہے سب جسم کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ ارضی اور سفلی ہے۔

**غفلت از تَن بُود چو تَن روح شُد** **بیند اُو اسرار را بے ہیچ بد**

غفلت جسم سے ہے، جب جسم رُوح بن گیا — وہ یقینی طور پر اسرار کو دیکھتا ہے

**چو زمیں بر خاست از جو فلک** **نے شب و نے سایہ باشد نے دلک**

اگر ہم فضاء میں بلند ہو جائیں — نہ رات ہو گی، نہ سایہ، نہ زوال

**ہر کُجا سایہ ست و شب یا سایگہ** **از زمیں باشد نہ از افلاک و مہ**

جہاں کہیں سایہ، رات یا سایہ ہے — زمین کی وجہ سے، نہ کہ آسمان اور چاند سے

**دود پیوستہ ہم از ہیزم بوَد** **نے ز آتشہائے مستنجم بُود**

دُھواں ایندھن سے وابستہ ہوتا ہے نہ کہ روشن ہونے والے شُعلوں سے

**وہم اُفتد در خطا و در غلطَ** **عقل باشد در اِصابتہا فقط**

وہم، خطا اور غلطی میں مبتلا ہوتا ہے دُرستگی میں صرف عقل ہوتی ہے

**ہر گرانی و کسل خود از تن ست** **جاں زِ خفت جُملہ در پریدن ست**

ہر گرانی اور سُستی جسم کی وجہ سے ہے — روح ہلکے پَن سے اُڑان میں ہے

**رُوئے سُرخ از کثرتِ خونہا بود** **رُوئے زرد از جنبش صفرا بود**

سُرخ چہرہ خون کی کثرت سے ہوتا ہے — زرد چہرہ صفرا کی حرکت سے ہوتا ہے

**رو سفید از قُوت بلغم بُود** **باشد از سودا کہ رُو اد ہم بُود**

سفید چہرہ بلغم کی قوت سے ہوتا ہے سَودا کیوجہ سے چہرہ کالا ہوتا ہے

**در حقیقت خالقِ آثار اُوست** **لیک جُزعِلت نہ بیند اہل پُوست**

اصل میں آثار پیدا کرنے والی وہ ذات ہے لیکن کم نظر سبب تک ہی دیکھتے ہیں

**مغزِ کُو از پوستہا آوارہ نیست** **از طبیب وعِلت اُورا چارہ نیست**

وہ مغز (گودا) جو چھِلکوں کے ساتھ ہے وہ طبیب اور بیماری کے قریب ہے

**چوں دُوم بار آدمی زادہ بزاد** **پائے خود بر فَرقِ عِلت ہانہاد**

جب انسان دوبارہ پیدا ہوا (جسم سے آزاد) تو اُس نے علتوں کو زیر کر لیا

**می پَرد چوں آفتاب اندر اُفق** **با عُروسِ صدق و صفوت در تُتُق**

وہ آسمان میں سورج کی طرح اُڑتا ہے خلوص، اور سچائی کی دُلہن کیساتھ درپردہ

**بلکہ بیروں از اُفق وز چرخہا** **بے مکاں باشد چوں اَرواح و نہی**

بلکہ وہ اُفق اور آسمانوں سے باہر بے مکان ہو جاتا ہے، جیسا کہ روحیں اور عقلیں

**پس عقولِ ماست سایہ اے عمو** **می فتد چوں سایہ در پاہائے اُو**

اے چچا! ہماری عقلیں سایہ ہیں سایہ کی طرح روح کے پاؤں پڑتی ہیں

## 4.1.2 شرح حکایت

یہ جو غفلت، سُستی اور جہالت ہے یہ سب جسم کی طرف سے ہے کیونکہ اس جسم کی اصل زمینی ہونا اور دوری ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ غفلت اور حقائق و معارف سے نابلد ہونا جسم کی وجہ سے ہے- جب یہی جسم ترقی کرتا ہوا لطیف تر ہو جاتا اور روح مضبوط ہو جاتی ہے تو آدمی یقیناً اسرارِ وجود کو دیکھتا ہے۔ اس زمین پر رات اور دن اور موسم اس لئے بدلتے رہتے ہیں کہ یہ سورج کے مدار میں گھومتی ہے- یہ تغیر زمین کی اپنی پوزیشن کی وجہ سے ہے نہ کہ سورج اور چاند کی وجہ سے-

ایسے ہی انسان جو جسم کی جبلتوں کی گرفت میں اور مادے کا اسیر ہوتا ہے اس پر طرح طرح سے دن رات اور عروج وزوال کے موسم آتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اپنی روح کو بُلند تر کرلے تو یقیناً اِن تغیرات سے متاثر نہیں ہوگا۔ دھواں ایندھن سے نکلتا ہے نہ کہ روشنی کرنے والے شعلوں سے۔ اسی طرح وہم خطا اور غلطی سے جنم لیتا ہے جبکہ درستگی میں صرف صاف عقل ہوتی ہے۔

یہ سارا بوجھل پن اور سُستی جسم کی وجہ سے ہے جبکہ روح ہلکی پھلکی ہے اور محوِ پرواز ہے۔ سُرخ چہرہ صاف خون کی کثرت سے ہوتا ہے جبکہ زرد چہرے کا سبب صفرے کے زیادتی کی وجہ سے ہے۔ بلغم کی زیادتی چہرے کو سُرخی سے سفیدی کی طرف مائل کرتی ہے جبکہ سودا کی وجہ سے چہرہ کالا ہو جاتا ہے۔ اصل میں یہ سب آثار پیدا کرنے والا خدا تعالیٰ ہے۔ لیکن جو صاحبِ دِل نہیں ہیں وہ صرف علتوں پر نظر کیے ہوتے ہیں، انہیں اسباب کے پیچھے مسبب الاسباب نظر نہیں آرہا ہوتا۔ وہ گودا یا مغز جو ابھی چھلکوں کے ساتھ ہے، وہ چھلکوں پر آنے والی بیماری سے اثر لیتا ہے۔ ایسے ہی روح جو اس جسمانی زندگی میں جسم کے ساتھ جُڑی ہوئی ہے، وہ جسم سے اثر لیتی ہے اور جسم کی علتیں اس پر اثرانداز ہوتی ہیں۔

جب آدمی اعمال صالح، مجاہدوں اور ریاضتوں کے ساتھ ایک بار پھر پیدا ہوتا ہے تو وہ اسباب پر لات مار دیتا ہے۔ وہ فلسفیوں کی طرح خدا کو علتِ اولیٰ نہیں بلکہ فاعل مختار مانتا ہے -یوں وہ روحانی استعداد کے ساتھ آسمان پر سورج کی طرح اڑتا ہے، اور ایسے میں اس کا ساتھ خلوص اور سچائی کی دلہن سے ہوتا ہے۔ وہ اس محدود مادی افق اور آسمان دنیا سے باہر نکل جاتا ہے - وہ روحوں اور عقلوں کی طرح بے مکان (فراخ) ہو جاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ سنو ہماری زمینی عقلیں بھی سایہ کی طرح ہیں یعنی روح کے الہامی علم کے مقابلے میں ہماری جزوی عقول کا استدلال سایہ کی طرح ہے۔ یعنی کم تر حیثیت کا ہے-

### 4.1.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں مولانا فرماتے ہیں کے غفلت کاہلی تاریکی اور سُستی یہ سب جسم کی صفات ہیں۔ یہ جسم جب روح بن جاتا ہے یعنی جب انسان اپنی مادی جہت سے اُوپر اُٹھتا ہے تو پھر وہ سورج کی طرح آزاد اور روشن ہوتا ہے۔ وہ خلوص اور سچائی کی دُلہن بن جاتا ہے- وہ روحوں اور عقلوں کی طرح بے مکان ہو جاتا ہے- یعنی اِس موجودہ زمان و مکان کی قید سے باہر ہو جاتا ہے—جسمانی جبلتیں اور ناقص عقل جو ایک سائے کی طرح لپٹ کر انسان میں غفلت کاہلی اور تاریکی پیدا کرتی ہیں، وہ پھر اس آزاد روح کے پاؤں میں بیٹھتی ہیں۔

## 5۔ جسم کی طرف جھکی ہوئی شخصیت کے مسائل کیا ہیں

کتاب کے اس حصے میں چار خوبصورت حکایت کی روشنی میں جسم اور مادے کی طرف جھکی ہوئی شخصیت کے مسائل اور نقائص سے بحث کی گئی ہے۔

# 5.1۔ چار پرندے

## 5.1.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**تفسیرِ فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْ ھُنَّ اِلَیْک**

**پس پکڑے چار پرندے پھر اُن کو اپنی طرف بلا کی آخر آیت تک تفسیر**

| | |
|---|---|
| **چار وصف ست ایں بشر را دل فشار** | **چار میخ عقل گشتہ ایں چہار** |
| چار وصف دل کو ناکارہ کرنے والے ہیں | یہ چار گویا عقل پر شکنجہ ہیں |
| **تو خلیلِ وقتی اے خورشید ہُش** | **ایں چہار اَطیار رَہزن را بکش** |
| اے ہوش کے سورج! تو زمانے کا خلیل ہے | ان چار ڈاکو پرندوں کو مار ڈال |
| **زانکہ ہر مرغے ازیں ہا زاغ وش** | **ہست عقل عاقلان را دیدہ کش** |
| اُن میں سے ہر کوئی کوے کی صفت والا پرندہ | عقلمندوں کی عقل کی آنکھ نکالنے والا ہے |
| **چار وصفِ تن چو مرغانِ خلیلؑ** | **بسمل ایشاں دہد جان را سبیل** |
| جسم کے چار اوصاف خلیلؑ کے وہ پرندے ہیں | جن کا مارنا روح کو راستہ دینا ہے |
| **کل توئی و جملہ گاں آجزائے تو** | **بر کشا کہ ہست پاشاں پائے تو** |
| تو مجموعہ ہے اور سب تیرے اجزاء ہیں | کھول دے کہ ان کا پاؤں تیرا ہی پاؤں ہے |
| **زانکہ ایں تن شد مقام چار خو** | **نامِ شاں شُد چار مرغ فتنہ جو** |
| کیونکہ یہ جسم چار عادتوں کا مقام ہے | اُن کا نام فتنہ جو چار پرندے پڑ گیا ہے |
| **خلق را گر زندگی خواہی اَبد** | **سر بُبُر ایں چار مرغ شوم وبد** |
| اگر آپ لوگوں کی ابدی زندگی چاہتے ہیں | ان بدبخت اور منحوس پرندوں کا سر قلم کر دیجئے |

**بازشاں زندہ کن از نوعِ دگر** — **کہ نباشد بعد ازاں زیشاں ضرر**

پھر اُن کو دوسری طرح زندہ کر دیجئے — کیونکہ اس کے بعد ان سے نقصان نہ پہنچے گا

**چار مرغ معنوی راہزن** — **کردہ اند اندر دلِ خلقان وطن**

ان باطنی چار ڈاکو پرندوں نے — لوگوں کے دل کے اندر وطن بنالیا ہے

**سر بُبرایں چار مرغِ زندہ را** — **سرمدی کن خلقِ ناپائندہ را**

ان چار زندہ پرندوں کا سر قلم کر دیجئے — فانی لوگوں کو دائمی بنا دیجئے

**بط و طاؤس ست زاغست و خروس** — **ایں مثالِ چار مرغ اندر نفوس**

بطخ، مور، کوا اور مرغ — انسانی نفس میں یہ چار پرندوں کی طرح ہیں

**بط حرص است و خروس آں شہوتست** — **جاہ چوں طاؤس و زاغ آں منیت ست**

حرص بطخ ہے اور شہوت مرغا ہے — رتبہ مور کی طرح ہے اور کوا خواہش ہے

**مُنیش آنکہ بُود اُمید ساز** — **طامع تابید یا عُمرِ دراز**

خواہش یہ اُمید باندھنا ہے — کہ ہمیشگی یا دراز عمر کا لالچ ہو

## صفت بط و طبع اُو و سبب کشتن ابراہیم خلیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اُو را

بطخ کی صفت اور اُس کا مزاج اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اُس کو مار ڈالنے کا سبب

**بطِ حرص آمد کہ نُولش دَر زمیں** — **در ترو در خشک میجوید دفیں**

حرص بطخ ہے کہ اُس کی چونچ زمین میں ہے — ہر تر اور خشک میں دفینہ ڈھونڈتی ہے

**یک زماں نبود معطل آں گلو** — **نشنود از حکم جُز اَمرِ کلوا**

اسکا حلق تھوڑی دیر کے لیے بھی رکتا نہیں — وہ کھاؤ کے سوا کوئی حکم نہیں سنتی ہے

**ہمچو یغماچی کہ خانہ میکند** — **زُود زُود انبانِ خود پُر میکند**

اُس لٹیرے کی طرح جو کسی گھر میں گھستا ہے — جلد جلد اپنا تھیلا بھرتا ہے

اندر انباں می فشارد نیک و بد　　دانہ ہائے دُرّ و حبّات نخود

اچھا بُرا تھیلے میں ٹھونستا ہے　　موتی کے دانے اور چنے کے دانے بھی

تا مبادا باغیؔ آید دگر　　میفشارد در جوال اُو خشک و تر

ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا لٹیرا آجائے وہ بورے میں خشک و تر ٹھونستا ہے

وقت تنگ فرصت اندک او مخوف　　در بغل زد ہر چہ زوتر بے وقوف

وقت تنگ، فرصت تھوڑی، وہ ڈرا ہوا　　جو کچھ ہے اُسے بغیر سمجھے بوجھے بغل میں دبالیا

اعتمادش نیست بر سلطان خویش　　کہ مُبادا باغئے آید بہ پیش

اس کو اپنے شاہ پر بھروسہ نہیں ہے (ڈر ہے کہ) ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا لٹیرا آجائے

لیک مومن ز اعتمادِ آں حیات　　میکند غارت بتمہل و باانات

لیکن مومن اُخروی زندگی کے بھروسہ پر　　کماتا ہے پر تامل اور توقف سے

ایمن است از فوت و از باغی کہ اُو　　می شناسد قہر شہ را بر عدُو

وہ محرومی اور لٹیرے سے مطمئن ہے کیونکہ　　دشمن پر بادشاہ کے قہر کو جانتا ہے

وایمن ست از خواجہ تاشان دگر　　کہ نیایندش مزاحم صرفہ بر

اس بات سے مطمئن ہے کہ دوسرے لوگ　　اُس سے مقابلہ کر کے کامیاب نہیں ہوں گے

عدلِ شہ را دید در ضبط حشم　　کہ نیارد کرد کس بر کس ستم

اس نے بادشاہ کا انصاف دیکھا ہے　　کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا ہے

لاجرم نشتابد و ساکن بُود　　از فواتِ حظ خود ایمن بُود

مومن جلدی نہیں کرتا اور پر سکون ہے　　اپنا حصہ کھو جانے کے ڈر سے مطمئن ہوتا ہے

پس تانی دارد و صبر و شکیب　　چشم سیر و موثر ست و پاک جیب

پس وہ آہستہ رو اور صبر و شکیب والا سیر چشم، ایثار کرنے والا اور پاک دل ہوتا ہے

کیں تانی پر تو رحماں بُود　　واں شتاب از ہزۂ شیطان بُود

کیونکہ یہ آہستہ روی اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے　　اور وہ جلد بازی شیطانی حرکت ہے

**زانکہ شیطانش بتر ساند ز فقر** | **بار گیر صبر را بُکشد بعقر**

کیونکہ شیطان اس کو افلاس سے ڈراتا ہے | صبر کرنے والے کا پاؤں کاٹ ڈالتا ہے

**از نُبے بشنو کہ شیطاں در وعید** | **میکند تہدیدت از فقرِ شدید**

قرآن سے سُن کہ شیطان | تجھے سخت افلاس سے ڈراتا ہے

**تا خوری زشت و بری زشت از شتاب** | **نے مروّت نے تانی نے ثواب**

تا کہ تو جلدی میں بُرا کھائے بُرا کمائے | نہ مروت نہ آہستہ روی نہ ثواب

**لاجرم کافر خورد دَر ہفت بطن** | **دین ودل باریک ولاغر زفت بطن**

لا محالہ کافر سات پیٹ میں کھاتا ہے دین اور دل کمزور اور لاغر، پیٹ بھاری

**صفت طاؤس و طبع اُو و سبب کشتن ابراہیم خلیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اُورا**

مور کی صفت اور اُسکا مزاج اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اُس کو مار ڈالنے کا سبب۔

**آمدیم اکنوں بطاؤسِ دورنگ** | **کو کند جلوہ بَرائے نام و ننگ**

اب ہم دوغلے مور کے ذکر پر آ گئے کہ وہ نام، مشہوری اور نمائش چاہتا ہے

**ہمّتِ اُو صیدِ خلق از خیر و شر** | **وز نتیجہ و فائدہ آں بے خبر**

وہ اچھے بُرے طریقوں پر لوگوں کا شکاری | اور نتیجے اور فائدے سے بے خبر ہے

**بے خبر چوں دام میگیرد شکار** | **دام را چہ علم از مقصودِ کار؟**

ایسا ہی لا علم ہے جس طرح جال شکار سے | جال کو شکاری کے مقصد کا کیا علم؟

**دام را چہ ضر و چہ نفع از گرفت** | **زیں گرفتِ بیہدہ اش دارم شگفت**

شکار کرنے میں جال کا کیا نفع ونقصان | جال کی اس فضول گرفت سے مجھے تعجب ہے

**اے برادر دوستاں افراشتی** | **بادو صَد دلداری و بگذاشتی**

اے بھائی! تو نے دوستوں کو بلند کیا | سینکڑوں دلداریوں سے اور پھر چھوڑ دیا

کارت ایں بودہ ست از وقتِ وِلاد　　صید مردم کردنِ از دام وداد

پیدائش کے وقت سے تیرا یہی کام رہا ہے　　جال اور مال کے ذریعہ لوگوں کا شکار کرنا

زاں شکار وانبہی بادوبود　　دست در کن ہیچ یابی تارو پَود

اُس شکار اور تگ ودو کی کثرت سے　　جال میں ہاتھ ڈال، کیا کچھ تیرے ہاتھ آتا ہے

بیشتر رفت ست وبیگاہ است روز　　تو بجد در صیدِ خلقانے ہنوز

کافی وقت گذر گیا اور شام ہو چلی　　تو ابھی تک لوگوں کو شکار کرنے کی کوشش میں ہے

آں یکے می گیر وایں می ہل زدام　　ویں دگر را صید می کن چوں لئام

کبھی ایک کو پکڑ کبھی دوسرے کو چھوڑ　　کمینوں کی طرح کبھی کسی دوسرے کا شکار

باز ایں را می ہل و می جود گر　　اینت لَعِب کودکانِ بے خبر

پھر اس کو چھوڑ دوسرے کی تلاش کر　　عجب بے خبر بچوں کا کھیل ہے

شب شود در دامِ تو یک صید نے　　دام بر تو جز صداع وقید نے

رات ہو گئی تیرے جال میں کوئی شکار نہیں　　تیرا جال سوائے دردِ سر اور قید کے کچھ نہیں

پس تو خود را صید میکردی بدام　　کہ شدی محبوس ومحرومی زکام

تو نے جال سے خود اپنا ہی شکار کر لیا کیونکہ تو قیدی ہو گیا اور اصل کام سے محروم رہا

در زمانہ صَاحبِ دامے بُوَد؟　　ہمچو ما احمق کہ صَید خود کند

کیا دنیا میں کوئی ایسا شکاری ہو گا　　ہم جیسا احمق! کہ خود اپنا شکار کر لے؟

چوں شکارِ خوک آمد صیدِ عام　　رنج بیحد لقمہ خوردن زُو حرام

عوام کو پھانسنا سؤر کے شکار کی طرح ہے　　بے حد مشقّت، اور پھر حرام کا لُقمہ کھانا ہے

### سببِ کشتنِ ابرہیم علیہ السّلام زاغ را کہ آں اشارہ بقمعِ کدام صفت بُود

حضرت ابرہیم علیہ السّلام کا کوّے کو مارنے کا سبب اور وہ کونسی صفت کو زائل کرنے کی طرف

اشارہ تھا۔

**ایں سخن را نیست پایان و فراغ　　　اے خلیلؑ حق چرا کُشتی تو زاغ**

اِس بات کا خاتمہ اور فراغ نہیں ہے اے اللہ کے خلیلؑ؛ آپ نے کوّے کو کیوں مارا؟

**بہرِ فرماں حکمتِ فرماں چہ بود؟　　　اندکے زا سرار آں باید نمود**

اس حکم کی حکمت کیا تھی؟　　　ان رازوں سے تھوڑا سا ظاہر کر دیجئے

**کاغ کاغ و نعرہ زاغِ سیاہ　　　دائما باشد بدن را عمُر خواہ**

کالے کوّے کی کائیں کائیں اور شور　　　ہمیشہ سے جسم کی لمبی عمر کا خواہاں ہے

**ہمچو ابلیس از خدای پاک و فرد　　　تا قیامت عمُرِ تن در خواست کرد**

جیسے شیطان نے خدائے قدّوس واحد سے　　　قیامت تک کے لئے جسم کی عمُر کی درخواست کی

**زندگی بے دوست جاں فرسود نست　　　مرگِ حاضر غائب از حق بودنست**

بغیر دوست کے زندگی، روح کی تباہی ہے　　　اللہ تعالی سے دور ہونا، نری موت ہے

**عمُر و مرگ ایں ہر دو با حق خوش بُود　　　بے خدا آب حیات آتش بود**

زندگی اور موت دونوں خدا کیساتھ اچھی ہیں　　　بغیر خدا کے آبِ حیات بھی آگ ہے

اچھی عمر قربِ خدا میں روح کی پرورش ہے　　　کوّے کی عمُر گوبر کھانے کے لئے ہے

**عمُر بیشم دہ کہ تا گہ می خورم　　　دائم اینم دہ کہ بس بدگوہرم**

مجھے زیادہ عمُر دے تا کہ گوبر کھاؤں مجھے ہمیشہ یہ دے کیونکہ میں بہت بد اصل ہوں

**گر نہ گہ خوار ست آں گندہ دہاں　　　گویدے کز زاغیَم تو وارہاں**

اگر وہ گندہ دہن گوبر کھانے والا نہ ہوتا　　　تو یہ کہتا کہ مجھے کوّے پن سے نجات دے

## دربیان آنکہ کُشتن خلیل علیہ السلّام خروس را اشارت بقمع و قہرام کدام صفت بُود

اس کا بیان حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مرغے کو مارنا کونسی صفت کو زائل کرنے اور مغلوب کرنے کا اشارہ تھا۔

چند گوئی ہمچو زاغِ پُر فسوس
اے خلیلؑ از بہر چہ کُشتی خروس

مکر بھرے کوّے کی طرح کب تک بولے گا؟ اے خلیل ؑ اللہ آپ نے مرغے کو کیوں مارا؟

حِکمتِ کشتن چہ بود آخر بگو
تا مُسبحؔ گردم آں را موبمو

آخر بتایئے مارنے کی کیا حِکمت تھی؟
تاکہ میں روں روں سے سُبحان اللہ کہوں

شہوتی ہست او وبس شہوت پرست
زاں شرابِ زہر ناکِ ژاژ مَست

وہ شہوت والا اور شہوت پرست ہے
اُس زہریلی، بیہودہ شراب سے مست ہے

گفت ابلیس لعیں دادار را
دام زفتے خواہم ایں اشکار را

ملعون شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا
انسان کے شکار کے لئے مضبوط جال چاہتا ہوں

زرّو سیم وگلہ اسپش نمُوْد
کہ بدیں تانی خلائق را رُبُود

اللہ نے اسے سونا چاندی گھوڑے دکھائے
کہ تو اِن سے لوگوں کو گمراہ کر سکے گا

گفت شاباش و تُرش آویخت لُنج
شُد ترنجیدہ و تُرش ہمچوں ترنج

بولا، ٹھیک ہے پر تُرش روئی سے تھوتڑی لٹکائی رنجیدہ اور لیموں کی طرح تُرش ہو گیا

پس زرو گوہر زمعدنہائے خوش
کرد آں پس ماندہ را حق پیشکش

تو سونا اور جواہر عمدہ کانوں سے
اللہ تعالیٰ نے اُس مردود کے آگے کر دیئے

گیر ایں دامِ دگر را اے لعیں
گفت ازیں افزوں دِہ اے نِعم المعیں

اے ملعون! یہ دوسرا جال لے لے
بولا، اے عمدہ مددگار! اس سے بڑھ کر دے

چرب و شیریں و شراباتِ ثمیں
دادش وبس جامئہ ابریشمیں

بھنے، میٹھے کھانے اور قیمتی مشروبات
اور بہت سے ریشمی کپڑے اسکو دیئے

گفت یارب بیش ازیں خواہم مدد
تا بہ بندم شاں بحَبْلِ مِّنْ مَّسَدْ

بولا، اے خدا! میں اس سے زیادہ چاہتا ہوں
تاکہ میں اُن کو مونج کی رسّی میں باندھ لوں

تاکہ مَستانت کہ نَرّو پُر دلند
مردوار آں بندہا را بگسلند

تاکہ تیرے وہ مست جو نرا ور بہادر ہیں
اُن بندشوں کا و مردانہ وار توڑ دیں

| | |
|---|---|
| **چونکہ خوبیِ زناں با اُو نمود** | **کہ قرار و صبرِ مرداں می ربود** |
| جب عورتوں کا حُسن اس کو دکھایا | جو مردوں کا صبر و قرار لے اُڑتا ہے |

| | |
|---|---|
| **پس زدا نگشتک بر قص اندر فتاد** | **کہ بدہ زُو تر رسیدم بَر مراد** |
| تو اُس نے چُٹکی بجائی اور ناچنے لگا | کہ بہت جلد دے دیجئے، میں مقصد کو پہنچ گیا |

## 5.1.2 شرح حکایت

مولانا روم فرماتے ہیں کہ چار بری خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ انسان کی عقل کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں اور اس کے دل کا نور چھین لیتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو اپنے وقت کا خلیل ہے، ابراہیم ہے۔تو آفتابی عقل کا مالک ہے تو ان چار عادتوں یعنی چار پرندوں کو مار ڈال۔ یہ چار خصلتیں ابراہیم ؑ کے چار پرندوں کی طرح ہیں ان کو قربان کرنے کا مطلب روح کو رستہ دینا ہے۔ان کا سر قلم کر دے تاکہ تیرے پاؤں کی بیڑیاں کٹ جائیں۔ بطخ اور مور اور کوا اور مرغ، انسانی نفس کے اندر یہ چار پرندے ہیں۔ بطخ حرص کی نشانی ہے، مرغ شہوت کی، مور رتبے کی اور کوا لمبی عمر کی آرزو ہے۔

بطخ کی چونچ ہر وقت زمین میں ہے وہ ہر وقت کچھ ڈھونڈتی ہی رہتی ہے اس کا حلق تھوڑی دیر کے لیے بھی مطمئن نہیں ہوتا ہر وقت کھانے کی فکر میں رہتی ہے۔ یہ اس لٹیرے کی مانند ہے جو کسی گھر میں داخل ہو اور جو اچھا برا ملے تھیلے میں ڈال لے۔ موتی کے دانے بھی اور چنے کے دانے بھی -وہ جلدی جلدی ایسا کرتا ہے کہ کہیں کوئی اور نہ آجائے۔ لیکن مومن اس کے برعکس اپنی اخروی زندگی پر نظر رکھتے ہوئے اتنا ہی تھیلے میں ڈالتا ہے جتنی ضرورت ہو اور وہ بھی تامل اور توقف سے -وہ خوف اور کسی لٹیرے کی آمد سے بے نیاز ہوتا ہے-وہ دشمن پر خدا کے قہر کو جانتا ہے۔ وہ اس بات سے مطمئن ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا اس کا حق نہیں چھینے گا اور اس سے مزاحمت کرنے والے کبھی بھی فائدہ مند نہیں ہوں گے -وہ بادشاہ کے انصاف سے واقف ہوتا ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ کافر سات آنتوں سے کھاتا ہے اس کا دل اور دین کمزور جبکہ پیٹ بڑا ہوتا ہے۔

ایسے ہی نفس کے اندر کے مور سے مراد انسان کا نام، فخر اور مشہوری چاہنا ہے - انسان اس صفت کے ذریعے لوگوں میں مشہور ہونا چاہتا ہے اور انہیں اپنا گرویدہ کر لینا چاہتا ہے- یہ ایک بالکل عبث بات ہے- حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی جال اپنے اندر شکار پھنسنے پر خوش ہو- لیکن ایسے شکار پھنسنے سے جال کو کیا فائدہ- ساری زندگی دوسروں کو متاثر کرنے میں گذارنے پر آدمی گویا خود ہی اس خود نظری اور فخر کا شکار ہو کر اپنے ہی بنائے ہوئے جال میں پھنس جاتا ہے-

نفس کے اندر کوے کی صفت سے مراد انسان کا لمبی آرزوؤں اور لمبی عمر کی خواہش رکھنا ہے- ابلیس نے اللہ تعالی کی بارگاہ میں لمبی عمر مانگی تھی تاکہ وہ بندوں کو گمراہ کر سکے- مولانا فرماتے ہیں کہ اس دربار میں ابلیس کو خدا کا قرب مانگنا چاہیے تھا نہ کہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے لمبی عمر -ایسے ہی کوا لمبی عمر چاہتا ہے لیکن وہ اس لمبی عمر میں سوائے گوبر کھانے کے کوئی مقصد نہیں رکھتا- زندگی اور موت بس خدا کے ساتھ اچھی ہیں ورنہ لمبی عمر کی خواہش فقط کوے کی طرح گندگی کھانے کے لیے زندہ رہنا ہے-

اسی طرح مرغ شہوت کی نشانی ہے- مولانا فرماتے ہیں کی ابلیس نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اللہ تعالی سے اسباب مانگے تو اللہ تعالی نے اسے مال و دولت، زر و جواہر اور کھانے پینے کی چیزوں دیں- لیکن ابلیس اس پر مطمئن نہ ہوا- پھر اسے شہوات دکھائیں، یعنی جنس مخالف کی طرف کشش، تو ابلیس اس پر مطمئن ہو گیا کہ اب وہ ضرور لوگوں کو گمراہ کرلے گا-

تو بطخ، مور، کوا اور مرغ یہ وہ چار پرندے ہیں جنہیں مار کر دوسرے طریقے سے زندہ کرلیا جائے یعنی ان صفات کو اپنے کنڑول میں کرلیا جائے تو انسان کو مرنے کے بعد ایک اعلی زندگی نصیب ہوتی ہے-

### 5.1.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں حضرت مولانا قرآن میں موجود ابراہیم ؑ کے اس واقعے کی روحانی تعبیر کرتے ہیں جِس میں اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے ایمان پر مزید قلبی اطمینان حاصل کرنے کے لئے یہ سوال کیا کے تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کے چار پرندے لے کر انہیں پہاڑی پر رکھ دیں۔ انہیں مانوس کرلے تو وہ تیری طرف دوڑے چلے آئیں گے۔ مولانا فرماتے ہیں کے وہ چار پرندے مرغ، بطخ، کوا اور مور ہیں۔ مرغ شہوت کی علامت ہے بطخ لالچ کی، کوا لمبی عمر اور اُمیدوں کی اور مور تکبر اور نمائش کی۔ اگر انسان اپنی خصلتوں کے اِن چار پرندوں کو کنڑول کرلے تو اِس کے نفس پر ایسے اثرات مرتب ہوتے ہیں کے وہ اِس جسم کی موت کے بعد ایک عُمدہ روح کے ساتھ زندہ ہو جاتا ہے-

# 5.2۔ کشتی، ملاح اور عربی دان

## 5.2.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**ماجرائے مردِ نحوی در کَشتی با کشتیبان و جواب دادنِ اُو**

مَلّاح کے ساتھ کشتی میں نحوی کا قصّہ اور اُس کا جواب دینا

**آں یکے نحوی بہ کَشتی در نشست** — **رُو بکَشتیباں نہاد آں خود پرست**

ایک نحوی کشتی میں سوار ہوا — اُس نے تکبر سے مَلّاح کی طرف دیکھا

**گفت ہیچ از نحو خواندی گفت لا** — **گفت نیم عمر تو شد در فنا**

پوچھا، تو نے کچھ عربی گرامر پڑھی ہے — کہا نہیں، کہا پھر، تیری آدھی عمر برباد ہوئی

**دل شکستہ گشت کشتیباں زتاب** — **لیک آندم گشت خاموش از جواب**

رنج سے مَلّاح کا دل ٹوٹ گیا — لیکن اُس وقت جواب سے خاموش رہا

**باد کَشتی را بگردابے فگند** — **گفت کَشتیباں بداں نحوی بلند**

ہوا نے کشتی کو بھنور میں ڈال دیا — مَلّاح نے بلند آواز سے نحوی سے کہا

**ہیچ دانی آشنا کردن بگو** — **گفت نے از من تو سبّاحی مجو**

تو کچھ تیرنا جانتا ہے، بتا — اُس نے کہا تو مجھ سے تیراکی کی اُمید نہ کر

**گفت کل عمرت اے نحوی فناست** — **زانکہ کَشتی غرقِ ایں گردابہاست**

اُسنے کہا، اے نحوی! تیری ساری عمر برباد ہے — اِسلئے کہ کشتی اِن بھنوروں میں ڈوب رہی ہے

**محو می باید نہ نحو ایں جا بداں** — **گر تو محوی بے خطر در آب راں**

اِس جگہ محو چاہیے نہ کہ نحو، سمجھ لے — اگر تو محو ہے بے خطر سمندر میں کود جا

**آبِ دریا مردہ را بر سَر نہد**

**ور بود زندہ ز دریا کے رَہد**

دریا کا پانی مردے کو سر پر اُٹھالیتا ہے

اگر زندہ ہو تو دریا سے کب بچ سکتا ہے؟

**گر بمردی توز اوصافِ بشر**

**بحرِ اَسرارت نہد بر فرقِ سَر**

اگر تو بشری خصلتوں سے مردہ ہو جائے

اسرار کا سمندر تجھے سر پر اُٹھالے گا۔

**اے کہ خَلقاں را تو خَرمی خواندہ**

**ایں زماں چوں خر بریں یخ ماندہ**

اے وہ کہ مخلوق کو تو نے گدھا کہا ہے

تو اب گدھے کی طرح اِس برف میں پھنسا ہے

**گر تو علامہ زمانی در جہاں**

**نک فنائے ایں جہاں بیں ایں زماں**

اگر تو دنیا میں علامہ زماں ہے

اب دنیا کے فنا ہونے کو دیکھ

**مردِ نحوی را ازاں در دوختیم**

**تا شما را نحوِ محو آموختیم**

نحوی کا قصّہ ہم اسلئے یہاں لائے

تا کہ تمھیں فنا کا طریقہ سِکھا دیں

**فقہ فقہ و نحوِ نحو و صرفِ صرف**

**در کم آمد یابی اے یارِ شگرف**

فقہ کی فقہ اور نحو کی نحو اور صرف کی صرف

اے دوست! تو فنا ہونے میں پائے گا

**آں سَبوئے آبِ دانشہائے ماست**

**واں خلیفہ دجلہ علمِ خداست**

ہمارے علوم پانی کا کٹورا ہیں

اور وہ خلیفہ خدا کے علم کا دجلہ ہے

**ما سَبوہا پُر بدجلہ می بریم**

**گر نہ خَر دانیم خود را ما خَریم**

ہم کٹورے بھر کر دجلہ کی طرف جا رہے ہیں

اگر ہم اپنے آپ کو گدھا نہ سمجھیں تو گدھے ہیں

**بارے اَعرابی، بداں معذور بُود**

**کُو زِ دجلہ غافل و بس دور بُود**

وہ بدوی تو اس بارے میں معذور تھا

کیونکہ وہ دجلہ سے غافل اور بہت دُور تھا

**گر زِ دجلہ باخبر بودے چو ما**

**اُو نبُردے آں سَبو را جا بجا**

اگر وہ ہماری طرح دجلہ سے باخبر ہوتا

تو وہ پانی کا کٹورا منزل بمنزل نہ لے جاتا

**بلکہ از دجلہ اگر واقف بُدے**

**آں سبو را بر سَرِ سَنگے زدے**

بلکہ اگر دجلہ سے واقف ہوتا

تو وہ کٹورے کو پتھّر پر مار دیتا

آں سبوئے تنگ، پُر ناموس و ننگ　　　شُد حجاب بحر برزن آں بسنگ

یہ تنگ کٹورا، شرم اور ذلّت سے بھرا ہوا　　　اس سمندر کا حجاب بن گیا اُسکو پتّھر پر پٹخ دے

## 5.2.2 شرح حکایت

ایک نحومی دریا عبور کرنے کے لئے ایک پتن سے کشتی پر سوار ہوا۔ اس نے بڑے تکبر سے ملاح کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ کیا تم نے عربی گرائمر پڑھ رکھی ہے۔ ملاح نے جواب دیا کہ نہیں، اس پر اس نحوی نے ملاح سے کہا کہ تیری تو آدھی عمر برباد ہو گئی۔ یہ سُن کر اس سادہ لوح نوجوان ملاح کا دل ٹوٹ گیا۔ لیکن وہ خاموش رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کشتی گرداب میں پھنس گئی ،ہوا بھی تیز چل رہی تھی۔ ایسے میں ملاح نے نحوی سے سے چِلا کر کہا تمہیں تیرنا آتا ہے۔ نحوی نے کہا اسے تیراکی کا کچھ تجربہ نہیں۔ اس پر ملاح نے کہا پھر تو تیری ساری عمر برباد ہو گئی۔

کیونکہ کشتی بھنور میں پھنس گئی ہے۔

اس جگہ محو ہونا کام آئے گا نہ کہ نحو۔ اگر تو نرا نحوی ہے تو پھر ڈوبنے کا وقت آن پہنچا۔ لیکن اگر محوی (یعنی تو نے دریا کے ساتھ یعنی خدا تعالی کے ساتھ محو ہونا سیکھا ہے) ہے تو بے خطر دریا میں

کود جا۔ دریا کا پانی مردے کو سر پر اُٹھالیتا ہے لیکن زندہ کو ڈبو دیتا ہے۔ یعنی ایسا آدمی جس نے اپنے آپ کو کائنات کے حقائق کے ساتھ ہم آہنگ کر لیا ہوتا ہے۔ تو یہ کائنات اس کی حفاظت کا سامان کرتی ہے۔ اگر انسان بشریٰ خصلتوں کے لحاظ سے مردہ ہو جائے۔ تو اسرار کا سمندر اس کو سر پر اُٹھالیتا ہے۔ وہ آدمی جو اپنے علمیت پر گھمنڈ کرتا ہے۔ وہ کسی نہ کسی بری حالت میں پھنس جاتا ہے۔ اگر کوئی علامہ زمان بھی بن جائے پھر بھی فنا ہونے سے نہ بچ پائے گا، جب تک ذاتِ باری تعالیٰ سے محویت کا تعلق نہ پیدا کر لے۔ فقہ کی فقہ، نحو کی نحو اور صرف کی صرف اے بھلے آدمی بشریٰ صفات کے فنا ہونے کی صورت میں ہی پائے گا۔

ایک دیہاتی پانی کی ایک صراحی تحفہ کے طور پر دریائے دجلہ کے بادشاہ پاس لے کر جا رہا تھا کہ وہ بادشاہ کو اس پانی کا تحفہ دے- اس کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ تو دجلہ کا بادشاہ ہے، دریائے دجلہ کا مالک ہے، یہ تھوڑا سا پانی اس بادشاہ کے لیے کیا اہمیت رکھتا ہے- یہی مثال ہمارے علوم کی ہے -ہمارے علوم اللہ تعالی کے علم کے سامنے پانی کے ایک کٹورے کی طرح ہیں اور اللہ تعالی کے علوم سمندروں کی طرح ہیں- وہ دیہاتی تو غافل تھا اسے دریائے دجلہ کے وسعت اور سیرابی کا کچھ پتا نہیں تھا۔ وہ اپنے زعم میں پانی سے بھری صراحی کو کوئی بڑی چیز سمجھا ہوا تھا۔ لیکن ہمیں تو اس دجلہ کی خبر ہے۔ اگر وہ ہماری طرح باخبر ہوتا یہ کام کبھی نہ کرتا۔ اگر وہ ہماری طرح دریائے دجلہ کی سیرابی سے واقف ہوتا۔ تو اپنی پانی کی صراحی کو پتھر مار کر توڑ دیتا۔ اے انسان، ہماری علم و عقل کی چھوٹی سی صراحی شرم اور ذلت سے بھری ہوئی ہے۔ اور علوم و معرفت خدائی کے سمندر کے سامنے حجاب بن گئی ہے۔ اس کو پتھر پر مار کر توڑ دے۔

### 5.2.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں نحومی یعنی عربی دان سے مراد دین کا ظاہری علم رکھنے والا شخص ہے جو علم کی تکنیکی مہارت پر گھمنڈ کرتے ہوئے اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز سمجھتا ہے اور دین کی اصل غایت جو تزکیہ، تقرب الٰہی، فلاح انسانیت اور باہمی محبت اور ہم آہنگی کا تقاضا کرتی ہے اس سے

دور ہو جاتا ہے۔ ملاح سے مراد ایک ایسا شخص ہے جو اگرچہ دین کا ظاہری علم نہیں رکھتا لیکن اپنی سلیم فطرت کے ساتھ کائنات اور رب کائنات سے ہم آہنگ ہے۔ کشتی سے مراد ہماری دُنیا ہے اور دریا سے مراد دریائے وحدت ہے جو تزکیہ، فلاح اور باہمی ہم آہنگی کو نجات بخشتا ہے لیکن گھمنڈ، تصنع اور پیچیدگیوں کے حاملین کو ڈبو دیتا ہے۔

## 5.3۔ مسجد ضرار اور نفسِ انسان

### 5.3.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**در بیان آنکہ در ہر نفسے فتنۂ مسجدِ ضرار ست**

اس بیان میں کہ ہر ایک نفس میں مسجد ضرار کا فتنہ موجود ہے

**چوں پدید آمد کہ آں مسجد نبود** — **خانۂ حیلت بُد و دامِ جہود**

جب ظاہر ہو گیا کہ وہ مسجد نہ تھی — مکاری کا گھر اور یہودیوں کا جال تھا

**پس نبی فرمود کانرا بر کنند** — **مطرحہ خاشاک و خاکستر کنند**

تو نبی ﷺ نے فرمایا اسکو اکھاڑ دیں کوڑے اور مٹی کی کوڑی بنا دیں

**صاحبِ مسجد چو مسجد قلب بُود** — **دانہا بر دام ریزی نیست جُود**

مسجد والا اس مسجد کی طرح اُلٹا تھا — تو جال پر دانہ ڈالے، یہ سخاوت نہیں ہے

**گوشت کاندر شست تو ماہی رباست** — **آنچناں لقمہ نہ بخشش نہ سخاست**

مچھلی پکڑنے والے کانٹے میں گوشت — ایسا لقمہ نہ بخشش ہے نہ سخاوت ہے

**مسجدِ اہلِ قبا کاں بُد جماد** — **آنچہ کفو آں نہ بُد راہش نہ داد**

قبا والوں کی مسجد جو پتھر کی تھی — جو مسجد اُسکے غیر جنس تھی اسے قبول نہ کیا

**در جمادات ایں چنیں حیفے نہ رفت** — **زد دراں ناکفو میر داد نفت**

جمادات میں بھی ایسا ظلم چالو نہ ہوا — اس غیر جنس میں حاکم اعلیٰ نے تیل چھڑکوا دیا

**پس حقائق را کہ اصل اصلہاست** — **داں کہ آنجا فرقہا و فصلہاست**

تو وہ حقائق جو اصلوں کی اصل ہیں — سمجھ لے ان میں بہت سے فرق اور امتیازات ہیں

**نے حیاتش چوں حیات اوبود** — **نے مماتش چوں ممات اوبود**

نہ اس آدمی کی زندگی اس آدمی جیسی ہے — نہ اس کی موت اس کی موت کی طرح ہو گی

**گوراُوہر گز چو گوراُو مداں** — **خود چہ گویم حال فرق آنجہاں**

اس کی قبر کواس کی قبر کی طرح نہ سمجھ — میں عالم آخرت کے فرق کی حالت کیا بتاؤں؟

**بر محک زن کار خودا ے مرد کار** — **تانسازی مسجد اہل ضرار**

اے دوست اپنے عمل کو کسوٹی پر پرکھ — کہیں تواہل ضرار کی مسجد بنالے

**بس براں مسجد کناں تسخر زدی** — **چوں نظر کردی توخودزانسان بدی**

تونے اس مسجد بنانیوالوں کا بہت مذاق اُڑایا — جب تونے غور کیاتوخود بھی ویساتھا

## 5.3.2 شرح حکایت

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ مسجد ضرار حقیقی مسجد نہیں تھی بلکہ کچھ لوگوں کی مکاری تھی اور یہودیوں کی سازش تھی تو پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس مسجد کو اُکھاڑ دیا جائے اور کوڑا اور مٹی بنا دیا جائے۔ اس مسجد کو بنانے والا ابو عامر راہب اس مسجد کی طرح ہی فتنہ باز تھا۔ جال پر دانہ ڈالنے یا مچھلی پکڑنے کے لیے کانٹے پر گوشت لگانے سے آدمی سخی نہیں بن جاتا۔ مسجد ضرار بنانے والے کا مقصد لوگوں کو فتنے پہ اکٹھا کرنا تھا نہ کہ ان کی ہدایت مقصود تھی۔

مسجد قبا جو کہ پتھر سے بنی ہوئی تھی اس نے مسجد ضرار کو جو کہ حقیقت میں اس کی جنس سے نہیں تھی قبول نہ کیا۔ اسی طرح بظاہر ایک جیسی نظر آنے والی چیزوں کے حقائق میں بہت سے فرق اور امتیازات ہیں، نہ تو ایک آدمی کی زندگی دوسرے آدمی کی طرح ہوتی ہے نہ ہی ایک آدمی کا انجام دوسرے آدمی کی طرح ہوتا ہے۔ ایک آدمی کی قبر دوسرے آدمی کی قبر کی طرح نہیں ہوتی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس عالم میں لوگوں کے بظاہر ایک طرح نظر آنے کے باوجود ان کے درجات میں فرق ہے اور میں اس کی تفصیل بتاؤں تو بات لمبی ہو جائے گی۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہر سمجھدار آدمی کو اپنے عمل کو کسوٹی پر پرکھنا چاہیے تاکہ کہیں وہ اپنے لیے مسجد ضرار ہی

نہ بنا رہا ہو۔ فرماتے ہیں کہ تو نے مسجد ضرار بنانے والوں کا خوب تمسخر اُڑایا لیکن جب اپنے آپ پر غور کیا تو تو خود بھی اپنے نفس کی حالت میں ویسا ہی تھا۔

### 5.3.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں مولانا روم نصیحت کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے اعمال، عقائد اور نظریات کو کسی

محکم کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ ورنہ کہیں اپنے تئیں کوئی مسجد ضرار نہ کھڑی کر دیں۔ دیکھنے میں تو مسجدِ قُباء (اسلام کی پہلی مسجد) اور مسجدِ ضرار دونوں پتھر اور گارے سے بنی تھیں لیکن مسجدِ قُباء کو اللہ اور رسولؐ کی سند حاصل تھی۔ جبکہ مسجدِ ضرار ابو عامر راہِب نے محض مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے کے لئے بنائی تھی اور رسول پاک ؐ نے اس کو گرانے کا حکم دیا۔ ایسے ہی ہم نے اپنے نفوس میں جو طرح طرح کی مساجد ضرار بنا رکھی ہے ان کو گرائے بغیر ہمارے نفوس کا تزکیہ ممکن نہیں۔ مسجدِ ضرار کا گرانا یعنی خواہِش اور فتنے کی پیروی کو ترک کرنا اور مسجد ِ قُباء کی چھت تلے آنا یعنی قرآن اور سیرت نبوی کے محکمات اور مسلمات کی پیروی کرنا ہی کامیابی کا رستہ ہے۔

## 5.4۔ناقص عقل

### 5.4.1فارسی متن بمع ترجمہ

بیان آنکہ عقلِ جُزوی تابگور پیش نہ بیند ودَر باقی مُقلدِ انبیاواولیاست

اِس کا بیان کہ ناقص عقل قبر سے آگے نہیں دیکھتی ہے اور باقی معاملات میں انبیاء اور اولیاء کی مقلّد ہے

**پیش بینی ایں خِرد تا گور بوُد**
**واں صاحبدل بنفخِ صُور بوُد**

اِس عقلی کی دور بینی قبر تک ہے
اہل دل کی ملکیت صور پھنو نکنے تک ہے

**ایں خِرد از گور و خاکے نگذرد**
**ویں قدم عَرصہ عجائب نسپرد**

یہ عقل قبر اور مٹی سے آگے نہیں جاتی ہے
یہ عجائب کے میدان کو طے نہیں کرتی ہے

**زیں قدم زین عقل رَو بیزار شو**
**چشمِ غیبی جُوی و بر خوردار شو**

اس قدم اور اس عقل سے بیزار ہو جا
غیبی آنکھ تلاش کر اور استفادہ کر

**ہمچو موسیٰؑ نور کے یابد زجیب**
**سُخرہ استاد و شاگردِ کتیب**

موسیٰؑ کی طرح ید بیضا کب حاصل کرتا ہے؟
کسی اُستاد کا چیلا اور محض کتاب کا شاگرد

**زِیں نَظر ویں عقل ناید جُز دوار**
**پس نَظر بگذار و بگذیں اِنتظار**

یہ فکر و عقل درد سر ہے
تو غور و فکر چھوڑ اور انتظار اختیار کر

**از سخن گوئی مجوئید ارتفاع**
**مُنتظِر را بہ ز گفتن اِستماع**

تقریریں کرنے سے بلندی نہ چاہو
منتظر کے لئے بولنے سے سُننا بہتر ہے

**مَنصب تعلیم نوعے شہوتست**
**ہر خیالے شہوتی دَر رہ بُت است**

تعلیمی منصب ایک قِسم کی خواہش نفسانی ہے
ہر نفسانی خیال راستے کا بُت ہے

**گر بفضلش پے ببردے ہر فضول** — **کے فرستادے خدا چندیں رَسول**

اگر ہر کوئی اپنے علم کی وجہ سے پتہ پالیتا — تو خدا اتنے رسول کیوں بھیجتا

**عقلِ جُزوی ہمچو برق ست و درخش** — **در درخشی کے تواں شُد سُوئِ وخش**

ناقص عقل بجلی اور چمک کی طرح ہے — چمک کے دورانیہ میں معاملہ کب سر ہوتا ہے

**نیست نُورِ برق بہرِ رہبَری** — **بلکہ اَمر ست اَبر را کہ می گری**

بجلی کی چمک راستہ طے کرنے کیلئے نہیں ہے — بلکہ وہ بادل کو حکم ہے کہ تو رو

**بَرقِ عقلِ ما برائِ گریہ است** — **تا بگرید نیستی در شوق ہست**

ہماری عقل کی چمک رونے کیلئے ہے — تاکہ نیستی روئے، ہستی کے عشق میں

**عقلِ کودک گفت بر کتّاب تَن** — **لیک نتواند بخود آموختَن**

بچے کو عقل سکول تک لے جاتی ہے — لیکن اس کو وہ خود سکھا نہیں سکتی

**عقل رنجو آردش سُوئِ طبیب** — **لیک نبُود دَر دوا عقلش مُصیب**

بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس لاتی ہے — لیکن یہ عقل دوا نہیں تجویز کر سکتی

**نک شیاطیں سُوئِ گردوں می شُدند** — **گوش بر اَسرارِ بالا می زَدند**

یہ شیطان آسمان کی جانب گئے — عالم بالا کے رازوں پر کان لگایا

**می رَبودند اَندکے زاں رازہا** — **تا شُہب می راند شاں زود از سَما**

اُن رازوں میں سے کچھ اُچک لے گئے — تو شہابوں نے فوراً اُنہیں آسمان سے بھگا دیا

**کہ رَوید آنجا رَسولے آمدہ اَست** — **ہر چہ می خواہید از و آید بدست**

کہ جاؤ وہاں ایک رسول آگیا ہے — تم جو چاہتے ہو اس سے ہاتھ آئے گا

**گر ہمی جوئید دُرِّ بے بَہا** — **اُدْخُلوا الْاَبْیَاتَ مِن اَبْوَابِہَا**

اگر تم گراں قدر موتی تلاش کرنا چاہتے ہو — تو گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو

| | |
|---|---|
| **می زن آحلقه دَرِ و بَر بابِ ایست** | **کز سُوئِ بامِ فلک تاں راہ نیست** |
| دروازے کی کنڈی کھڑ کااور دروازے پر ٹھہر | آسمان کے بالاخانہ کی جانب یہیں سے رستہ ہے |
| **نیست حاجت تابدیں راہِ دَراز** | **خاکئیے را دادہ ایم اَسرارِ راز** |
| اس دراز راستہ کی ضرورت نہیں ہے | ہم نے ایک خاکی کو راز دے دیے ہیں |
| **پیش اُو آیئد اگر خائِن نہ آید** | **نیشکر گردید ازو گرچہ نے آید** |
| اگر تم خائن نہیں ہو تو اُس کے سامنے آؤ | اُس سے گنّا بن جاؤ گے اگرچہ تم سرکنڈا ہو |
| **سَبزہ رویاند زخاکت آں دلیل** | **نیست کم از سُمّ اسپِ جبرئیلؑ** |
| وہ رہنما تیری خاک سے سبزہ اگا دے گا | وہ جبرئیل کے گھوڑے کے سُم سے کم نہیں ہے |
| **سَبزہ گردی تازہ گردی از نَوی** | **گر تو خاکِ اَسپِ جبرئیلؑ شوی** |
| تو از سَرِ نو سبزہ بن جائے گا تازہ بن جائیگا | اگر تو کسی جبرئیل کے گھوڑے کی خاک بن جائے گا |
| **سَبزہ جاں بخش کاں راسَامری** | **کرد در گوسالہ تا شُد گوہری** |
| جان عطا کرنے والا سبزہ، جس کو سامی نے | بچھڑے میں رکھا تو وہ صلاحیت والا ہو گیا |
| **گر امیں آئید سُوئِ اہلِ راز** | **وارہید از سَر کُلہ مانندِ باز** |
| اگر تم رازدار کی جانب امانتدار بن کر آؤ گے | تو باز کی طرح سَر کی ٹوپی سے نجات پا جاؤ گے |
| **سَر کلاہِ چشم بَند و گوش بَند** | **کہ اُزو باز سَت مسکین و نَژند** |
| وہ سَر کی ٹوپی جو آنکھ اور کان کی بندش ہے | جس کی وجہ سے باز مصیبت میں ہے |
| **زاں کُلہ بر چشمِ باز اوّل شُدست** | **کہ ہمہ مَیلش سُوئِ جنس خُود ست** |
| وہ ٹوپی باز کی آنکھوں پر ابتداء اسلیے آئی ہے | کہ اُس کا تمام میلان اپنی جِنس کی طرف ہے |
| **چوں بُرید از جنس باشَہ گشت یار** | **بر کشاید چشمِ اُورا بازوار** |
| جب ہم جنس سے کٹ کر شاہ کا دوست ہو گا | تو پھر وہ اُس کی آنکھیں کھول دے گا۔ |
| **راندہِ دِیواں راحق از مرصادِ خویش** | **عقل جُزوی راز استبدادِ خویش** |
| اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو آسمان سے بھگا دیا | ناقص عقل کو مستقل ہونے سے بھگا دیا |

| | |
|---|---|
| **کہ سری کم کن نہ تو مُستبِد** | **بلکہ شاگردِ ولّی و مُستعِد** |
| کہ خود سری نہ کر، تو مستقل نہیں ہے | بلکہ تو ولی کا شاگرد اور سالک ہے |
| **زُو بَرِ دل رَو کہ تو جُزوِ ولی** | **ہیں کہ بِندہ بادشاہِ عادلی** |
| جلد دلبر کے کے پاس جا کیونکہ تو ولی کا جُز ہے | تو مُنصف بادشاہ کا بندہ ہے |
| **بَندگیِ اُو بہ از سُلطانی است** | **کہ آنا خَیرم رَم شیطانی است** |
| اُس کی غلامی دنیاوی بادشاہت سے بہتر ہے | "میں بہتر ہوں" کا دعویٰ شیطانی ہے |
| **فَرق بین و بر گزیں تو اے خَسِیس** | **بَندگی آدمؑ از کبرِ بلیس** |
| اے کمینے! تو فرق سمجھ لے اور اختیار کر | آدمؑ کی بندگی، شیطان کے تکبّر کے بجائے |
| **گفت آنکہ ہست خورشید رہ اُو** | **حرفِ طُوبیٰ ہر کہ ذَلّت نَفسُہٗ** |
| جو اس راہ کا سورج ہے اُس نے کہا ہے | مبارک کا لفظ اُس کے لئے ہے جس کا نفس ذلیل ہوا |
| **سائیہ طُوبیٰ ببین و خوش بخسپ** | **سَر بنہ در سائیہ سَرکش نخسپ** |
| طوبیٰ کا سایہ دیکھ لے اور آرام سے سو | سَر رکھ دے، سَرکش کے سایہ میں نہ سو |
| **ظِلّ ذلّتْ نَفسُہ خوش مَضجعے ست** | **مُستعِدّانِ صَفا را مَہجعے ست** |
| "ذَلّتْ نَفسُہ" کا سایہ بہترین خواب گاہ ہے | صفائی کی استعداد رکھنے والوں کیلئے خواب گاہ |
| **گر ازیں سَایہ رَوی سُوی مَنی** | **زود طاغی گردی و رہ گم کنی** |
| اگر تو اس سایہ سے انا کی طرف جائے گا | فوراً سرکش بن جائیگا اور راستہ گم کردے گا |

### 5.4.2 شرح حکایت

حضرات مولانا فرماتے ہیں یہ جزوی عقل جو جسمانی حواس کے ڈیٹا سے حاصل ہونے والے مواد سے نتائج اخذ کرتی ہے زیادہ سے زیادہ قبر تک دیکھ سکتی ہے۔ جب کہ صاحبِ دل لوگوں کی نظر صور پھونکنے تک یعنی قیامت تک کے احوال کو دیکھتی ہے۔ یہ جزوی عقل قبر اور مٹی سے آگے نہیں جاتی اس لیے صرف اس جزوی عقل کے بل بوتے پر عجائب کے میدان کو طے

نہیں کیا جا سکتا۔ اس عقل کو چھوڑ اور اس سے بیزار ہو جا۔ اس جزوی عقل سے آگے گزر کر غیبی آنکھ تلاش کرنی چاہیے۔ تاکہ روحانی حقائق سے پوری طرح آگاہ ہوا جائے اور فائدہ اٹھایا جا سکے۔

ایک روائتی استاد کا تابع اور رٹے رٹائے طریقوں سے کتابیں پڑھنے والا کب موسیٰ کی طرح گریبان سے نور حاصل کرتا ہے- موسیٰ ؑ جب اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالتے تو وہ چمکتا ہوا ہاتھ (ید بیضاء) باہر آجاتا- یہ آپ علیہ السلام کا معجزہ تھا جو کہ اکتسابی نہیں تھا بلکہ اللہ تعالی کی خاص عطا تھی- اے انسان اس محدود عقل اور صرف دماغی غور و فکر سے آگے بڑھ کہ جزوی عقل پر

مستقل انحصار نِرا دردِ سر ہے- تو اس غور و فکر کو چھوڑ اور اپنی قلبی فتوحات کا انتظار کر۔ محض سخن گوئی سے دوسروں پر برتری حاصل کرنے اور بلند ہونے کی خواہش نہ کرو۔ تم غیبی آنکھ کے کھلنے کا انتظار کرو اور انتظار کرنے والے کے لئے بولنے سے سُننا زیادہ بہتر ہے۔ جو منصب تعلیم سے حاصل ہوتا ہے وہ ایک قسم کی نفسانی خواہش ہے۔ ہر نفسانی خواہش حقیقت کی طرف جانے والے راستے کا بت ہے۔ اگر ہر کوئی آدمی اپنی ہی علمی فضیلت کی بنیاد پر حقیقت تک رسائی حاصل کر لیتا تو خدا اتنے رسول کیوں بھیجتا۔

عقلِ جزوی تو آسمانی بجلی کی طرح ہے جو بہت تھوڑی دیر کے لئے چمکتی ہے اس سے اندھیرے میں رستہ کیسے طے کیا جا سکتا ہے۔ یہ بجلی تو بس بادل کو حکم دیتی ہے کہ برس۔ ایسے جیسے آنکھ کو حکم دیا جائے کہ رو۔ ہماری عقل کی چمک رونے کے لیے ہے تاکہ تو روئے اور عشق میں فنا ہو جائے۔ بچے کو عقل مدرسے تک لے جا سکتی ہے لیکن وہ عقل خود اسے سکھا نہیں سکتی۔ بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس لے جاتی ہے لیکن وہ عقل اس کو دوا تجویز نہیں کر سکتی۔ شیاطین جب آسماں کی طرف گئے اور کچھ راز حاصل کرنا چاہے تو فوراً شہابیوں نے ان کا رستہ روکا اور انہیں آسمان سے بھگا دیا۔ کہ جاؤ رسول خدا کی آمد ہوئی ہے، اب تمہیں جو بھی خبر چاہیے وہیں سے ملے گی۔ جو بھی موتی تلاش کرنے ہیں وہی سے ملیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ دروازے کی کنڈی کھڑکاؤ اور دروازے پر انتظار کرو اس لئے کہ آسمان کے اوپر کی منزلوں کی طرف تمہارے لئے رستہ اس دروازے سے ہو کر جاتا ہے۔ تمہیں آسمانوں کے لمبے رستے طے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جبکہ ہم نے اپنے رسول پاک کو یہ تمام راز دے دیے ہیں۔ اگر تم خالص ہو اور خائن نہیں ہو تو اس رسول پاک کے سامنے آؤ۔ اگر تم سرکنڈا ہو تو میٹھا گنا بن جاؤ گے۔ وہ عظیم رہنما تمہاری خاک سے سبزہ اگا دے گا۔ جب جبرئیل کے گھوڑے کی سم اتنے معجزے پیدا کر سکتی ہے تو وہ تو ایک نبی مرسل ہے اس کے دربار میں حاضری سے تو دوبارہ سے سرسبز اور تازہ ہو جائے گا—

اگر تم رازدار کی جانب امانت دار اور مخلص بن کر آؤ گے تو کسی باز کی طرح سر کی ٹوپی سے نجات پا جاؤ گے۔ باز جب تک مالک سے مانوس نہیں ہوتا اس وقت تک اس کے سر پر ایک ٹوپی اس طرح ڈالی جاتی ہے کہ اس کی آنکھیں اور کان چھپے رہتے ہیں۔ پھر جب اس کے میلان اپنے مالک کی طرف ہو جاتا ہے تو یہ ٹوپی اتار دی جاتی ہے۔ وہ سر کی ٹوپی جو آنکھ اور کان کی بندش ہے اور جس کی وجہ سے باز مسکین اور برے حال میں ہے وہ اس لئے ہے کہ باز کا سارا میلان اپنی جنس کی طرف ہے جب وہ اپنے ہم جنس سے کٹا اور بادشاہ کا دوست ہو گیا تو بادشاہ اس کی ٹوپی کو ہٹا کر اس کی آنکھیں اور کان کھول دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو آسمانوں کی گھات لگانے سے بھگا دیا۔ یہ اس لئے کہ وہ نہیں چاہتا کہ ناقص عقل والے مستقل حیثیت کے مالک بنیں -اے انسان تو خود سری نہ کر تو ابھی کوئی مستقل شخصیت نہیں ہے۔ بلکہ تو کسی اللہ کے ولی کی شاگردی اختیار کر اور اپنی استعداد کو بھرپور طریقے سے کام میں لا تاکہ تیری شخصیت میں استحکام اور استقلال آئے- تو جلدی سے دل کی دنیا کی طرف بڑھ کیونکہ اس دل کی والایت میں تیرا حصہ ہے اور تو عادل بادشاہ کا غلام ہے- اس بادشاہ کی غلامی کئی دنیاوی بادشاہتوں سے بہتر ہے۔ اس بادشاہ کی غلامی میں آئے بغیر اپنے آپ کو بہتر سمجھنے کا دعٰوی ایک شیطانی دعویٰ ہے جو جلد ہی شہابیوں کے حملے کی زد میں آجائے گا ۔شیطان نے اپنے آپ کو آدم سے بہتر سمجھا اور سرکشی اختیار کی۔ شیطان کو تکبر کی بجائے آدم والی بندگی کو اختیار کرنا چاہیے تھا۔

### 5.4.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں حضرت مولانا خبردار کرتے ہیں کہ محض ناقص عقل کے سہارے انسان کا سفر مکمل نہیں ہو سکتا۔ یہ ناقص عقل ظاہری حواس کے ساتھ کام کرتی ہے اور تمہیں تمہاری ذات اور کائنات کے بارے میں صرف ایک محدود زاویے سے معلوماتِ فراہم کرتی ہے۔ فرماتے ہیں اس سے آگے بڑھ کر اپنی غیبی آنکھ کھُلنے کی جُستجو کر،تاکہ تجھے ان حقائق سے آشنائی حاصل ہو جن کا تصور کرنے سے یہ ناقص عقل قاصر ہے- اولیاء کی کرامات اور انبیاء کے معجزات ناقص عقل کی سمجھ میں کب آ سکتے ہیں-ایسے میں ضروری ہے کہ ہم اپنے نفس حیوانی کو زیر کر کے اپنی روحانی استعداد کو بُلند کریں تاکہ ہمیں بارگاہِ الٰہی کا تقرب حاصل ہو- اور پھر ہمیں وہ نظر عطا کی جائے جو اس کائنات کے وسیع تر حقائق کو دیکھنے والی ہو۔

## 6۔کامیاب روحانی شخصیت کیسے بنائی جائے۔

کتاب کے اس حصے میں سات خوبصورت حکایات کی روشنی میں ان رقیق عوامل سے آگہی دی گئی ہے جس پر عمل کر کے ہم اپنے نفس کو سفلی جہت سے اٹھا کر ترقی کی اس راہ پر ڈال سکتے ہیں جو ہمیں کامیاب روحانی شخصیت کا حامل بنا دے۔

# 6.1۔ بادشاہ اور کنیز

## 6.1.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**حکایت عاشق شدنِ بادشاہ بر کنیزک و خریدن اُو آں کنیزک را و بیمار شدن کنیزک و درمان بیماری اُو**

بادشاہ کا کنیز پر عاشق ہونا اور اس کا کنیز کو خریدنا اور کنیز کا بیمار ہونا اور اس کی بیماری کا علاج۔

| | |
|---|---|
| **بشنوید اے دوستاں ایں داستاں** | **خود حقیقت نقد حال ماست آں** |
| اے دوستو یہ قصہ سنو! | جو بالکل ہمارے موجودہ حالات کی حقیقت ہے |
| **نقدِ حال خویش را گر پے بریم** | **ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ برخوریم** |
| اگر ہم اپنی موجودہ حالت کو سمجھ جائیں | ہم اس دنیا اور اگلے جہان سے بھی پھل کھائیں |
| **بود شاہے در زمانے پیش ازیں** | **ملک دنیا بودش و ہم ملک دیں** |
| پچھلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا | جس کی حکومت دنیا پر اور دین پر تھی۔ |
| **اتفاقاً شاہ روزے شد سوار** | **باخواصِ خویش از بہر شکار** |
| اتفاق سے ایک دن بادشاہ سوار ہوا | اپنے خواص کے ساتھ شکار کے لیے |
| **بہر صیدے می شد اُو بر کوہ و دشت** | **ناگہاں در دامِ عشق اُو صید گشت** |
| شکار کے لیے وہ پہاڑ اور جنگل میں پھر رہا تھا | اچانک وہ عشق کے جال میں شکار ہو گیا |
| **یک کنیزک دید اُو بر شاہراہ** | **شد غلامِ آن کنیزک جانِ شاہ** |
| اس نے اپنے راستے میں ایک کنیز دیکھی | بادشاہ کی جان اس کنیز کی غلام بن گئی۔ |
| **مرغ جانش در قفس چوں در طپید** | **داد مال و آں کنیزک را خرید** |
| اس کی جان کا پرندہ جب پنجرے میں تڑپا | مال خرچ کر کے اس کنیز کو خرید لیا |

**چوں خرید اُو را او برخوردار شد — آں کنیزک از قضا بیمار شد**

جب اسے خرید لیا اور وہ اس کی ہو گئی۔ — تقدیر کا کرنا ہوا وہ کنیز بیمار ہو گئی

**آں یکے خَر داشت پالانش نہ بود — یافت پالاں گرگ خَر را در ربود**

ایک آدمی کے پاس گدھا تھا، پالان نہیں تھا — اسے پالان مل گیا تو گدھے کو بھیڑیا لے گیا

**کوزہ بودش آب می نامد بدست — آب را چوں یافت خود کوزہ شکست**

اس کے پاس پیالہ تھا پانی نہیں مل رہا تھا — جب پانی ملا تو وہ پیالہ ہی ٹوٹ گیا

**شہ طبیباں جمع کرد از چپ و راست — گفت جانِ ہر دو در دستِ شماست**

بادشاہ نے دائیں بائیں سے طبیب اکٹھے کیے — انہیں کہا کہ دونوں کی جان تمہارے ہاتھ میں ہے

**جانِ من سہل ست و جانِ جانم اوست — درد مند و خستہ ام درمانم اوست**

میری جان معمولی اور وہ میری جان کی جان — میں غمگیں اور زخمی ہوں اور وہ میرا علاج ہے

**ہر کہ درماں کرد مر جانِ مرا — بُرد گنج دُرّ و مرجان مرا**

جس نے میری جان کا علاج کیا — وہ مجھ سے موتی اور مرجان کا خزانہ لے گیا

**جملہ گفتندش کہ جانبازی کنیم — فہم گرد آریم و انبازی کنیم**

سب نے اسے کہا کہ ہم پورا زور لگائیں گے — فہم و تفہیم سے مل کر کام کریں گے

**ہر یکے از ما مسیح عالم ست — ہر الم را در کف ما مرہم ست**

ہم میں سے ہر ایک دنیا کا مسیحا ہے — ہمارے ہاتھ میں ہر درد کا مرہم ہے

**گر خدا خواہد نہ گفتند از بطر — پس خدا بنمود شاں عجز بشر**

اس غرور میں انہوں نے انشااللہ نہ کہا — تو خدا نے انسان کی کمزوری ان پر ظاہر کی

**ترک استثنا مرادم قسوتے ست — نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست**

انشااللہ نہ کہنے سے میری مراد سخت دلی ہے — نہ کہ محض ایک کلمہ ہے

**اے بسا ناوردہ استثنا بگفت — جانِ اُو با جانِ استثناست جُفت**

بہت سوں نے انشااللہ کے بغیر بات کی — پر ان کی روح انشااللہ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے

هر چہ کردند از علاج واز دوا — گشت رنج افزون و حاجت ناروا

جس قدر انہوں نے علاج اور دوا کیا بیماری بڑھی اور مقصد پورا نہ ہوا

آں کنیزک از مرض چوں موئے شد — چشمِ شاہ از اشک چوں جوئے شد

وہ کنیز بیماری سے بال کی طرح باریک ہو گئی — بادشاہ کی آنکھ سے نہر کی طرح آنسو نکلے

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود — آں دوا در نفع خود گمرہ شود

جب موت آتی ہے طبیب بیوقوف ہو جاتا ہے — دوا اپنا نفع پہنچانے میں گمراہ ہو جاتی ہے

از قضا سرکنگبیں صفرا فزود — روغنِ بادام خُشکی مے نمود

تقدیر سے اسکنجبین نے صفرا بڑھایا — روغن بادام نے جسم میں خشکی پیدا کی۔

از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت — آب آتش را مدد شد ہمچو نفت

ہریڑ کھانے سے قبض ہو گیا — پانی تیل کی طرح آگ کا مددگار بن گیا۔

سُستی دِل شد فزون وخواب کم — سوزشِ چشم ودل پُر درد و غم

دل کی سستی بڑھ گئی اور نیند کم ہو گئی — آنکھوں میں سوزش اور دل درد و غم سے بھر گیا۔

شربت وادویہ واسبابِ اُو — از طبیباں بُرد یکسر آبِ رُو

شربت اور دواؤں اور ان کے اثرات نے — طبیبوں سے ان کی تمام عزت چھین لی۔

شہ چوں عجز آں طبیباں رابدید — پابرہنہ جانبِ مسجد دوید

جب بادشاہ نے طبیبوں کی بے بسی دیکھی — تو ننگے پاوں مسجد کی طرف بھاگا

رفت در مسجد سوئے محراب شد — سجدہ گاہ از اشک شاہ پُر آب شد

مسجد کے اند گیا اور محراب کی طرف آیا — بادشاہ کے آنسوؤں سے سجدے کی جگہ تر ہو گئی۔

چوں بخویش آمد ز غرقابِ فنا — خوش زباں بکشاد در مدح وثنا

جب فنا کی گہرائیوں سے واپس ہوش میں آیا — تو خوب حمد وثنا کی

کاے کمینہ بخششت ملک جہاں — من چگویم چوں تو می دانی نہاں

کہ یہ دنیا تیری ایک حقیر سی بخشش ہے — میں کیا کہوں تو سب پوشیدہ بات جانتا ہے

حالِ ما و ایں طبیباں سر بسر | پیشِ لُطفِ عامِ تو باشد ہدر
ہمارا اور ان طبیبوں کا تمام حال | تیری وسعت کرم کے سامنے بے کار ہے۔
اے ہمیشہ حاجتِ ما را پناہ | بارِ دیگر ما غلط کردیم راہ
تو ہماری ضرورتوں کا پورا کرنے والا ہے | ہم ایک دفعہ پھر راہ سے بھٹک گئے ہیں۔
لیک گفتی گرچہ می دانم سِرت | زود ہم پیدا کنش بر ظاہرت
تو نے کہا ہے، اگرچہ میں دل کا بھید جانتا ہوں | پھر بھی اپنی حالت کو ظاہر میں بیان کرو
چوں بر آورد از میانِ جاں خروش | اندر آمد بحرِ بخشایش بجوش
جب اس نے تہہ دل سے دعا کی | اس کی بخشش کا دریا جوش میں آگیا
در میانِ گریہ خوابش در ربود | دید در خواب اُو کہ پیرے رُو نمود
روتے روتے اس کو نیند آگئی | اس نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا
گفت اے شہ مژدہ! حاجاتت رواست | گر غریبے آمدت فردا ز ماست
وہ بولا خوشخبری تمہارا مسئلہ حل ہو گیا | کل جو اجنبی آئے وہ ہماری طرف سے ہو گا
چونکہ آید او حکیمِ حاذق ست | صادقش داں کو امین و صادق ست
جب وہ آئے تو ماہر طبیب ہے | اس کو سچا جان وہ صادق اور امین ہے
در علاجش سحرِ مطلق را ببیں | در مزاجش قدرتِ حق را ببیں
اس کے علاج کا جادو دیکھ | اس کے مزاج میں خدا کی قدرت دیکھ
خُفتہ بود ایں خواب دید آگاہ شد | گشتہ مملوکِ کنیزک شاہ شد
وہ سویا ہوا تھا یہ خواب دیکھ کر جاگ گیا | کنیز کا غلام پھر سے بادشاہ بن گیا
چوں رسید آں وعدہ گاہ و روز شد | آفتاب از شرق اختر سوز شد
جب وہ وعدے کا وقت آیا صبح ہوئی سورج مشرق سے ستاروں کو ختم کرنے والا ہو گیا
بود اندر منظرہ شہ منتظِر | تا بہ بیند آنچہ بنمودند سر
بادشاہ کھڑکی سے دیکھ رہا تھا، منتظر تھا | تا کہ اس بھید کو دیکھے جو ظاہر کیا گیا ہے۔

دید شخصے کاملے پُرمایہ
آفتابے درمیان سایہ

اس نے ایک کامل شخص کو دیکھا
جو اندھیرے میں سورج کی طرح تھا۔

می رسید از دور مانند ہلال
نیست بود و ہست بر شکلِ خیال

دور سے چاند کی طرح آرہا تھا
خیال کی طرح معدوم اور موجود تھا

آں ولّی حق چو پیدا شد ز دور
از سراپایش ہمی می ریخت نور

وہ اللہ کا ولی جب دور سے نظر آیا
اس کے تن بدن سے نور برس رہا تھا

شہ بجائے حاجباں در پیش رفت
پیشِ آں مہمانِ غیب خویش رفت

بادشاہ دربانوں کو چھوڑ کر آگے بڑھا
اپنے اس غیبی مہمان کے سامنے آیا

ضیفِ غیبی را چو استقبال کرد
چوں شکر گوئی کہ پیوست اُو بَورد

جب وہ غیبی مہمان سے ملا
تو جیسے شکر گلاب کی پتی کے ساتھ مل گئی

ہر دو بحری آشنا آموختہ
ہر دو جاں بید و ختن بر دوختہ

وہ دونوں سمندر میں تیرنا سیکھے ہوئے تھے
بغیر سلے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے

آں یکے لب تشنہ واں دیگر چو آب
آں یکے مخمور واں دیگر شراب

ایک شدید پیاسا اور دوسرا پانی جیسا
ایک نشے میں اور دوسرا شراب

گفت معشوقم تو بُودستی نہ آں
لیک کار از کار خیزد در جہاں

اس نے کہا میرا معشوق تو تھا نہ کہ وہ کنیز
لیکن اس دنیا میں کام سے کام نکلتا ہے

اے مرا تو مُصطفیٰ من چوں عمر
از برائے خدمتت بندم کمر

تو میرا مصطفیٰ ہے میں عمر کی طرح ہوں
تیری خدمت کرنے کے لیے میں تیار ہوں

شہ چو پیشِ میہمانِ خویش رفت
شاہ بُود و لیک بس درویش رفت

بادشاہ جب اپنے مہمان کے سامنے گیا
بادشاہ تھا لیکن بالکل فقیر بن گیا

دست بکشاد و کنارانش گرفت
ہمچو عشق اندر دل و جانش گرفت

بازو پھیلائے اور گلے سے لگالیا
عشق کی طرح اسے دل و جان میں سمولیا

**دست و پیشانیش بوسیدن گرفت** | **وز مقام و راہ پُرسیدن گرفت**

اس کے ہاتھ اور ماتھا چومنا شروع کیا | گھر اور راستہ کا حال پوچھنا شروع کیا

**پُرس پُرساں میکشیدش تا بہ صدر** | **گفت گنجے یافتم آنا بہ صبر**

پوچھتے پوچھتے اسے دروازے تک لا رہا تھا | اس نے کہا مجھے خزانہ مل گیا صبر کی وجہ سے

**چوں گذشت آں مجلس و خوانِ کرم** | **دست اُو بگرفت و بُرد اندر حرم**

جب کھانا اور مجلس ختم ہوئی | اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور حرم میں لے گیا

**قصّہ رنجور و رنجوری بخواند** | **بعد ازاں در پیش رنجورش نشاند**

مریض اور بیماری کی تفصیل بتائی | اس کے بعد اس کو مریض کے سامنے بٹھایا

**رنگ رُو و نبض و قارورہ بدید** | **ہم علاماتش ہم اسبابش شنید**

چہرے کا رنگ، نبض اور پیشاب کا نمونہ دیکھا | اس کی علامتیں اور اسباب سنے

**گفت ہر دارُو کہ ایشاں کردہ اند** | **آں عمارت نیست ویراں کردہ اند**

اس نے کہا انہوں نے جو دوائی دی ہے | اس نے تعمیر نہیں بلکہ ویرانی کی ہے

**بے خبر بودند از حالِ درون** | **اَستَعِیذُ اللّٰہَ مِمَّا یَفْتَرُون**

وہ اندرونی حالات سے بے خبر تھے | ان کی افترا سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

**دید رنج و کشف شد بروے نہفت** | **لیک پنہاں کرد و باسلطاں نگفت**

اس نے بیمار کا معائنہ کیا تو اس پر راز کھل گیا | لیکن اس نے چھپایا اور بادشاہ سے نہ کہا

**رنجش از صفرا و اَز سودا نہ بود** | **بوئے ہر ہیزم پدید آید زدُود**

اس کا مرض صفرا اور سودا سے نہ تھا ہر لکڑی کی بو اس کے دھویں سے ظاہر ہوتی ہے

**دید از زاریش کُو زارِ دل ست** | **تن خوش ست و او گرفتارِ دل ست**

وہ سمجھ گیا کہ یہ دل کی بیمار ہے | اس کا جسم ٹھیک ہے لیکن دل گرفتار ہے

**عاشقی پیداست از زاریِ دل** | **نیست بیماری چو بیماریِ دل**

دل کے بیماری سے عاشقی ظاہر ہوتی ہے | دل کی بیماری جیسی کوئی بیماری نہیں

**عِلّتِ عاشق زعِلّتہا جداست** — **عشق اُصطرلاَبِ اَسرارِ خداست**

عاشق کی بیماری دوسری بیماریوں سے جدا ہے — عشق خدا کے رازوں کا اصطرلاب ہے

**عاشقی گرزیں سَرو گرزاں سَرت** — **عاقبت مارا بداں شہ رہبر ست**

عاشقی اس طرف کی یا اُس طرف کی ہو — آخر کار اس شاہ تک ہماری رہنما ہے

## خلوت طلبیدنِ طبیب از بادشاہ باآں کنیزک جہت دریافت مرض کنیزک

طبیب کا بادشاہ سے کنیز کے ساتھ تنہائی طلب کرنا تا کہ اس کا مرض معلوم کر سکے

**چوں حکیم ازایں سخن آگاہ شد** — **وزدروں ہمداستانِ شاہ شد**

جب طبیب اس بات سے آگاہ ہو گیا — اور اندر سے بادشاہ کا رازدار ہو گیا

**گفت اے شہ خلوتی کن خانہ را** — **دُور کن ہم خویش وہم بیگانہ را**

اس نے کہا اے بادشاہ گھر کو خالی کر دے — اپنے کو اور غیر کو دور کر دے

**کس ندارد گوش در دہلیزہا** — **تا بپرسم از کنیزک چیزہا**

کوئی دروازوں پر کان نہ لگائے — تا کہ میں کنیز سے کچھ باتیں پوچھوں

**خانہ خالی کردہ شاہ وشد بروں** — **تا بخواند بر کنیزک اُوفسوں**

بادشاہ نے گھر خالی کر دیا اور باہر چلا گیا — تا کہ وہ کنیز پر دم کرے۔

**خانہ خالی کرد ویک دیار نے** — **جُز طبیب وجُز ہماں بیمار نے**

گھر خالی کر دیا اور کوئی گھر والا نہ رہا — طبیب اور اس بیمار کے سوا کوئی نہ رہا

**نرم نرمک گفت شہر تو کجاست** — **کہ علاج اہل ہر شہرے جداست**

اس نے نرمی سے کنیز سے شہر پوچھا ہر شہر کے رہنے والے کا علاج الگ سے ہے

**وندراں شہر از قرابت کیستت** — **خوشی وپیوستگی باچیستت**

اور اُس شہر میں تیرا رشتہ دار کون ہے — تیرا انس اور تعلق کس سے ہے

دست بر نبضش نہاد و یک بیک
بازمی پُرسید از جورِ فلک

اس کی نبض پر ہاتھ رکھا اور ایک ایک کر کے
آسمان کے ظلم کا حال پوچھا

چوں کسے را خار در پائیش خلد
پائے خود را بر سرِ زانو نہد

جب کسی کے پیر میں کانٹا چبھتا ہے
اپنا پیر ران پر رکھ لیتا ہے

از سرِ سوزن ہمی جوید سرش
ور نیابد می کند با لب ترَشِ

اس کا سرا سوئی کی نوک سے تلاش کرتا ہے
اگر نہیں ملتا تو اسے لعاب دہن سے تر کرتا ہے

خار در پا شد چنیں دشوار یاب
خار در دل چوں بود گوئی جواب

پیر کا کانٹا نکالنا جب اس قدر مشکل ہے
دل کا کانٹا نکالنا کتنا مشکل ہے۔ جواب دے

خارِ دل را گر بدیدے ہر خَسے
کے غماں را دست بودے بر کسے

دل کا کانٹا اگر ہر کس و ناکس دیکھ لیتا تو پریشانیاں ہر کسی کو کیسے قابو کرتیں

کس بزیرِ دم خر خارے نہد
خر نداند دفع آں بر می جہد

گدھے کی دم کے نیچے کانٹا رکھا جائے تو
گدھا اس کو نکالنا نہیں جانتا، کودتا ہے

خر ز بہرِ دفع خار از سوز و درد
جُفتہ می انداخت صد جا زخم کرد

گدھے نے درد سے کانٹا نکالنے کے لیے
دولتیاں ماریں اور سو جگہ زخم کر لیے

آں لگد کے دفع خارِ اُو کند
حاذقے باید کہ بر مرکز فتد

یہ دولتیاں اس کا کانٹا کیسے نکال سکتی ہیں
کوئی ماہر چاہیے جو اس مسئلہ کو سمجھے

بر جہد واں خار محکم تر کند
عاقلے باید کہ خارے بر کند

وہ گدھا کودا اور اس کانٹے کو اور مظبوط کر لیا
کوئی عقلمند چاہیے جو کانٹے کو نکالے

آں حکیمِ خار چیں اُستاد بود
دست میزد جا بجا می آزمود

وہ کانٹا نکالنے والا طبیب ماہر تھا
جگہ جگہ ہاتھ مار کر دیکھتا تھا

زاں کنیزک بر طریق راستاں
بازمی پُرسید حالِ پاستاں

اُس کنیز سے اچھے طریقے سے
گزرے ہوئے حالات کے بارے میں پوچھتا تھا

**با حکیم اُو رازہا می گفت فاش — از مقام و خواجگان و شہر تاش**

طبیب سے وہ راز کی باتیں کھل کر کہتی تھی — اپنے پچھلے مقام، مالک اور شہر والوں کی

**سوئے قصّہ گفتنش میداد گوش — سوئے نبض و جنبشش می داشت ہوش**

وہ اس کے قصہ پر کان لگائے ہوئے تھا — اور نبض اور اس کی حرکت پر پوری طرح متوجہ تھا

**تا کہ نبض از نام کہ گردد جہاں — اُو بُود مقصود جانش در جہاں**

کہ پتہ چلے کس نام پر اس کی نبض پھڑکتی ہے — وہی دنیا میں اس کا اصلی محبوب ہو گا

**دوستانِ شہر خود را بر شمرُد — بعد ازاں شہرِ دگر را نام بُرد**

پہلے اس نے اپنے شہر کے دوستوں کو گنا — اس کے بعد دوسرے شہر کا نام لیا

**گفت چوں بیروں شدی از شہر خویش — در کدامیں شہر بودستی تو بیش**

طبیب نے کہا جب تو اپنے شہر سے نکلی — تو کون سے شہر میں زیادہ رہی

**نامِ شہرے گفت وزاں ہم در گذشت — رنگ رُو و نبضِ اُو دیگر نہ گشت**

اس نے ایک شہر کا نام لیا اور آگے بڑھ گئی — اس کے چہرے کا رنگ اور نبض نہ بدلی

**خواجگان و شہرہا را یک بیک — باز گفت از جای و از نان و نمک**

مالکوں اور شہروں کا ایک ایک کر کے نام لیا — اور گھروں اور کھانے پینے کا ذکر کیا

**شہر شہر و خانہ خانہ قصّہ کرد — نے رگش جنبید و نے رُخ گشت زرد**

ایک ایک شہر اور ایک ایک گھر کا ذکر کیا — نہ اس کی نبض پھڑکی اور نہ اس کا چہرہ زرد ہوا

**نبضِ اُو بر حالِ خود بد بے گزند — تا بپرسید از سمرقندِ چو قند**

اس کی نبض بدستور اپنی حالت پر تھی — یہاں تک کہ طبیب نے شکر جیسے ثمرقند کا پوچھا

**آہِ سردے بر کشید اُو ماہ رُو — آب از چشمش رواں شد ہمچو جُو**

اس چاند سے مکھڑے والی نے سرد آہ بھری — اس کی آنکھوں سے نہر کی طرح آنسو بہہ نکلے

**گف بازر گانم آنجا آورید — خواجہ زر گردراں شہرم خرید**

اس نے کہا مجھے ایک تاجر وہاں لایا — اس شہر میں ایک سنیارے نے مجھے خرید لیا

در برِ خود داشت ششماہ و فروخت
اس نے چھ مہینے پاس رکھا اور آگے بیچ دیا

چوں بگفت ایں زآتشِ غم بر فروخت
جب اس نے یہ کہا تو غم کی آگ سے جل اٹھی

نبض جست وروئے سُرخش زرد شد
اس کی نبض پھڑکی اور سرخ چہرہ پیلا پڑ گیا

کز سمر قندیؔ زر گر فرد شد
اس لیے کہ وہ ثمر قند کے سُنار سے جدا ہو گئی

چوں زِر نجور آں حکیم ایں راز یافت
اس طبیب نے جب بیمار سے یہ راز جان لیا

اصلِ آں درد و بلا را باز یافت
اس درد اور مصیبت کی جڑ معلوم کر لی

گفت کوئے اُو کدام است وگذر
اس نے پوچھا اس سنار کا پتہ کیا ہے

اُو سرِ پل گفت و کوئے غاتفر
اس نے کہا سرپل غاتفر گلی میں

گفتِ آنگہ آں حکیمِ باصواب
اسی وقت اس سچے طبیب نے

آں کنیزک را کہ رَستی از عذاب
اس کنیز سے کہا تو عذاب سے نجات پا گئی

چونکہ دانستم کہ رنجت چیست زود
چونکہ میں سمجھ گیا ہوں کہ تیرا مرض کیا

در علاجت سحر ہا خواہم نمود
جلد تیرے علاج میں جادو دکھاؤں گا

شاد باش وایمن وفارغ کہ من
خوش اور پُر سکون رہ کہ میں تیرے ساتھ

آں کنم باتو کہ باراں باچمن
وہ کروں گا جو بارش باغ کے ساتھ کرتی ہے

من غمِ تو میخورم تو غم مخور
میں تیرا ہمدرد ہوں تو غم نہ کر

بر تو من مُشفق ترم از صد پدر
میں سو باپوں سے بڑھ کر تجھ پر مہربان ہوں

ہاں وہاں ایں راز را باکس مگوی
خبردار خبردار یہ راز کسی سے نہ کہنا

گرچہ شاہ از تو کند بس جستجوی
اگر کوئی حاکم بھی یہ راز ٹٹولنے کی کوشش کرے

تاتوانی پیشِ کس نکشائے راز
جہاں تک ممکن ہو کسی پر راز مت کھول

بر کسے ایں دَر مکن زنہار باز
ہر گز کسی پر یہ دروازہ نہ کھول

چونکہ اَسرارت نہاں در دل شود
جب تیرا راز دل میں چھپا ہو گا

آں مرادت زود تر حاصل شود
تیری وہ مراد بہت جلد تجھ کو حاصل ہو جائیگی

گفت پیغمبر ہر آں کو سرِ نہفت | زود گردد با مرادِ خویش جُفت
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے راز چھپایا | بہت جلد اپنی مراد کو پہنچا
دانہ چوں اندر زمیں پنہاں شود | بعد ازاں سر سبزی بُستان شود
دانہ جب زمین میں چھپتا ہے | اس کے بعد باغ کی سر سبزی بنتا ہے
زرّ و نقرہ گر نہ بودندے نہاں | پرورش کے یافتندے زیرِ کاں
سونا اور چاندی اگر چھپے ہوئے نہ ہوتے | تو کان کے اندر کیسے پرورش پاتے
وعدہا و لُطفہائے آں حکیم | کرد آں رنجور را ایمن ز بیم
اس طبیب کے وعدوں اور مہربانیوں نے | اس بیمار کو خوف سے مطمئن کر دیا

## دریافتنِ آں طبیبِ الٰہی رنجِ کنیزک را و بہ شاہ وانمودن

اُس طبیب الٰہی کا لونڈی کے مرض کو معلوم کر لینا اور بادشاہ پر ظاہر کرنا

آں حکیمِ مہرباں چوں راز یافت | صورتِ رنجِ کنیزک باز یافت
اس مہربان طبیب نے جب راز معلوم کر لیا | اور لونڈی کے مرض کی صورت کو جان گیا
بعد ازاں برخاست عزمِ شاہ کرد | شاہ را زاں شمّہ آگاہ کرد
اُس کے بعد وہ اٹھا اور بادشاہ کا قصد کیا | بادشاہ کو اُس سے تھوڑا سا آگاہ کر دیا
شاہ گفت اکنوں بگو تدبیر چیست | در چنیں غم موجبِ تاخیر چیست
بادشاہ نے کہا بتا اب کیا تدبیر ہے؟ | اس طرح کے غم میں تاخیر کا کیا سبب ہے
گفت تدبیر آں بود کاں مرد را | حاضر آریم از پئے ایں درد را
اُس طبیب نے کہا تدبیر یہ ہے کہ اس مرد کو | اس درد کے علاج کے لیے ہم بلائیں
قاصدے بفرست کا خبارش کند | طالب ایں فضل و ایثارش کند
ایک قاصد بھیج جو اُس کو بتائے | اور اس کو اِس انعام اور بخشش کا طلبگار بنائے

مردِ زر گر را بخواں زاں شہرِ دُور | باز رو خلعت بِدِہ او را غرور
سنار کو اس دور شہر سے بلا لے | نقد اور خلعت سے اُس کو لالچ دے

تا شود محبوب تو خوشدل بدو | گردد آساں این ہمہ مشکل بدو
تا کہ تیری محبوبہ اسکی بدولت خوش ہو جائے | اور اسکے ذریعہ یہ سب مشکل آسان ہو جائے

چوں بہ بنید سیم و زر آں بے نوا | بہرِ زر گردد ز خان و ماں جُدا
جب وہ تنگدست چاندی اور سونا دیکھے گا | تو سونے کی خاطر گھر بار سے جدا ہو جائے گا

زر خرد را والہ و شیدا کند | خاصہ مُفلس را کہ خوش رسوا کند
سونا عقل کو دیوانہ بنا دیتا ہے | خصوصاً مفلس کو خوب ذلیل کرتا ہے

زرا گرچہ عقل می آرد و لیک | مردِ عاقل باید اُو را نیک نیک
سونا اگرچہ عقل پیدا کرتا ہے لیکن | اُس کے لیے عقلمند اور بہت نیک آدمی درکار ہے

## فرستادن بادشاہ رسولاں بسمرقند در طلب آں زر گر

بادشاہ کا قاصدوں کو زرگر کو بلانے کے لیے ثمر قند بھیجنا

گفت فرمانِ ترا فرماں کنم | ہر چہ گوئی آنچناں کن آں کنم
جب بادشاہ نے طبیب سے وہ بات سنی | دل و جان سے اسکی نصیحت کو قبول کیا

پس فرستاد آں طرف یکدو رسول | حاذقان و کافیان و بس عدول
پھر ایک دو قاصد اس طرف روانہ کیے | جو ماہر کار گزار اور بہت نیک تھے

تا سمرقند آمدند آں دو امیر | پیشِ آں زر گرز شاہنشاہ بشیر
وہ دونوں سردار سمرقند میں آئے | سنار کے پاس خوشخبری لے کر

کاے لطیف استاد کامل معرفت | فاش اندر شہر ہا از تو صفت
کہ اے نازک کام کرنے والے ماہر استاد | شہروں میں تیری خوبی پھیلی ہوئی ہے

نک فلاں شہ از برائے زرگری
اختیارت کرد زیرا مہتری

اب فلاں بادشاہ نے زیور گھڑنے کے لیے
تجھے چنا ہے کیونکہ تو زرگری میں سردار ہے

اینک ایں خِلعت بگیر و زر و سیم
چوں بیائی خاص باشی و ندیم

اب یہ جوڑا اور سونا، چاندی لے
اور جب تو آئیگا خاص اور ہم نشیں ہو گا

مرد مال و خلعت بسیار دید
غرّہ شد از شہر و فرزنداں بُرید

مرد نے جب بہت سامان اور جوڑا خلعت دیکھا
تو فریفتہ ہو گیا اور شہر اور اولاد سے جدا ہو گیا

اندر آمد شادماں در راہ مرد
بیخبر کاں شاہ قصد جانش کرد

مرد خوشی خوشی راستے پر پڑ گیا
بے خبر کہ بادشاہ نے اسکی جان کا ارادہ کیا ہے

اسپ تازی بر نشست و شاد تاخت
خونبہائے خویش را خلعت شناخت

عربی گھوڑے پر بیٹھا اور خوشی خوشی دوڑا
اپنے خون کے عوض کو شاہی جوڑا سمجھا

اے شدہ اندر سفر با صد رضا
خود بپائے خویش تا سُوء القضا

افسوس کہ ہنسی خوشی سفر کرنے والا
اپنے پانوں سے بُری موت کی طرف روانہ ہوا

در خیالش ملک و عز و سروری
گفت عزرائیل رَو، آرے بَرِی

اسکے خیال میں حکومت عزت سرداری تھی
ملک الموت نے کہا آ جا یہ سب تجھے ملے گا

چوں رسید از راہ آں مرد غریب
اندر آوردش بہ پیش شہ طبیب

جب وہ مسافر راستہ طے کر کے آ پہنچا
تو طبیب اس کو بادشاہ کے سامنے لایا

پیشِ شاہنشاہ بُردش خوش بناز
تا بسوزد بر سرِ شمع طراز

بادشاہ کے سامنے بڑے ناز کے ساتھ لے گیا
تاکہ اسکو طراز کی شمع کے سر پر جلا دے

شاہ دید اُو را و بس تعظیم کرد
مخزنِ زر را بدو تسلیم کرد

بادشاہ نے اس کو دیکھا اور بہت تعظیم کی
اور سونے کا خزانہ اس کے سپرد کر دیا

پس بفرمودش کہ بر ساز د ز زر
از سِوار و طوق و خلخال و کمر

پھر اس کو حکم دیا کہ سونے سے بنائے
کنگن اور طوق اور پازیب اور پٹکا

ہم زانواعِ اَوانی بے عدد کانچناں در بزمِ شاہنشہ سزد

نیز برتنوں کی قسمیں ان گنت جو بادشاہ کی مجلس کے لائق ہوں

زر گرفت آں مرد و شد مشغول کار بے خبر از حالتِ ایں کارِ زار

اس مرد نے سونا لیا اور کام پر لگ گیا وہ اس خطرناک کام سے بے خبر تھا

پس حکیمش گفت کاے سلطانِ مہ آں کنیزک را بایں خواجہ بدہ

پھر طبیب نے اس سے کہا اے بڑے بادشاہ وہ لونڈی اس سُنار کو دے دے

تا کنیزک در وصالش خوش شود آبِ وصلش دفعِ ایں آتش شود

تاکہ لونڈی اس کے وصل سے خوش ہو جائے اور اس کے وصل کا پانی اس آگ کا دافع ہو

شہ بدو بخشید آں مہ روئے را جُفت کرد آں ہر دو صحبت جوئے را

بادشہ نے وہ ماہ رو اسکو بخش دی اُن دونوں وصل چاہنے والوں کو اکٹھا کر دیا

مدّتِ ششماہ میراندند کام تا بصحت آمد آں دختر تمام

چھ ماہ تک وہ اکٹھے رہے یہاں تک کہ اس لڑکی کو پوری صحت ہو گئی

بعد ازاں از بہر اُو شربت بساخت تا بخورد و پیش دختر می گداخت

پھر طبیب نے اسکے لیے زہریلا شربت بنایا جس کو وہ پیتا اور لڑکی کے سامنے دن بدن گھلتا تھا

چوں ز رنجوری جمالِ اُو نماند جانِ دختر در وبالِ اُو نماند

جب مرض سے نڈھال ہو کر اسکا حسن نہ رہا تو لڑکی کی جان اس کے وبال میں نہ رہی

چونکہ زشت و ناخوش و رُخ زرد شد اندک اندک در دلِ اُو سرد شد

جب وہ بد صورت، ناگوار اور پیلا زرد ہو گیا آہستہ آہستہ کنیز کے دل میں عشق ٹھنڈا پڑ گیا

عشقہائے کز پئے رنگے بُود عشق نبوَد عاقبت ننگے بُود

وہ عشق جو رنگ کی خاطر ہوتا ہے عشق نہیں ہوتا، ذلت اور رسوائی ہوتی ہے

کاشکے آں ننگ بودے یکسری تا نرفتے بروے آں بد داوری

کاش اس کا عشق پائیدار ہوتا تاکہ اس پر یہ ظلم نہ ہوتا

خوں دوید از چشم ہچوں جوئے اُو | دشمنِ جانِ وے اآمد روئے اُو
اس کی نہر جیسی آنکھوں سے خون بہنے لگا | اور اس کا چہرہ اس کی جان کا دشمن بنا

دشمنِ طاوس آمد پرّ اُو | اے بساشہ را بکشتہ فرّ اُو
مور کے دشمن اس کے پر ہوئے | اور بہت سے شاہوں کو شان وشوکت نے مارا

چونکہ زر گراز مرض بدحال شد | در گدازش شخصِ اُو چوں نال شد
جب سنار مرض سے بدحال ہو گیا | اس کا جسم پگھل کر قلم کے ریشہ کی طرح ہو گیا

گفت من آں آہوم کز نافِ من | ریخت آں صیّاد خونِ صاف من
اس نے کہا میں وہ ہرن ہوں کہ میری ناف سے اس صیاد نے میرا صاف خون بہادیا ہے

اے من آں روباہِ صحراء کز کمیں | سر بُرید ندم برائے پوستیں
میں جنگل کی وہ لومڑی ہوں کہ | کھال کے لیے انہوں نے میرا سر کاٹ لیا ہے

اے من آں پیلے کہ زخمِ پیل باں | ریخت خونم از برائے استخواں
میں وہ ہاتھی ہوں کہ پیلبان کے زخم نے | ہڈیوں کی خاطر میرا خون بہادیا

ایں بگفت ورفت در دم زیرِ خاک | آں کنیزک شد ز درد و رنج پاک
یہ کہا اور زر گر فوراً زیرِ زمین چلا گیا | اس کے ساتھ ہی کنیز درد و غم سے نجات پاگئی

## 6.1.2 شرح حکایت

مولانا روم ہمیں مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کے میرے دوستو اس کہانی کو سنو اور اس پر غور کرو اس لئے کے یہ کہانی ہم میں سے ہر ایک کی موجودہ حال کی حقیقت ہے۔ اگر ہم لوگ اپنی موجودہ حالت، جس نہج پر ہم زندگی گزار رہے ہیں اس کا ادراک کر کے اس کی اصلاح کر لیں تو ہم نہ صرف اس دنیا میں کامیاب ہو جائیں گے بلکہ آئندہ آنے والی زندگی میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔

پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا-ایک دن وہ بادشاہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ شکار کے لئے جنگل میں گیا-وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں شکار کے لئے پھر رہا تھا کہ اچانک اس کی ملاقات ایک خوبصورت کنیز سے ہوئی۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کنیز پر عاشق ہو گیا۔ بادشاہ کا دل اس خوبصورت کنیز کے عشق میں تڑپ کے رہ گیا—اس نے منہ مانگے پیسے دے کر اس کنیز کو خریدا اور اپنے محل میں لے آیا۔ تاہم خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جب بادشاہ اس کنیز کو خرید کر اپنے محل میں لایا تو وہ کنیز بیمار ہو گئی۔ بادشاہ اس کی بیماری سے بہت پریشان ہوا-یہ ایسا ہی تھا جیسے ایک آدمی

کے پاس سواری کے لیے گدھا تھا لیکن پالان نہ تھا۔ جب اسے پالان حاصل ہو گیا تو اس کے گدھے کو بھیڑیا لے گیا یا جیسے کسی کے پاس پیالہ ہو لیکن پانی نہ ہو۔ جب اسے پانی مل جائے تو وہ پیالہ ہی ٹوٹ جائے۔

بادشاہ نے ملک کے ہر کونے سے طبیبوں کو کنیز کے علاج کے لیے بلایا۔ بادشاہ نے انہیں بتایا کہ ہم دونوں کی جان تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میری جان تو معمولی ہے لیکن یہ کنیز میری جان کی جان ہے۔ میں دکھی اور پریشان ہوں اور یہ کنیز میرے دکھ اور پریشانی کا علاج ہے۔ جو کوئی

اس کنیز کا علاج کرے گا میں اسے ہیروں اور جواہرات سے مالا مال کر دوں گا۔ طبیبوں نے کہا ہم پوری کوشش کریں گے۔ خوب توجہ سے اور مل جل کر کام کریں گے۔ ہم میں سے ہر طبیب اس دنیا کا مسیحا ہے اور ہمارے پاس ہر درد کا مرہم ہے۔ تاہم ان طبیبوں نے اپنے ہنر پر تکبر کی وجہ سے انشاءاللہ نہ کہا۔ ایسے طرز عمل پر وہ خدا کی پکڑ میں آ گئے اور ان کا عجز اور کمزوری ان کے سامنے آ گئے۔ جیسے جیسے وہ حکیم علاج کرتے بیماری مزید بڑھتی جاتی۔ چنانچہ وہ کنیز بیماری کی وجہ سے بال کی طرح پتلی ہو گئی۔ کنیز کو اس حالت میں دیکھ کر بادشاہ کی آنکھوں سے نہر کی طرح آنسو جاری تھے۔

مولانا روم فرماتے ہیں جب موت آتی ہے تو طبیب بے وقوف ہو جاتا ہے۔ دوائی فائدے والا رستہ بھول جاتی ہے۔ ان طبیبوں کے علاج سے اسکنجبین نے صفرا بڑھا دیا۔ روغن بادام نے خشکی پیدا کر دی اور ہریڑ سے قبض ہو گیا۔ گویا پانی مٹی کے تیل کی طرح آگ کا طرفدار بن گیا۔ تقدیر نے ہر دوا کے اوصاف الٹ دیے۔ کنیز کے دل کی سستی بڑھی گئی، نیند اُڑ گئی، آنکھوں میں سوزش ہو گئی اور دل درد و غم سے بھر گیا۔ طرح طرح کے شربتوں اور دواؤں کے اثر نے طبیبوں کی آبرو خاک میں ملا دی۔ یعنی کثیر اسباب پر بھروسہ بغیر حضور قلبی کے اور بغیر خدا تعالیٰ سے تعلق استوار کرنے کے بے آبروئی کا باعث بن گیا۔

بادشاہ نے جب طبیبوں کی اس بے بسی کو دیکھا تو وہ مسجد کی طرف ننگے پاؤں بھاگا۔ وہ مسجد کے محراب میں گر کر سجدہ ریز ہو گیا اور اس سجدے کی حالت میں خوب رویا۔ اس کے سجدے کی جگہ آنسوؤں کے پانی سے تر ہو گئی۔ جب خوب رو لیا تو اس نے خوب مدوح و ثنا کی۔ کہ اے خدا یہ دنیا کی سلطنت تیری معمولی بخشش ہے۔ اس سلطنت کے مقابلے میں میرا مسئلہ تو تیرے لیے بہت ہی چھوٹی چیز ہے۔ میں کیا کہوں تو خود پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ تو میرا مسئلہ بھی جانتا ہے اور ان ناکام طبیبوں کا حال بھی جانتا ہے، یہ تمام مسئلہ تیرے کرم کے سامنے بہت ہی چھوٹا ہے۔ اے اللہ تو ہمیشہ ہماری حاجات اور ضرورتوں کو پورا فرماتا ہے۔ ہم نے ایک دفعہ پھر تیری رحمت اور تیرے کرم کو نظر انداز کر کے ان طبیبوں پر بھروسہ کر لیا

اور اب ان طبیبوں کی ناکامی سے پریشان ہیں۔ اگرچہ تو دلوں کے بھید جانتا ہے لیکن تو چھپی ہوئی پریشانیوں کو ظاہری حالت میں بیان کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔ جب بادشاہ نے دل کی گہرائیوں سے فریاد کی تو دریائے بخشش جوش میں آگیا۔ روتے ہوئے اور دعا کرتے ہوئے بادشاہ کو نیند آگئی۔

بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ظاہر ہوئے ہیں -وہ بزرگ بولے اے بادشاہ خوشخبری ہو تمہاری فریاد سنی گئی۔ اگر کل کوئی اجنبی تمہارے پاس آئے تو وہ ہماری طرف سے ہوگا۔ وہ ایک ماہر طبیب ہے اس کو سچا جاننا کیونکہ وہ صادق اور امین ہے-اس ماہر طبیب کے علاج کی جادوگری دیکھنا اور اس طبیب کے مزاج میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جھلک دیکھنا وہ بادشاہ (حقائق کے علم کے حساب سے) سویا ہوا تھا یہ خواب دیکھ کر جاگ اٹھا۔ وہ جو کنیز کا غلام بنا ہوا تھا پھر سے بادشاہ بن گیا۔ جب وہ وعدہ کا دن آگیا اور سورج نے مشرق سے ستارے ختم کر دیے۔ بادشاہ کھڑکی سے دیکھ رہا تھا وہ منتظر تھا تا کہ وہ اس بھید کو دیکھے جو اس پر خواب میں ظاہر کیا گیا تھا۔ اس نے ایک کامل شخص کو دیکھا جو اندھیرے میں سورج کی مانند روشن تھا۔ وہ دور سے چاند جیسا آرہا تھا۔ اس کا وجود خیال کی طرح تھا جو معدوم بھی ہوتا ہے اور موجود بھی۔ وہ خیال جو بادشاہ نے خواب میں دیکھا وہ اس آنے والے برگزیدہ مہمان کے چہرے پر ظاہر ہوا۔ اللہ کے دوست میں اللہ کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ اگر کوئی اہل دل ہو تو وہ اس نور کو ضرور دیکھ لیتا ہے۔ وہ اللہ کا ولی جب دور سے نظر آیا تو اس کے جسم سے نور برستا تھا۔

بادشاہ اپنے دربانوں کو پیچھے چھوڑتا ہوا خود آگے بڑھا اور اپنے غیبی مہمان کے سامنے آیا۔ بادشاہ نے اپنے غیبی مہمان کا ایسے استقبال کیا جیسے شکر گلاب کی پتی میں پیوست ہوگئی ہو۔ جیسے دونوں سمندر کی مخلوق ہوں اور باہم تیر رہے ہوں- جیسے دونوں کی جانیں بغیر سیے ہوئے ایک دوسرے سے سلی ہوئی ہوں۔ جیسے ایک پیاسا ہو اور ایک پانی ہو۔ جیسے ایک مست ہو اور ایک شراب ہو۔ بادشاہ نے اس غیبی مہمان سے کہا میرا معشوق تو تو تھا نہ کہ وہ کنیز جس سے میں نے عشق کیا۔ لیکن اس دنیا میں کام سے کام نکلتا ہے تو میرے لیے مصطفیٰ ﷺ کی طرح ہے اور میں

عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ہوں اور تیری خدمتگاری کے لیے ہر وقت کمر بستہ ہو- بادشاہ جب اپنے خدائی مہمان کے سامنے آیا تو اگرچہ وہ بادشاہ تھا لیکن اس لمحے وہ گویا ادب سے فقیر بن گیا ۔ بادشاہ نے اپنے دونوں بازوں پھیلائے اور اس بزرگ کو گلے لگا لیا۔ اس کو اپنے دل اور جان میں سمو لیا۔ اس کے ہاتھ اور پیشانی کو بار بار چوما اور گھر اور راستے کے سفر کے بارے میں پوچھا۔ وہ اس خدائی مہمان سے اس کا حال احوال پوچھتے پوچھتے اسے محل کے مرکزی دروازے کی طرف لا رہا تھا۔ اس نے کہا کے مجھے خزانہ مل گیا ہے۔ لیکن بڑے صبر کے بعد۔ صبر اگرچہ کڑوا ہو لیکن بالا آخر میٹھا اور فائدوں سے بھرپور پھل دیتا ہے۔ صبر کشادگی کی کُنجی ہے- بادشاہ نے کہا اے اللہ کے نور اور تنگی کو دور کرنے والے ۔ اے غیبی مہمان تیری ملاقات ہر سوال کا جواب ہے تیرے ملنے سے مشکلیں حل ہو جاتی ہیں ۔ جو کچھ ہمارے دل میں ہے تو اس کا ترجمان ہے جو کوئی مشکل میں پھنس چکا ہو تو اس کے ہاتھ تھامنے والا ہے۔ جب خوب خاطر مدارت کر لی تو بادشاہ ہاتھ پکڑ کر مہمان بزرگ کو حرم سرا میں لے گیا-

اس نے کنیز کے تمام حالات بتائے اور بیماری کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ طبیب نے کنیز کے چہرے کا رنگ، نبض اور قارورہ دیکھا۔ اس کے مرض کی علامتیں دیکھیں اور ان علامتوں کے اسباب پر توجہ کی- مکمل تشخیص کے بعد اس غیبی طبیب نے بتایا کہ پہلے ظاہر بین حکیموں نے جو دوائیاں اس کو کھلائی ہیں۔ اس سے اس کنیز کا مرض ٹھیک ہونے کی بجائے مزید خراب ہی ہوا ہے ۔ وہ کنیز کے اندرونی حالات سے لا علم تھے ۔ میں ان کی غلط تشخیص سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں- طبیب نے مرض کی تشخیص کی تو اس پر راز کھل گیا لیکن فی الوقت اس نے بادشاہ سے یہ راز چھپا لیا- اس کنیز کا مرض سودا اور صفرا سے نہ تھا یعنی جسمانی نہیں تھا۔ کسی بھی لکڑی کی بُو اس کے دھویں سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس کنیز کی طبیعت سے وہ سمجھ گیا کہ وہ دل کی بیمار ہے۔ اس کا بدن ٹھیک ہے۔ لیکن دل بیمار اور گرفتار ہے۔

طبیب جب اس معاملے سے باخبر ہو گیا اور اندرونی طور پر بادشاہ کا ہمراز ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اے بادشاہ گھر کو اپنے اور غیر سب سے خالی کر دے۔ کوئی آدمی اس گھر کی طرف

کان نہ لگائے۔ تاکہ میں کنیز سے کچھ سوال جواب کر لوں۔ بادشاہ نے گھر خالی کر دیا تاکہ کنیز کے مرض کی تشخیص ہو سکے۔ اب اس گھر میں بیمار اور طبیب کے سوا کوئی نہ رہا۔ طبیب نے کنیز سے پیار سے پوچھا کہ بتا تو کس شہر سے ہے۔ اس لیے کہ ہر شہر والے کا علاج جداگانہ ہے اور یہ بتا کہ پھر اس شہر میں تیرا تعلق کس سے ہے۔ طبیب نے اپنا ہاتھ اس کی نبض پر رکھا ہوا تھا اور باری باری اس سے متعلقہ لوگوں کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

مولانا فرماتے ہیں جس کسی کے پاؤں میں کانٹا چُبھتا ہے تو وہ اپنا پیر ران پر رکھ لیتا ہے اور سوئی کی نوک سے اس کانٹے کا سرا تلاش کرتا ہے۔ جب کانٹے کا سرا نہیں ملتا تو اسے لعاب سے تر کرتا ہے۔ جب پاؤں کا کانٹا تلاش کرنا اتنا مشکل ہے تو پھر دل کا کانٹا تلاش کرنا اور نکالنا کتنا مشکل ہو گا۔ دل کا کانٹا اگر ہر شخص نکال سکتا تو دُنیا کے غم کبھی کسی پر غلبہ نہ پا سکتے۔ اگر کوئی گدھے کی دم کے نیچے کانٹا رکھ دیتا ہے تو گدھا چونکہ اس کانٹے کو نکالنا نہیں جانتا وہ کودتا ہے اور اس کودنے کی وجہ سے نہ صرف اپنے آپ کو زخمی کر لیتا ہے بلکہ کانٹے کو مزید پکا کر لیتا ہے۔ اس طرح کودنے سے اسکا کانٹا کیسے نکل سکتا ہے، کسی ماہر کی ضرورت ہے جو اس کانٹے کو سمجھے اور نکالے۔ یہ خدائی حکیم کانٹا نکالنے والا استاد تھا۔ وہ اس کنیز سے بچوں کی طرح گزشتہ زندگی کے بارے میں پوچھتا تھا۔ وہ کنیز طبیب سے تمام باتیں کھل کر کہتی تھی۔ اس نے اپنے مقامات، آقاؤں اور بستیوں کے بارے میں بتایا۔ طبیب یہ ساری باتیں غور سے سن رہا تھا اور اس کا ایک ہاتھ مسلسل اس کی نبض پر تھا تاکہ وہ یہ جان لے کہ کس کا نام لیتے وقت اس کی نبض کی رفتار تیز ہوئی تھی۔ یقیناً یہی شخص اس کا محبوب ہو گا۔

اس نے کئی شہروں اور لوگوں کا ذکر کیا لیکن اس کی نبض نہ پھڑکی یہاں تک کہ طبیب نے شکر جیسے میٹھے شہر سمرقند کے بارے میں پوچھا اس پر اس خوبصورت کنیز نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اس نے بتایا کہ ایک تاجر اسے اس شہر میں لایا تو ایک زرگر نے اسے خرید لیا۔ اس زرگر نے اسے چھ ماہ تک اپنے ساتھ رکھا اور پھر آگے بیچ دیا۔ جب اس نے آگے بیچنے کی بات کی تو اچانک غم سے جل اٹھی۔ اس کی نبض پھڑک اٹھی اور چہرہ پیلا

پڑ گیا کیوں کہ وہ اس سمرقندی سنار کی جدائی سے نالاں تھی۔ طبیب نے اس سے اس سنار کے گھر کا راستہ معلوم کیا اور پھر کنیز سے مخاطب ہوا کہ اے کنیز تو اب اس تکلیف سے نجات پا گئی ہے کیوں کہ میں تیرا مرض جان گیا ہوں اب میں اس کا فوری علاج کروں گا تو خوش اور مطمئن ہو جا کہ میں تجھے ایسے سرسبز کردوں گا جیسے بارش باغ کو کرتی ہے۔ میں تیرا ہمدرد و غم خوار ہوں اور سو باپوں سے بڑھ کر تجھ پر شفقت کرنے والا ہوں۔ لیکن تو یہ راز کسی کو نہ بتانا اگر کبھی بادشاہ بھی تجھ سے یہ راز پوچھے تو اسے نہیں بتانا۔ جب کسی کا راز اس کے دل میں چھپا ہو گا تو تو بہت جلد اپنے مقصد کو پالے گا۔ دانہ جب زمین کی تہہ میں چھپتا ہے تو گل و گلزار بن جاتا ہے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کیا تو وہ بہت جلد اپنے مقصد تک پہنچ گیا۔ سونا اور چاندی اگر چھپے ہوئے نہ ہوتے تو کان کے اندر کیسے پرورش پاتے۔ اس طبیب کے وعدوں اور شفقت بھرے لہجے نے اس کنیز کو بیماری کے خوف سے مطمئن کر دیا۔ سچے وعدے دل کو خوش اور مطمئن کرنے والے ہوتے ہیں اور جھوٹے وعدے پریشان کرتے ہیں۔

جب اس مہربان طبیب نے کنیز کے مرض کا راز معلوم کر لیا، اس کی تشخیص کر لی تو وہ بادشاہ کے پاس آیا اور اسے اس مرض کے بارے میں کسی قدر آگاہ کیا۔ بادشاہ نے کہا کے اب اس مرض کے علاج کی کیا تدبیر ہے۔ یہ اس طرح کا غم ہے کہ اس میں تاخیر نہیں کی جا سکتی۔ طبیب نے کہا تدبیر یہ ہے کہ ہم اس کنیز کے علاج کے لیے اس زرگر کو بلائیں۔

طبیب نے بادشاہ سے کہا کہ آپ ایک قاصد کو بھیجیں جو اس زرگر کو مال و دولت کا لالچ دے کر لے آئے جس سے تیری محبوبہ کنیز خوش ہو جائے اور یہ سب مشکل آسان ہو جائے۔ جب وہ تنگ دست سنار سونا چاندی دیکھے گا تو اس کی خاطر گھر بار چھوڑنے کے لیے تیار ہو جائیگا۔ سونا چاندی عقل کو دیوانہ بنا دیتے ہیں، خاص کر غریب اور تنگ دست اس کو پانے کی خاطر ذلیل و رسوا ہو جاتے ہیں۔ سونا چاندی اور مال و دولت کو اگرچہ عقل و فکر کی معاونت میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن یہ کام بہت ہی نیک اور پارسا عقل والا آدمی کر سکتا ہے۔

جب بادشاہ نے طبیب سے یہ بات سنی تو اس طبیب کی نصیحت کو دل و جان سے قبول کیا-اس نے طبیب سے کہا کہ میں تیرے حکم کے مطابق حکم کروں گا اور جیسا تم نے کہا ہے ویسا ہی کروں گا۔

پھر بادشاہ نے ایماندار محنتی اور نیک فطرت دو قاصد سمرقند روانہ کیے وہ دونوں سمرقند میں اس زرگر کے پاس پہنچے اور بادشاہ کی طرف سے خوشخبری پہنچائی۔ قاصدوں نے اس زرگر سے کہا کہ تیری شہرت دور دور شہروں میں پھیلی ہوئی ہے، اب بادشاہ نے تجھے زیور بنانے کے لیے منتخب کیا ہے کیونکہ وہ تیری کاریگری کا قائل ہو گیا ہے۔ قاصدوں نے اسے مال و دولت اور کپڑے پیش کیے اور بتایا کہ جب تو محل میں آئیگا تو تیری خوب آؤ بھگت کی جائے گی۔اس نے جب مال و دولت دیکھا اور تعریف سنی تو اس مال و دولت کے نشے میں اپنے شہر اور اپنی اولاد سے جدا ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔وہ خوشی خوشی محل کی طرف چل پڑا۔وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ بادشاہ نے اس کی موت کا قصد کیا ہے-اس نے شاہی جوڑے کے عوض اپنے خون کا سودا کیا تھا- وہ گویا ہنسی خوشی اپنے پاؤں سے اپنی موت کی طرف روانہ ہوا تھا۔(اکثر لوگ دنیاوی عہدوں کی چمک اور لالچ میں اپنی جانوں کا سودا کر لیتے ہیں)-اس کے خیال میں حکومت اور عزت اور سرداری تھی جبکہ ملک الموت نے کچھ اور ارادہ کر رکھا تھا۔

جب وہ زرگر راستہ طے کر کے پہنچا تو طبیب اس کو بادشاہ کے پاس لایا تا کہ بادشاہ اس کو خوبصورت شمع (یعنی کنیز) کے سر پر رکھ کر جلا دے۔ بادشاہ نے اس سے مل کر اس کی بہت تعریف کی اور سونے کا خزانہ اس کے سپرد کر دیا- پھر اسے حکم دیا کہ وہ اس سونے سے قسم قسم کے زیور بنائے۔ کنگن، پازیب، نیکلیس اور کمر بند بنائے اس کے علاوہ طرح طرح کے برتن بنائے جو شاہی مہمانوں کے لائق ہوں۔اس نے سونا لیا اور اس کام پر لگ گیا-وہ اس کام کے انجام سے بے خبر تھا۔ پھر اس طبیب نے بادشاہ سے کہا کہ وہ کنیز کو زرگر کے حوالے کر دے تا کہ وہ کنیز اس ملاقات سے خوش ہو جائے اس ملاقات کی تاثیر سے کنیز کے مرض کی آگ بجھ جائے۔ بادشاہ نے وہ خوبصورت چاند کے مکھڑے والی کنیز اس زرگر کے حوالے کر دی-ان

دو وصل چاہنے والوں کا ملاپ کرادیا۔ کوئی چھ مہینے تک وہ دونوں اکھٹے رہے یہاں تک کہ وہ کنیز مکمل صحت یاب ہوگئی۔

اس کے بعد اس طبیب نے ایک زہریلا شربت تیار کیا جسے وہ بہانے سے زرگر کو پلاتا تھا۔شربت کو پی کر وہ زرگر روز بروز کمزور ہوتا گیا۔ جب مسلسل کمزور رہنے سے اس زرگر کا حسن ماند پڑ گیا تو کنیز کو بھی اس سے عشق و محبت نہ رہی۔ چونکہ وہ بیماری سے بدصورت لاغر اور پیلا ہوگیا تھا ایسے میں نہ وہ عشق کرنے کے قابل رہا اور نہ کنیز اس سے عشق کرنے کا مزید سوچ سکتی تھی۔ وہ عشق جو رنگ کی خاطر ہوتا ہے وہ عشق نہیں ہوتا بلکہ انجام کار ذلت اور رسوائی ہوتی ہے۔ کاش یہ ظاہری عشق پائیدار ہوتا تو پھر اس زرگر پر یہ ظلم نہ ہوتا۔ اس زرگر کی نہر جیسی آنکھوں سے خون بہنے لگا اصل میں اس کا خوبصورت چہرہ اس کا دشمن بنا۔ مور کے پر اس کے دشمن ہوتے ہیں اور بہت سے شاہوں کو ان کی شان و شوکت نے مارا ہے۔

جب وہ زرگر مرض سے بدحال ہوگیا اور اس کا جسم گھل کر لاغر ہوگیا تو اس نے کہا میں وہ ہرن ہوں کہ شکاری نے میری ناف سے میرا سارا صاف خون بہا دیا ہے۔ میں وہ لومڑی ہوں کہ میری کھال حاصل کرنے کے لیے انہوں نے گھات میں بیٹھ کر میرا سر کاٹ دیا ہے۔ میں وہ ہاتھی ہوں کہ میرے دانت حاصل کرنے کے لیے مجھے مار دیا گیا ہے۔ زرگر نے یہ کہا اور زیر زمین چلا گیا اس کے مرتے ہی وہ کنیز درد و غم سے نجات پا گئی۔

### 6.1.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں کنیز سے مراد انسانی نفس کی وہ حالت ہے جس میں وہ روحانی حقائق سے دور جسمانی جبلت اور ظاہری حواس کے تابع ہوتا ہے۔۔زرگر جس پر وہ کنیز عاشق تھی اس سے مراد

دُنیا کی ظاہری زیب وزینت ہے۔ بادشاہ سے مراد انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی پھونکی ہوئی روح ہے جبکہ طبیب سے مراد تائید الٰہی ہے۔

ایک انسان کی حقیقی کامیابی اپنے نفس کی اس کنیز کو تائید الٰہی سے دنیا کے زرگر سے چھڑا کر روح کے بادشاہ کے حوالے کرنا ہے۔تاہم یہ کام بتدریج اور حکمت سے کرنا چاہیے۔

## 6.2۔ بطخ کا بچہ اور مرغی

### 6.2.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**قصۂ بط بچگاں کہ مرغِ خانگی پروردشاں**

بطخ کے اُن بچوں کا قصہ جن کو گھریلو مرغی نے پالا

**تخمِ بطّی گرچہ مرغِ خانہ ات** — **کرد زیرِ پر چو دایہ تربیت**

تو بطخ کا انڈا ہے اگرچہ تجھے گھریلو مرغ نے — پروں کے نیچے دایہ کی طرح پالا ہے

**مادرِ تو بطِ آں دریا بُدست** — **دایہ ات خاکی بُد و خُشکی پرست**

تیری ماں تو اس دریا کی بطخ ہے — تیری دایہ خاکی اور خشکی پرست ہے

**میلِ دریا کہ دلِ تو اندر ست** — **آں طبیعت جانت را از مادر ست**

دریا کی طرف جھکاؤ جو تیرے دل میں ہے — تیرے اندر کا وہ مزاج ماں کی جانب سے ہے

**میلِ خشکی مر ترا زیں دایہ است** — **دایہ را بگذار کو بد رایہ است**

خشکی کی طرف میلان اُس دایہ کی وجہ سے ہے — دایہ کو چھوڑ کہ وہ غلط راہ والی ہے

**دایہ را بگذار در خشک و بِراں** — **اندر آ در بحرِ معنی چوں بطاں**

دایہ کو خشکی پر چھوڑ دے اور دوڑ کر بطخوں کی طرح حقیقت کے سمندر میں آجا

**گر ترا دایہ بترساند ز آب** — **تو مترس و سوئے دریا راں شتاب**

اگر تجھے دایہ پانی سے ڈرائے — تو نہ ڈر اور دریا کی جانب جلد نکل

**تو بطی بر خشک و بر تر زندۂ** — **نے چو مرغِ خانہ خانہ کندۂ**

تو ایسی بطخ ہے کہ خشکی اور تری پر زندہ ہے — نہ کہ مرغی کی طرح بس گھروندے میں

**تو ز کرمنا بنی آدم شہی** — **ہم بخشکی ہم بدریا پا نہی**

تو "کرمنا بنی آدم" کی وجہ سے بادشاہ ہے — خشکی اور دریا میں بھی قدم دھرتا ہے

| | |
|---|---|
| **کہ حَمَلْنَا هُمْ عَلَی الْبَحرِی بجاں** | **از حَمَلْنَا هُمْ عَلَی الْبَرِّ پیش راں** |
| تو "حملنا ہم علی البحر" کا مصداق ہے | "حملنا ہم علی البر" سے آگے چل |
| **مر ملائک را سوئے بر راہ نیست** | **جنس حیواں ہم ز بحر آگاہ نیست** |
| فرشتوں کا خشکی کی طرف راستہ نہیں ہے | حیوان کی جنس سمندر سے آگاہ نہیں ہے |
| **تو بہ تن حیواں بجانے از ملک** | **تا روی ہم بر زمیں ہم بر فلک** |
| تو جسم سے حیوان اور روح سے فرشتہ ہے | تا کہ تو زمین پر بھی چلے اور آسمان پر بھی |
| **تا بظاہر مِثْلُکُم باشد بشر** | **با دل یوحیٰ الیّ دیدہ ور** |
| یہاں تک کہ بظاہر تم جیسا بشر ہوتا ہے | لیکن دل کے اعتبار سے "یوحیٰ الیّ" |
| **قالب خاکی فتادہ بر زمیں** | **روحِ اُو گرداں براں چرخ بریں** |
| اس کا خاکی جسم زمین پر ہے | اس کی روح بلند و بالا آسمان پر گردش کرتی ہے |
| **ما ہمہ مرغابیانیم اے غلام** | **بحر میداند زبانِ ما تمام** |
| اے لڑکے! ہم سب پانی کے پرند ہیں | سمندر ہماری سب زبان سمجھتا ہے |
| **پس سُلیماں بحر آمد ما چو طیر** | **در سُلیماں تا ابد داریم سیر** |
| سلیمان سمندر ہے اور ہم پرندے | ہمیشہ سلیمان میں ہماری سیر ہے |
| **با سُلیماں پائے در دریا بنہ** | **تا چو داؤدؑ آب سازد صد زرہ** |
| سلیمان کے ساتھ دریا میں قدم رکھ | تا کہ پانی داؤدؑ کی طرح سینکڑوں زرہیں بنا دے |
| **آں سُلیماں پیش جملہ حاضر ست** | **لیک غیرت چشم بند و ساحر ست** |
| وہ سلیمان سب کے سامنے موجود ہے | لیکن غیریت آنکھ کی پٹی اور جادو گر ہے |
| **تا ز جہل و خوابناکی و فضول** | **او بہ پیش ما و ما از وے ملول** |
| یہاں تک کہ نادانی اور غنودگی سے | ہم اس سے دور اور وہ ہمارے سامنے ہے |
| **تشنہ را درد سر آرد بانگ رعد** | **چوں نداند کو کشاید ابر سعد** |
| بجلی کی کڑک پیاسے کے سر میں درد کرتی ہے | وہ نہیں جانتا کہ وہ ابر کو کھول دے گی |

| | |
|---|---|
| **چشم اُو ماند ست در جوئے رواں** | **بے خبر از ذوق آب آسماں** |
| اس کی آنکھ جاری نہر پر جمی ہوئی ہے | وہ آسمان کے پانی کے ذوق سے بے خبر ہے |
| **مرکب ہمت سوئے اسباب راند** | **از مُسبب لاجرم محروم ماند** |
| توجہ کی سواری اسباب کی جانب دوڑا دی | اس لیے سبب پیدا کرنیوالے سے محروم ہو گیا |
| **آنکہ بیند او مُسبب راعیاں** | **کے نہد دل بر سببہائے جہاں** |
| جو شخص سبب پیدا کرنے والے کو دیکھتا ہے | وہ دنیا کے اسباب سے کب دل لگاتا ہے؟ |
| **از مسبب یابد اندر یک صباح** | **از نجات واز فلاح واز نجاح** |
| وہ سبب پیدا کرنیوالے سے ایک دن پاتا ہے | نجات اور فلاح اور کامیابی |
| **آنچہ در صد سال مُشتِ حیلہ مند** | **دہ یکے زاں گنج حاصل ناورند** |
| جو تدبیر کرنے والے کے پاس سو سال میں آیا | وہ اس آسمانی خزانہ کا دسواں حصّہ بھی نہیں |

### 6.2.2 شرح حکایت

مولانا روم فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم تو بطخ کے انڈے سے ہے تیری اصل بطخ ہے اگرچہ تجھے گھریلو مرغی نے اپنے پروں کے نیچے رکھ کے دایہ کی طرح پالا ہے۔ تیری ماں اُس دریا (عالم ارواح) کی بطخ تھی جبکہ تیری دایہ خاکی اور خاک پرست تھی۔ یہ تیرا مزاج جو تیرے دل میں دریا کی طرف جھکاؤ پیدا کرتا ہے یہ تمہاری ماں بطخ کی طرف سے ہے اور تیرا خشکی کی طرف کا میلان تیری دایہ (مرغی) کی وجہ سے ہے۔

تجھے چاہیے کہ تو دایہ کو چھوڑ دے کیونکہ وہ تیری غلط راہ کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ تو دایہ کو خشکی پر چھوڑ کر بطخوں کی طرح حقیقت کے سمندر میں آجا۔ تو دایہ کے ڈرانے سے پانی سے نہ ڈر بلکہ جلدی سے سمندر میں کود جا۔ تو ایسی بطخ ہے کہ خشکی اور تری دونوں پر تیرے لیے زندگی ہے۔ تو مرغی نہیں کہ بس خشکی کے گھر میں قید رہ جائے۔

مولانا روم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے ولقد کرمنا بنی آدم۔ بنی آدم کے پاس جو "کرمنا" کا اعزاز ہے اس وجہ سے وہ خشکی اور پانی دونوں میں اپنے پاؤں رکھتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں قرآن کے الفاظ "حملنا ھم علی البحر" کے الفاظ تیری روح کی استعداد کا مصداق ہیں اس لیے تجھے "حملنا ھم علی البر" خشکی پر چلنے کو اب پیچھے چھوڑ دینا چاہیے۔ فرشتوں کی منزل خشکی نہیں ہے اور حیوان کی جنس سمند سے آگاہ نہیں ہے۔ اے انسان تو جسمانی اعتبار سے حیوان اور روحانی اعتبار سے فرشتوں کی طرح ہے تاکہ تو زمین اور آسمان دونوں پر چل سکے۔ مولانا روم فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں جو نبی پاک ﷺ کے لیے آیا ہے کہ "انا بشر مثلکم" تو یہ جسم کے اعتبار سے ہے لیکن اس آیت کا اگلا حصہ "یوحی الی" کہ میری طرف وحی آتی ہے یہ بتاتا ہے کہ آپ کا یہ تعلق عالم بالا سے ہے۔

آدمی نیچے زمین پر چل رہا ہوتا ہے اور اس کی روح آسمان پر گردش کر رہی ہوتی ہے۔ ہم سب پانی کے پرندے ہیں اور سمندر ہماری زبان سمجھتا ہے۔ سمندر سلیمان کی طرح ہے اور ہم پرندوں کی طرح ہیں۔ ہم سلیمان کے لشکر کا حصہ ہیں اس لیے تو سلیمان کے ساتھ دریا میں پاؤں رکھ دے تاکہ دریا کا پانی حضرت داؤد کی طرح تیرے لیے سینکڑوں زرہیں بنا

دے۔ مولانا فرماتے ہیں وہ سلیمان (دریائے معرفت) سب کے سامنے موجود ہے لیکن ہم غیریت کا شکار ہیں اور اس دریائے معرفت سے ناآشنا ہیں- اپنی غفلت اور کج فہمی کی وجہ سے اس سے دور ہیں جب کہ وہ ہمارے سامنے ہے۔

بادل کے کڑکنے سے پیاسے کے سر میں درد ہوتا ہے- اس کی آنکھ کسی زمینی نہر پر اٹکی ہوتی ہے، وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ بادلوں کی کڑک کسی مبارک ابر کے برسنے کی نوید ہے۔ وہ پیاسا آسمان کے پانی کے ذوق سے محروم ہے- اس نے اپنی توجہ کی گاڑی اسباب کی طرف دوڑا دی ہے اور یوں سبب پیدا کرنے والے سے محروم ہو گیا ہے۔ جو سبب پیدا کرنے والے کو عیاں دیکھتا ہے وہ دنیائے ظاہری کے اسباب سے کب دل لگاتا ہے۔ مسبب الاسباب کی طرف نظر کرنے والے تھوڑی سے عرصے میں جو پالیتے ہیں اسباب پہ بھروسہ کرنے والے سو سال میں بھی نہیں پا سکتے۔

### 6.2.3 خلاصہ حکایت

اِس حکایت میں حضرت مولانا بتاتے ہیں کے اگرچہ انسان کی روحانی اصل عالم الارواح سے ہے لیکن اس کا زمینی جِسم اسکو اپنی حصار میں لے لیتا ہے اور وہ اپنے آپ کو زمینی سمجھنا شروع کر دیتا ہے - جیسے وہ بطخ کا بچہ جس کے انڈے کو مرغی نے سیا وہ خُود کو مرغی کا بچہ سمجھنے لگا تھا۔ انسان کی روح گاہے بگاہے اسے روحانی ہونے کا احساس دلاتی رہتی ہے اور بحر حقائق علوی میں تیرنے کی طرف راغب کرتی رہتی ہے۔ ایسے ہی جیسے اِس بطخ کے بچے کو دریا کا پانی اپنی طرف کھینچتا تھا لیکن مرغی کی معیت اسے خشکی کی قید میں رکھنا چاہتی تھی۔ ایک کامیاب اِنسان وہی ہے جو اپنے آپ کو زمینی گرِفت سے بتدریجاً آزاد کرے اور اپنی روح کو ترقی دیتے ہوئے آسمانی حقائق کے بحر میں تیرنے والا بن جائے۔

## 6.3۔تاجر کا طوطا

### 6.3.1فارسی متن بمع ترجمہ

**قصّہ بازرگاں کہ بہندوستان بتجارت میرفت وپیغام دادنِ طوطیِ محبوس بطوطیانِ ہندوستان**

ایک سوداگر کو قصہ جو ہندوستان تجارت کے لئے جارہا تھااور ایک قیدی طوطی کا ہندوستان کی طوطیوں کو پیغام دینا۔

**بود بازرگانے اُورا طوطئے** — **در قفس محبوس زیبا طوطئے**

ایک سوداگر کے پاس ایک طوطا تھا ایک خوبصورت طوطا جو پنجرے میں قیدی تھا

**چونکہ بازرگاں سفر را ساز کرد** — **سوئے ہندوستان شدن آغاز کرد**

جب سوداگر نے سفر کا سامان کیا — اور ہندوستان کی طرف روانگی کا آغاز کیا

**ہر غلام وہر کنیزک راز جُود** — **گفت بہر تو چہ آرام گوئے زود**

ہر غلام اور لونڈی کو بطور عطا کے — کہا، جلد بتا، تیرے لیے کیا لاؤں؟

**ہر یکے از وے مرادے خواست کرد** — **جملہ را وعدہ بداد آں نیک مرد**

ہر ایک نے اس سے اپنی ایک خواہش ظاہر کی — اس نیک مرد نے سب سے وعدہ کیا

**گفت طوطی را چہ خواہی اَرمغاں** — **کآرمت از خطۂ ہندوستاں**

اُس نے طوطے سے کہا تو کیا تحفہ چاہتا ہے — جو تیرے لیے ہندوستان سے لاؤں؟

**گفتش آں طوطی کہ آنجا طوطیاں** — **چوں بہ بینی کن ز حالِ من بیاں**

اُس طوطے نے اس سے کہا وہاں طوطے ہیں — جب تو انہیں دیکھے تو میرا حال بیان کردینا

**کہ فلاں طوطی کہ مشتاقِ شماست** — **از قضائے آسماں در حبسِ ماست**

کہ فلاں طوطا جو تمہارا مشتاق ہے — تقدیر سے وہ ہماری قید میں ہے

بر شما کرد اُو سلام و داد خواست — وز شما چارہ رہِ ارشاد خواست

اس نے سلام کہا ہے اور انصاف چاہا ہے — تم سے راستہ کی تدبیر اور راہنمائی چاہی ہے

گفت میشاید کہ من در اشتیاق — جاں دہم اینجا بمیرم در فراق

اس نے کہا کیا یہ مناسب ہے کہ میں شوق میں — اس جگہ جان دیدوں اور فراق میں مر جاؤں

ایں روا باشد کہ من در بندِ سخت — گہ شما بر سبزہ گاہے بر درخت

کیا یہ جائز ہو گا کہ میں سخت قید میں رہوں — اور تم کبھی سبزہ پر اور کبھی درخت پر؟

ایں چنیں باشد وفائے دوستاں — من دریں حبس و شما در بُوستاں

اے دوستو! کیا وفا ایسی ہوتی ہے؟ — میں اس قید میں رہوں اور تم باغ میں

یاد آرید اے مِہاں زیں مرغِ زار — یک صبوحے درمیانِ مرغزار

اے صاحبان! اس تباہ حال پرند کو یاد کرلو — کسی صبح کو سبزہ زار میں

## دیدنِ خواجہ در دشت طوطیاں را و پیغام رسانیدن

سوداگر کا جنگل میں طوطوں کو دیکھنا اور پیغام پہنچانا

مردِ بازرگاں پذیرفت ایں پیام — کو رساند سوئے جنس از وے سلام

سوداگر نے یہ پیغام قبول کر لیا — کہ وہ اُسکے ہم جنس کو اسکا سلام پہنچا دیگا

چونکہ تا اقصائے ہندوستاں رسید — در بیاباں طوطی چندے بدید

جب وہ ہندوستان کی حدود میں پہنچا — اس نے جنگل میں چند طوطے دیکھے

مرکب استانید و پس آواز داد — آں سلام و آں امانت باز داد

سواری روکی اور پھر آواز دی — وہ سلام اور وہ بات پہنچا دی

طوطئے از طوطیاں لرزید و پس — اُوفتاد و زود بگسستش نفس

طوطوں میں سے ایک طوطا کانپنے لگا اور پھر — گر پڑا اور بہت جلد اس کا دم نکل گیا

شد پشیماں خواجہ از گفتِ خبر
گفت رفتم در ہلاک جانور

خبر پہنچانے سے خواجہ پریشان ہوا
اور بولا میں ایک جاندار کی ہلاکت کے در پے ہوا

ایں مگر خویش ست با آں طوطیک
ایں مگر دو جسم بُود و روح یک

شاید یہ طوطا اُس طوطے کا رشتہ دار ہے
شاید یہ دو جسم اور ایک جان تھے

ایں چرا کردم چرا دادم پیام
سوختم بیچارہ را زیں گفتِ خام

میں نے یہ کیوں کیا؟ کیوں پیغام پہنچایا؟
اس فضول بات سے میں نے بیچارے کو جلا ڈالا

## باز گفتن بازرگاں با طوطی آنچہ در ہندوستاں دیدہ بود

سوداگر کا پھر طوطی سے کہنا جو کچھ اس نے ہندوستان میں دیکھا تھا

کرد بازرگاں تجارت را تمام
باز آمد سوئے منزل شاد کام

سوداگر نے تجارت مکمل کر لی
اور وطن کی طرف خوشی سے لوٹا

ہر غلامے را بیاوُرد ارمغاں
ہر کنیزک را بہ بخشید اُو نشاں

ہر غلام کے لیے تحفہ لایا
اس نے ہر کنیز کو ایک تحفہ دیا

گفت طوطی ارمغان بندہ کُو
آنچہ دیدی آنچہ گفتی باز گو

طوطا بولا بندے کا تحفہ کہاں ہے؟
جو تو نے دیکھا اور جو کہا وہ بھی بیان کر

گفت نے من خود پشیمانم ازاں
دستِ خود خایاں و انگشتاں گزاں

وہ بولا نہیں میں اُس سے شرمندہ ہوں
اپنے ہاتھ اور انگلیوں کو چباتا ہوں

کہ چرا پیغامِ خامے از گزاف
بُردم از بیدانشی و از نشاف

کہ کیوں یہ لغو اور بیکار پیغام
میں لے گیا بے عقلی اور غلطی سے

گف اے خواجہ پشیمانی ز چیست
چیست ایں کیں خشم و غم را مقتضی ست

اس نے کہا کس بات سے شرمندگی ہے
کونسی بات ہے جو غصّہ اور غم کی متقاضی ہے

**گفت، گفتم آں شکایتہائے تو** | **با گروہ طوطیاں ہمتائے تو**

اس نے کہا میں نے تیری شکایتیں بتائیں | تیرے ہم جنس طوطوں کو

**آں یکے طوطی ز دردت بوئے بُرد** | **زَہرہ اش بدرید و لرزید و بمُرد**

ایک طوطے کو تیرے درد کا احساس ہوا | اس کا پتہ پھٹا، کپکپایا اور مر گیا

**من پشیماں گشتم ایں گفتن چہ بود** | **لیک چوں گفتم پشیمانی چہ سود**

میں شرمندہ ہوا کہ یہ کیا کہنے کی بات تھی | لیکن جب کہہ چکا تو شرمندگی سے کیا فائدہ

**نکتہ کاں جَست ناگہ از زباں** | **ہمچو تیرے داں کہ جَست آں از کماں**

جو بات اچانک زبان سے نکل گئی | اُس کو اُس تیر جیسا سمجھ جو کمان سے نکل جائے

**وا نگردد از رہ آں تیر اے پسر** | **بند باید کرد سَیلے را ز سَر**

اے بیٹا! وہ تیر راستہ سے واپس نہیں آسکتا | سیلاب کو ابتدا ہی سے بند کرنا چاہیے

## شنیدن آں طوطی حرکت آں طوطی را و مردنِ او و نوحہ خواجہ براو

طوطے کا اس طوطے کی حرکت کو سننا اور اُس کا مر جانا اور مالک کا اُس پر رونا

**چوں شنید آں مرغ کاں طوطی چہ کرد** | **ہم بلرزید و فتاد و گشت سرد**

جب اُس پرندنے سنا کہ اس طوطے نے کیا کیا | وہ بھی کپکپایا اور گرا اور ٹھنڈا ہو گیا

**خواجہ چوں دیدش فتادہ ایں چنیں** | **بر جہید و زد کُلہ را بر زمیں**

مالک نے جب اُس کو اس طرح پڑا ہوا دیکھا | تڑپ گیا اور اپنی ٹوپی زمین پر پٹخ دی

**چوں بدیں رنگ و بدیں حالش بدید** | **خواجہ بر جَست و گریباں را درید**

جب اُسکو اس حالت اور اس رنگ میں دیکھا | مالک تڑپا اور گریباں چاک کر لیا

**گفت اے طوطی خوب خوش جبیں** | **ہے چہ بودت ایں چرا گشتی چنیں**

بولا کہ اے حسین اور اچھی پیشانی والے! | ہائے تجھے یہ کیا ہوا تو ایسے کیوں مر گیا؟

**اے دریغا مرغ خوش آوازِ من** — **اے دریغا ہمدم و ہمرازِ من**

ہائے افسوس! میرے خوش الحان پرندے — ہائے افسوس میرے ساتھی اور میرے ہمراز

**اے دریغا مرغِ خوش الحان من** — **راحِ روح و روضۂ رضوانِ من**

ہائے افسوس! میرے خوش آواز پرند — میرے روح کی راحت اور میری جنت

## بیروں انداختنِ خواجہ طوطیٔ مُردہ را از قفس و پریدنِ آں

خواجہ کا مُردہ طوطے کو پنجرے سے باہر پھینکنا اور اُس کا اڑ جانا

**بعد ازانش از قفس بیروں فگند** — **طوطیک پرّید تا شاخِ بلند**

اُس کے بعد اُس کو پنجرے سے باہر پھینکا — طوطا بلند شاخ پر اُڑ گیا

**طوطیِ مُردہ چناں پرواز کرد** — **کافتاب از شرق تُرکی تاز کرد**

مُردہ طوطے نے اِس طرح اُڑان بھری — جیسے سورج مشرق سے بھاگتا ہے

**خواجہ حیراں گشت اندر کارِ مرغ** — **بے خبر ناگہ بدید اَسرارِ مرُغ**

پرندے کے کام سے خواجہ حیران ہو گیا — اچانک، اس نے پرندے کے راز دیکھے

**روئے بالا کرد و گفت اے عندلیب** — **از بیانِ حالِ خودماں دِہ نصیب**

اوپر مُنہ اٹھایا اور بولا اے بُلبل! — اپنے حال کے بیان سے ہمیں مستفید کر

**اُو چہ کرد آنجا کہ تو آموختی** — **چشمِ ما از مکرِ خود بردوختی**

اُس نے وہاں کیا کیا جو تو نے سیکھ لیا — اپنی تدبیر سے تو نے ہماری آنکھیں بند کر دیں

**ساختی مکرے و مارا سوختی** — **سوختی ما را و خود افروختی**

تو نے مکر کیا اور ہمیں جلا ڈالا — ہمیں جلا دیا اور خود کو روشن کر لیا

**گفت طوطی کُو بفعلم پند داد** — **کہ رہا کن نُطق و آواز وگشاد**

طوطے نے کہا کہ اُس نے عمل سے مجھے سمجھایا کہ بول چال اور خوشی کو ترک کر دے

**زانکہ آوازت تُرا در بند کرد**

کیونکہ تیری آواز نے تجھے قید کرایا

**یعنی اے مُطرِب شدہ باعام وخاص**

یعنی اے خاص وعام کو مست کرنے والے

**دانہ باشی مرغگانت بر چنند**

دانہ بنے گا تو پرندے تجھے چُگ لیں گے

**دانہ پنہاں کن بکلّی دام شو**

دانے کو چھپا، سراپا جال بن جا

**ہر کہ داداُو حسنِ خود را در مزاد**

جس نے اپنے حُسن کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا

**چشمہا و خشمہا و رشکہا**

آنکھیں اور غصّے اور رشک

**دشمناں اُو را ز غیرت میدرند**

دشمن، حسد سے اُسے پھاڑ ڈالیں گے

**آنکہ غافل بُود از کشتِ بہار**

جو موسمِ بہار کی کھیتی سے غافل ہو

**در پناہِ لُطفِ حق باید گریخت**

اللہ کی مہربانی کی پناہ میں آنا چاہیے

**تا پناہے یابی آنگہ چہ پناہ**

تاکہ تو ایسی پناہ حاصل کرلے

**نوح ؑ و موسیٰؑ را نہ دریا یار شد**

کیا نوح اور موسیٰ پر دریا مہربان نہیں ہوا؟

**خویش اُو مُردہ پئے ایں پند کرد**

اُس نے سمجھانے کے لیے اپنے آپکو مُردہ بنالیا

**مُردہ شو چوں من کہ تا یابی خلاص**

میری طرح مردہ بن جاتا کہ نجات پائے

**غُنچہ باشی کودکانت بر کنند**

کلی بنے گا تو بچّے تجھے نوچ لیں گے

**غُنچہ پنہاں کن گیاہِ بام شو**

کلی کو چھپالے چھت کا سبزہ بن جا

**صد قضائے بد سوئے اُو رُو نہاد**

سینکڑوں بری تقدیروں نے اُس کا رخ کیا

**بر سَرش بارد چو آب از مشکہا**

اُس پر برس پڑیں گے جیسے مشک سے پانی

**دوستاں ہم روزگارش میبرند**

دوست بھی اُس کا وقت ضائع کریں گے

**اُو چہ داند قیمت ایں روزگار**

وہ اس موسم کی قیمت کیا جانے

**کُو ہزاراں لُطف بر اَرواح ریخت**

جس نے روحوں پر ہزاروں مہربانیاں کیں

**آب و آتش مرَ تُرا گرد د سپاہ**

کہ پانی اور آگ تیرے سپاہی بن جائیں

**نے بر اَعداشاں بکیں قہار شد**

کیا اُنکے دشمنوں پر اُس نے قہر نہیں ڈھایا؟

**آتش ابرہیم را نے قلعہ بُود** — **تا بر آوُرد از دلِ نمرود دُود**

کیا آگ ابراہیم کے لئے قلعہ نہیں بنی؟ — یہاں تک کہ نمرود کے دل سے دھواں اُٹھا دیا

**کوہ یحیٰیؑ را نہ سوئے خویش خواند** — **قاصدانش را بزخمِ سنگ راند**

کیا پہاڑ نے یحییٰ کو اپنی طرف نہیں بلایا؟ — اور اُن کا قصد کرنے والو کو پتھر مار کر بھگایا

**گفت اے یحیٰیؑ بیا در من گریز** — **تا پناہت باشم از شمشیرِ تیز**

اُس نے کہا اے یحییٰ! آ مجھ میں بھاگ آ — تا کہ تیز تلوار سے تیری پناہ بنوں

## وداع کردن طوطی خواجہ را و پند دادن و پَریدن

طوطے کا خواجہ کو الوداع کہنا اور نصیحت کرنا اور اُڑ جانا

**یک دو پندش داد طوطی بے نفاق** — **بعد ازاں گفتش سلامُ الفراق**

طوطے نے اُس کو کچھ مخلصانہ نصیحتیں کیں — اُس کے بعد اُس نے کہا جدائی کا سلام ہے

**الوداع اے خواجہ کردی مرحمت** — **کردی آزادم ز قید و مظلمت**

الوداع اے خواجہ! تو نے کرم کیا — مجھے قید اور تاریکی سے آزاد کر دیا

**الوداع اے خواجہ رفتم تا وطن** — **ہم شوی آزاد روزے ہمچو من**

اے خواجہ الوداع، میں وطن کو جاتا ہوں — تو بھی میری طرح کسی دن آزاد ہو جا

**خواجہ گفتش فی امانَ اللہ برو** — **مرمرا کنوں نمودی راہِ نو**

خواجہ نے اُس سے کہا فی امان اللہ جا تو نے مجھے اب نئی راہ دکھا دی

**سوئے ہندوستانِ اصلی رُو نہاد** — **بعد شدّت از فرح دل گشت شاد**

اصلی وطن ہندوستان کی طرف اُس نے رخ کیا سختی کے بعد خوشی سے اُس کا دل خوش ہو گیا

**خواجہ با خود گفت ایں پند من ست** — **راہِ اُو گیرم کہ ایں رہ روشن ست**

خواجہ نے کہا یہ میرے لئے نصیحت ہے — اس کا راستہ اختیار کروں گا، یہ راستہ واضح ہے

جانِ من کمتر ز طوطی کے بُود		جاں چنیں باید کہ نیکو پے بُود

میری روح طوطے سے کیا کم ہے		ایسی روح چاہیے جو نیک قدم ہو

## 6.3.2 شرح حکایت

ایک سوداگر کے پاس ایک خوبصورت طوطا تھا۔ جو پنجرے کے اندر قید تھا۔ وہ سوداگر ایک دفعہ تجارت کے لئے ہندوستان جا رہا تھا۔ اس نے جانے سے پہلے اپنے تمام نوکروں سے پوچھا کہ وہ ہندوستان سے ان کے لئے کیا لائے۔ ہر کسی نے اپنی اپنی خواہش بتائی پھر اس نے اس اس طوطے سے پوچھا کہ بتا تیرے لئے کیا لاؤں۔ طوطے نے کہا جب تمہیں ہندوستان میں میری طرح کے طوطے نظر آئیں تو انہیں میرا حال بیان کر دینا کہ فلاں طوطا جو تمہارے لئے بے قرار رہتا ہے وہ ہمارے پاس قید میں ہے۔ اس طوطے نے تمہیں سلام کہا ہے اور تم سے اس قید سے نجات کے لئے رہنمائی چاہتا ہے۔ انہیں بتانا وہ کہتا ہے کہ کیا یہ مناسب بات ہو گی کہ میں تمہارے شوق اور فراق میں مر جاؤں۔ میں قیدِ تنہائی میں رہوں اور تم درختوں پر اور سبزہ زاروں میں رہو۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ روح کے طوطے کا حال بھی اسی طرح کا ہے لیکن اس پرندے کے ان اسرار سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ سوداگر نے طوطے کا یہ پیغام قبول کر لیا کہ وہ اس کے ہم جنس طوطوں کو یہ پیغام ضرور پہنچائے گا۔ جب وہ ہندوستان پہنچا اور اس نے اس کے ہم جِنس طوطے دیکھے تو سواری روک کر ان طوطوں کو آواز دی اور اپنے اس قید طوطے کا سلام اور پیغام پہنچایا۔ یہ پیغام سنتے ہی ان طوطوں میں سے ایک طوطا کانپ کر نیچے گرا اور تڑپ کے مر گیا۔ یہ دیکھ کر سوداگر بڑا پریشان ہوا کہ خواہ مخواہ پیغام پہنچا کر اس نے اس طوطے کی جان لے لی۔ شاید یہ مرنے والا طوطا اس قید طوطے کا رشتہ دار ہو اور اس کے غم نے اس کی جان لے لی۔

جب سوداگر ہندوستان سے واپس لوٹا تو اپنے ہر ملازم کے لئے کچھ تحفہ لے کر آیا۔ طوطے نے اس سے پوچھا کہ میرا تحفہ کہاں ہے تو اس پر سوداگر نے وہ تمام درد بھرا واقعہ سنایا۔ جب اس

قید طوطے نے یہ واقعہ سنا تو وہ بھی کپکپا کر پنجرے میں گر کر مر گیا۔ جب سوداگر نے اپنے خوبصورت طوطے کو یوں مرا ہوا دیکھا تو وہ خود بھی تڑپ کر رہ گیا اور آبدیدہ ہو گیا۔ سوداگر چلایا اے میرے خوش آواز پرندے، اے میرے خوبصورت پرندے، اے میرے ساتھی اور ہمراز یہ تجھے کیا ہوا ہے۔

سوداگر نے اس طوطے کو اٹھا کر اس پنجرے سے باہر پھینک دیا۔ سوداگر نے اسے جونہی باہر

پھینکا۔ طوطے نے فوراً اڑان بھری اور درخت پر جا بیٹھا۔ یہ دیکھ کر سوداگر حیران رہ گیا۔ سوداگر اس سے مخاطب ہوا کہ اے طوطے مجھے بھی اس راز سے کچھ بتا کہ تو نے یہ کیا کیا ہے۔ طوطا بولا کے اس ہندوستان کے طوطے نے مرنے کا بہانہ کر کے مجھے اپنے عمل سے یہ نصیحت کی تھی کے تو بول چال اور خوش الحانی ترک کر دے۔ تیری آواز نے تجھے قید کر لیا ہے۔ اس نے مجھے نصیحت کی کہ تو اپنے آپ کو مردہ بنالے تا کہ تو اس پنجرے سے نجات پائے۔ جس کسی نے اپنے حسن کو بڑھایا سینکڑوں آفتوں نے اس کا رخ کر لیا۔ نظر، غصہ اور حسد اس پر بارش کی طرح برسیں گی۔ دشمن حسد کریں گے اور دوست وقت کا ضیاع کریں گے۔ طوطے

نے سوداگر کو ایک دو نصیحتیں کی اور پھر اس کو الوداع کہہ دیا۔الوداع اے سوداگر تو نے مجھے قید اور تاریکی سے آزاد کر دیا۔اب میں اپنے وطن کو جاتا ہوں۔اللہ تجھے بھی کسی دن آزاد کرے ۔وہ طوطا خوشی خوشی اپنے اصل وطن ہندوستان کی طرف روانہ ہو گیا۔

تاجر نے کہا کے یہ میرے لئے ایک اچھی نصیحت ہے۔میں بھی اس طوطے کا راستہ اختیار کروں گا۔میری روح اس طوطے سے کم نہیں۔میری روح کو بھی اس جسم کے پنجرے سے آزادی حاصل کرنا ہے-

### 6.3.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں طوطے سے مراد انسان کی روح ہے اور پنجرے سے مراد انسان کا یہ جسم ہے جس میں روح قید ہے۔طوطے کا مرنا یا مرنے کا بہانا کر کے پنجرے سے آزاد ہونا اس بات کا سبق ہے کہ ہمیں اپنی جسمانی اور دنیاوی حدود سے آگے بڑھ کر اپنی روحانی صلاحیتوں کے ساتھ زندہ ہونا چاہیے۔تاکہ ہم ابدی حیات کی آزاد سرحدوں کی طرف بڑھ سکیں۔

## 6.4۔ خچر اور اونٹ

### 6.4.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**قصّہ شکایت اَستَر بہ اُشتر کہ من بسیار دَر رُو می اُفتم دَر راہ رفتن و تو کم می اُفتی چون است وجواب گفتنِ شتر مر اَستَر را**

خچّر کی اونٹ سے شکایت کا قصّہ کہ میں راستہ چلنے میں مُنہ کے بَل بہت گرتا ہوں اور تو نہیں گرتا یہ کیوں ہے؟ اور اونت کا خچّر کو جواب دینا

**اُشترُے را دید روزے اَسترے** — **چونکہ با اُو جمع شُد در آخرُے**

ایک خچّر نے ایک روز اونٹ کو دیکھا — جبکہ وہ دونوں ایک اصطبل میں اکٹھے ہوئے

**گفت من بسیار می اُفتم بُرو** — **دَر گریوہ وراہ ودَر بازار و کُو**

اُس نے کہا میں مُنہ کے بل بہت گرتا ہوں — ٹیلے اور راستہ میں اور بازار و کوچہ میں

**کز چہ دَر رُو می فتم بسیار من** — **دَر رہِ ہموار و ناہموار من**

میں مُنہ کے بل اکثر کیوں گرتا ہوں؟ — ہموار اور ناہموار راستہ میں

**خاصہ از بالایِ کہ تا زیرِ کوہ** — **در سَر آیم ہر زمانے از شِکوہ**

خصوصاً پہاڑ کے اوپر سے پہاڑ کے نیچے تک — ہر وقت خوف سے میں مُنہ کے بَل گر جاتا ہوں

**کم ہی اُفتی تو دَر رُو بہر حسیت** — **یا مگر خود جانِ پاکت دولتیست**

کیا سبب ہے؟ تو مُنہ کے بل نہیں گرتا ہے — شاید تیری جان عرفان سے مالامال ہے

**در سَر آیم ہر دَم و زانو زنم** — **پوز و زانوزاں خَطا پُر خوں کُنم**

میں ہر وقت سَر کے بل گرتا ہوں — اُس غلطی سے منہ اور گُھٹنے زخمی کر لیتا ہوں

کثرِ شود پالاں وَر ختم بَر سَرم  وز مکاری ہر زماں زخمے خورم

میرا بوجھ میرے سَر پر اُلٹا ہو جاتا ہے  اور یوں میں ہر وقت پٹتا رہتا ہوں

اے شُتر کہ تو مثالِ مومنی  کم فتی دَر رُو و کم بینی زنی

اے اونٹ! تو مومن کی طرح ہے  مُنہ کے بل نہیں گرتا ہے اور مار نہیں کھاتا

تو چہ داری کہ چُنیں بے آفتی  بے عثاری و کم اندر رُو فتی

تیرے پاس کیا ہے کہ تو ایسا بے مصیبت ہے  بغیر لغزش کے ہے اور مُنہ کے بَل نہیں گرتا

گفت گرچہ ہر سَعادت از خداست  دَر میانِ ما و تو بَس فرقہاست

اُس نے کہا اگرچہ بخت اللہ کی طرف سے ہے  ہم میں اور تجھ میں بہت فرق ہیں

سَر بُلندم من دو چشمِ من بُلند  بینشِ عالی اَمان ست از گزند

میرا سر اور دونوں آنکھیں بُلند ہیں  بُلندی سے دیکھنا تکلیف سے اَمن کا سبب ہے

از سَرِ کہ من بہ بینم پایِ کوہ  ہر گو و ہموارہ را من توہ توہ

میں پہاڑ کی چوٹی سے پہاڑ کی جڑ دیکھ لیتا ہوں  تہ بہ تہ ہر گڑھے اور ہموار زمین کو

ہمچُناں کہ دید آں صَدرِ اجل  پیش کارِ خویش تا روز اجل

جس طرح ایک نیک بزرگ نے دیکھ لیا  پہلے سے اپنے معاملہ کو موت کے دن تک

انچہ خواہد بُود بعدِ بست سال  داند اندر حال آں نیکو خِصال

جو بات بیس سال بعد ہو گی  وہ نیک خصلت اُس کو اسی وقت جانتے تھے

حال خود تنہا ندید آں متّقی  بلکہ حالِ مغربی و مشرقی

اُس متّقی نے صرف اپنا حال ہی نہیں دیکھا  بلکہ مغربی اور مشرقی کا (بھی دیکھا)

نور دَر چشم و دلش سازد سکن  بہر چہ سازد، پئے حُبُّ الوطن

نور، اُسکی آنکھ اور دل کو مسکن بناتا ہے  کیوں بناتا ہے؟ وطن کی محبت کی خاطر

| | |
|---|---|
| **ہمچو یوسفؑ کو بدید اوّل بخواب** | **کہ سُجودش کرد ماہ و آفتاب** |
| جیسے یوسفؑ نے پہلے سے خواب میں دیکھ لیا | کہ اُن کو چاند اور سورج نے سجدہ کیا |
| **از پسِ دَہ سال بلکہ بیشتر** | **انچہ یوسفؑ دیدہ بُد بَر کرد سَر** |
| دس سال کے بعد بلکہ اُس سے بھی زیادہ بعد | جو کچھ یوسفؑ نے دیکھا تھا، وہ ظاہر ہوا |
| **نیست آں ینظُر بِنورِ اللہ گزاف** | **نورِ ربّانی بُود گردوں شگاف** |
| مؤمن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پکی بات ہے | خدائی نور آسمان کو پھاڑنے والا ہوتا ہے |
| **نیست اندر چشمِ تو آں نُور رَو** | **ہستی اندر حِسّ حیوانی گرو** |
| جا، تیری آنکھ میں وہ نور نہیں ہے | تو حیوانی حِسّ میں پھنسا ہے |
| **تو زضُعفِ چشم بینی پیش پا** | **تو ضعیف و ہم ضعیفت پیشوا** |
| تو کم نظری سے صرف پاؤں تک دیکھتا ہے | تو کمزور ہے اور تیرا پیشوا بھی کمزور ہے |
| **پیشوا چشم ست دست و پایِ را** | **کُو بہ بیند جایِ را ناجایِ را** |
| ہاتھ اور پاؤں کا پیشوا آنکھ ہے | کیونکہ وہ صحیح اور غلط جگہ کو دیکھتی ہے |
| **دیگر آنکہ چشمِ من رَوشن تَرست** | **دیگر آنکہ خِلقتِ من اَطہرست** |
| علاوہ ازیں میری آنکھ زیادہ روشن ہے | علاوہ ازیں میری پیدائش پاک ہے |
| **زانکہ ہستم مَن زاَولادِ حلال** | **نے زاَولادِ زنا و اہلِ ضَلال** |
| کیونکہ میں حلال اولاد میں سے ہوں | نہ کہ زنا اور گمراہوں کی اَولاد |
| **تو زاَولادِ زنائی بے گماں** | **تیر کژ پرّد چو کژ باشد کماں** |
| تو یقیناً زنا کی اولاد ہے | تیر ٹیڑھا اُڑتا ہے جب کمان ٹیڑھی ہو |

## 6.4.2 شرح حکایت

ایک دفعہ ایک اونٹ اور خچر ایک اصطبل میں اکھٹے تھے۔ خچر نے اونٹ سے کہا کہ میں بازار اور کوچے میں، رستے اور ٹیلے پہ اکثر منہ کے بل گر جاتا ہوں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ میں ہر ہموار اور

ناہموار رستے پہ گر جاتا ہوں۔ خاص کر پہاڑی کے اوپر سے پہاڑی کے نیچے کی طرف آتے ہوئے میں پہلے خوف زدہ ہوتا ہوں اور پھر منہ کے بل گر جاتا ہوں۔ خچر نے کہا کہ کیا وجہ ہے، اے اونٹ تیرے ساتھ ایسا معاملہ کیوں نہیں ہوتا۔ شاید تو پاک جان ہے اور سعادت کی دولت سے مالا مال ہے۔
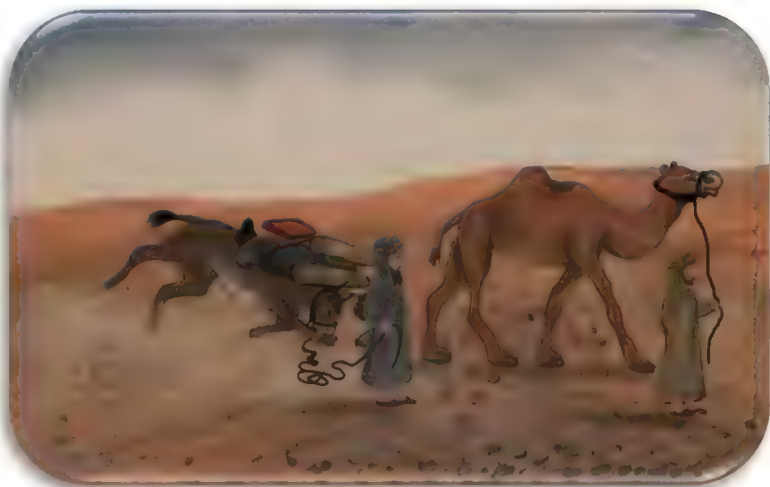
میں ہر وقت سر کے بل گرتا ہوں اور اپنا منہ اور گھٹنے رگڑ لیتا ہوں۔ مجھ پر لدھا ہوا سارا سامان میرے سر پر الٹا ہو جاتا ہے اور مالک سے الگ مار پڑتی ہے۔ خچر نے کہا میرا معاملہ اس بیوقوف کی طرح ہے جو کم ظرفی کی وجہ سے گناہ کر کے بار بار توبہ توڑ دیتا ہے۔ اس کمزوری کی وجہ سے اس کی عقل شیطان کے تابع رہتی ہے۔ وہ لنگڑے گھوڑے کی طرح ہر وقت منہ کے بل گرتا ہے اور غیب سے مسلسل سر پر چوٹیں کھاتا رہتا ہے۔ وہ بار بار کمزور ارادے سے توبہ کرتا ہے اور شیطان کی ایک پھونک سے ہی توبہ توڑ دیتا ہے۔ وہ روحانی اعتبار سے کمزور تر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ متکبر اتنا ہے کہ اولیاء کو ذلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ایک تو خود سعادت سے بہت دور ہے دوسرا وہ مسعود لوگوں کی تحقیر کی وجہ سے ان کی صحبت سے بھی مستفید نہیں ہو پاتا۔ اے اونٹ لیکن تو مومن کی طرح ہے تو منہ کے بل نہیں گرتا ہے تجھے زخم بھی نہیں لگتے

ہیں۔ تیرے پاس ایسی کیا چیز ہے کہ تو مصائب سے دور ہے۔ تجھ سے نفرتیں سرزد نہیں ہوتی اور تو منہ کے بل بھی نہیں گرتا۔

اونٹ نے جواب دیا اگرچہ ہر نیک بختی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن اے خچر ہم میں اور تم میں بہت فرق ہے۔ اونٹ نے کہا میرا سر بلند ہے میری دونوں آنکھیں بلند ہیں۔ بلندی سے دیکھنا بہت ساری تکلیفوں سے بچاتا ہے۔ میں پہاڑ کی چوٹی سے پہاڑ کی جڑ تک موجود ہر طرح کے گڑھوں اور اونچی نیچی زمین کو دیکھ لیتا ہوں۔ جیسے اللہ کے ولی پہلے سے اپنے معاملے کو موت تک دیکھ لیتے ہیں۔ وہ بات جو بیس سال بعد ہونی ہے وہ اللہ کے خاص نیک صفت ولی پہلے سے جان لیتے ہیں۔ اللہ کے متقی ولی صرف اپنا حال نہیں جان لیتے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں دوسروں کے احوال سے بھی آگاہی دیتا رہتا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ کا نور اس ولی کی آنکھ اور دل کو اپنا مسکن بنا لیتا ہے۔ اب وہ ولی اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس پر وہ چیزے عیاں ہوتی ہیں جو عام لوگوں پر نہیں ہوتی۔ جیسے یوسفؑ نے بہت سالوں پہلے دیکھ لیا تھا کہ سورج، چاند اور ستارے ان کو سجدہ کر رہے ہیں اور پھر کئی سالوں بعد جو یوسفؑ نے دیکھا تھا وہ ظاہر ہو گیا۔

یہ جو نبی پاکؐ نے مومن کے بارے میں فرمایا ہے کہ "ھو ینظر بنور اللہ" کہ مؤمن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ یہ کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہے بلکہ دراصل اللہ کا نور آسمانوں کو پھاڑنے والا ہوتا ہے اور وہ مؤمن کی نظر کو ظاہر کو پھاڑ کر حقیقت تک رسائی دیتا ہے۔۔ اونٹ نے خچر سے کہا تری آنکھ میں وہ نور نہیں ہے۔ تو حیوانی حس میں پھنسا ہوا ہے۔ تو آنکھ کی کمزوری کی وجہ سے صرف اپنے پاؤں کے آگے ہی دیکھتا ہے۔ تو کمزور ہے اور تیرا رہبر بھی کمزور ہے۔ ہاتھ اور پاؤں کا رہبر آنکھ ہوتی ہے۔ کیونکہ صحیح اور غلط کی جگہ کی پہچان اس کی ذمہ داری ہوتی ہے ۔اونٹ نے کہا اس کے علاوہ میری سعادت میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ میری آنکھیں زیادہ روشن ہیں اور یہ کہ میری خلقت بھی پاکیزہ ہے کیونکہ میں حلال اولاد میں سے ہوں نہ کہ زانی

اور گمراہوں کی اولاد سے۔ تو اے خچر یقیناً زنا کی اولاد سے ہے۔ جب کمان ٹیڑھی ہوتی تو تیر بھی ٹیڑھا اڑتا ہے۔

### 6.4.2 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں خچر سے مراد ایسا انسان ہے جو صرف حیوانی حواس میں پھنسا ہوا ہے۔ اور اپنا تمام تر وقت اور استعداد حیوانی حواس کے تقاضوں کو پورا کرنے میں صرف کر دیتا ہے۔ یوں وہ ہمیشہ نیچے کی طرف کھنچتا ہے اور اسکی ٹانگیں لڑکھڑا جاتی ہیں اور وہ اپنے اوپر لدے ہوئے بوجھ کے ساتھ زمین پر منہ کے بل گرتا ہے۔ جب کہ اُونٹ سے مراد وہ شخص ہے جو کہ بُلند نظر ہے اسکی نظر اور اس کی بصیرت اسکے حیوانی حواس سے بہت بُلند ہے۔ اسکی آنکھوں میں خاص روحانی نور ہے۔ وہ راستے میں بہت آگے تک دیکھ لیتا ہے۔ آنے والے حالات سے اللہ تعالیٰ اُسے برسوں پہلے آگاہ کر دیتے ہیں۔ اس حکایت کا دوسرا سبق تولد کا مسلمہ اصولوں پر ہونا ہے نہ صرف یہ کہ انسان کا جسمانی تولد مسلمہ اصولوں پر ہونا چاہیے بلکہ اس کا ذہنی، نفسیاتی اور روحانی تولد بھی مسلمہ اصولوں پر ہونا چاہیئے۔ کسی بھی تولد کی ابتدائی کجی اس کی پرورش کی دیواروں کو اُوپر تک ٹیڑھا کر دیتی ہے۔

# 6.5۔ قرآن کا ظاہر اور باطن

## 6.5.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**تفسیرِ حدیث اِنَّ لِلقُراٰنِ ظَھراً وَّبَطناً وَلِبطنِہٖ بَطن اِلٰی سَبْعۃِ اَبطُن۔**

اِس حدیث کی تفسیر کہ قُرآن کا ظاہر اور باطن ہے اور اُس کے بطن کا بطن ہے، سات بطنوں تک

**حَرف قرآں را بداں کہ ظاہِر ست**
**زیرِ ظاہِر باطِنے بَس قاہِر ست**

سمجھ لے کہ قرآن کے لفظ اُس کا ظاہر ہیں
اور ظاہر کے نیچے ایک مضبوط باطن ہے

**زیرِ آں باطِن یکے بَطنِ دِگر**
**خیرہ گردد اَندرو فکر و نَظر**

اُس بطن کے نیچے ایک دوسرا بطن ہے
جس میں فکر و نظر حیران ہو جاتی ہے

**زیرِ آں باطِن یکے بَطنِ سُوم**
**کہ درو گردد خِردہا جُملہ گُم**

اُس بطن کے نیچے ایک تیسرا بطن ہے
کہ اُس میں تمام عقلیں گُم ہو جاتی ہیں

**بَطنِ چارم از نُبی خود کس ندید**
**جُز خدائے بے نظیر و بے ندید**

قرآن کا چوتھا بطن کسی نے نہیں دیکھا
بے نظیر اور لاشریک خدا کے سِوا

**ہمچنیں تا ہفت بَطن اے ذُوالکرم**
**می شُمُر تو زیں حدیث مُعتَصم**

اے بھلے! اِسی طرح سات بطن تک
تو اِس محفوظ حدیث سے گِن لے

**تو ز قرآں اے پسر ظاہِر مبیں**
**دیو آدم را نہ بیند جُز کہ طیں**

اے بیٹا! تو قرآن کے (صرف) ظاہر کو نہ دیکھ
شیطان نے آدم کو سوائے مٹی کے کچھ نہ دیکھا

**ظاہرِ قرآں چو شخصِ آدمی ست**
**کہ نُقوشَش ظاہر و جانش خَفی ست**

قرآن کا ظاہر آدمی کے وجود کی طرح ہے
کہ نقش ظاہر ہیں اور اُس کی روح پوشیدہ ہے

**مرد را صد سال عَمّ و خال اُو**
**یک سَرِ موئے نہ بیند حالِ اُو**

سو سال تک انسان کے چچا اور ماموں
اُس کی باطنی حالت بال برابر بھی نہیں دیکھ سکتے

## 6.5.2 شرح حکایت

مولانا فرماتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ اس کا ظاہر ہیں اور ان الفاظ کے ظاہر کے نیچے معانی کا ایک مضبوط باطن ہے۔ پھر ایک بطن کے نیچے دوسرا بطن ہے۔ جس کے اندر غور و فکر کرنے سے عقل و نظر حیران رہ جاتے ہیں۔ پھر اس دوسرے بطن کے نیچے ایک تیسرا بطن ہے کہ جس کے اندر تمام عقلیں گم ہو جاتی ہیں۔ قرآن کا چوتھا بطن دیکھنے کی استطاعت انسان میں نہیں اور اسے

خدائے وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اسی طرح قرآن کے سات بطن ہے۔ جیسا کہ اوپر دی گئی حدیث مبارک میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کے فقط ظاہر کو ہی نہیں دیکھنا چاہیے۔ شیطان نے آدمی کو بس مٹی سے بنا ہوا ہی دیکھا۔ آدمی کی اصل عظمت اور رتبہ اس سے پوشیدہ رہا۔ قرآن کا ظاہر آدمی کے ظاہری وجود کی طرح ہے کہ اس ظاہری وجود میں صورت اور نقش تو نظر آتے ہیں لیکن اس کی روح پوشیدہ ہی رہتی ہے۔ اگر سینکڑوں سال اس کے چچا اور ماموں بھی لگے رہیں تو وہ کسی مردِ خدا کی باطنی حالت کو

بال برابر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ یعنی اللہ کے ولی کے قریبی افراد اس کے ظاہر سے تو آگاہ ہوتے ہیں لیکن اس ولی کے روحانی مدارج سے آگاہ ہونا ان کے بس میں نہیں ہوتا۔

### 6.5.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح قرآن پاک الفاظ ظاہر ہیں اور پھر ان میں معانی کے سات بطن ہیں۔ اور ان بطنوں میں عقلیں گم ہو جاتی ہیں۔ ایسے ہی آدمی کا ایک ظاہر ہے اور پھر اس کی حقیقت کے کئی بطن ہیں۔ ایک مومن کو اپنی شخصیت کے ان بطنوں کو جاننے کی کوشش بھی کرنی چاہیے نہ کہ صرف اسی مادی وجود کے حیاتیاتی اور نفسیاتی تلذذ میں تمام عمر گنوادی جائے۔

## 6.6۔ شیطان کا مسلمان ہونا

### 6.6.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**دربیان آنکہ نورے کہ غذائے جان ست غذائے جسمِ اولیاء میشود تااوہم یارمی شودرُوح راکہ اَسْلَمَ شَیطَانِی عَلٰی یدِیْ**

اس کا بیان کہ وہ نور جو روح کی غذا ہے وہ اولیاء کے جسم کی بھی غذا ہوتا ہے یہاں تک جسم روح کا دوست بن جاتا ہے کیونکہ آنحضورؐ نے فرمایا میرا شیطان میرے ہاتھ پر اسلام لے آیا ہے۔

**گرچہ آں مطعومِ جان ست و نظر** — **جسم راہم زاں نصیب ست اے پسر**

اگرچہ وہ نور روح اور نظر کی خوراک ہے — اے بیٹا! اس خوراک میں جسم کا بھی حصہ ہے

**گر نگشتے دیو جسم آں رااکول** — **اسلم الشیطاں نہ فرمودے رسول**

اگر جسم کا شیطان نور کھانے والا نہ ہوتا — تو رسول "شیطان اسلام لے آیا" نہ فرماتے

**دیوزاں لوُتے کہ مرُدہ حیؔ شود** — **تانیاشامد مسلماں کے شود**

شیطان اُس غذا کو جس سے مردہ زندہ ہوتا ہے — جب تک نہ پی لیتا مسلمان کب ہوتا

**دیو بر دنیاست عاشق کوروکر** — **عشق را عشقِ دگر برّد کمر**

شیطان دنیا پر اندھا اور بہرا عاشق ہے — عشق کی کمر دوسرا عشق ہی توڑتا ہے

**از نہانخانہ یقیں چوں مے چشد** — **اندک اندک عشق رخت آنجا کشد**

جب وہ یقین کے دفینہ سے شراب چکھتا ہے — تو عشق آہستہ آہستہ اس جگہ پڑاوُڈالتا ہے

**یا حَرِیْصَ الْبَطْنِ عَرِّجْ هٰكَذَا** — **اِنَّمَا الْمِنْهَاجُ تَبْدِیْلُ الْغِذَا**

اے پیٹ کے لالچی! اس طرف مائل ہو — غذا کی تبدیلی ہی اصل راستہ ہے

**یا مَرِیْضُ الْقَلْبِ عرِّج لِلْعِلاج جُمْلَةُ التَّدْ بِیرِ تَبْدِ یلُ الْمِزَاج**

اے دل کے مریض! علاج پہ دھیان دے — مزاج کا بدلنا ہی تدبیر ہے

**اَیُّهَاالْمحبُوْسُ فِیْ رَهْنِ الطَّعاماً وَّافِرًا** — **سَوْفَ تَنبخوُ اِنْ تَحَمَّلْتَ الْعِظَام**

| | |
|---|---|
| اے کہ تو بس کھانے کی قید میں ہے | جلد نجات پائیگا اگر تو نے کم کھایا |
| **اِنَّ فِی الجُوعِ طَعَا ماً وَّافِرًا** | **اِفْتَقِدْہ وَار تَجِ یَا نَا فِرًا** |
| بھوک میں بہت طرح کی خوراک ہے | اُسکو تلاش کر اور اُمید رکھ-اے بھاگنے والے |
| **اغتَذِبِالنُّوِرِ کُنْ مِثْلَ البَصرَ** | **الَامِلَاکَ یَا خَیرَ البَشَرَ** |
| نور سے غذا حاصل کر-آنکھ جیسا بن جا | اے خیر البشر !فرشتوں کی طرح بن جا |
| **چوں ملک تسبیح حق را کن غذا** | **تا رہی ہمچوں ملائک از اذاء** |
| فرشتہ کی طرح اللہ کی تسبیح کو غذا بنا لے | تا کہ تکلیف سے نجات پا جائے |
| **حبذا خوانے نہادہ در جہاں** | **لیک از چشم خسیساں بس نہاں** |
| دنیا میں بہت سے عمدہ کھانے ہیں | لیکن وہ کمینوں کی نگاہ سے چھپے ہوئے ہیں |

## 6.6.2شرح حکایت

حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ وہ نور جو روح اور نظر کی خوارک ہے اس نور کی خوراک میں جسم کا بھی حصہ ہے-یعنی جسم صرف سبزی گوشت نہیں کھاتا بلکہ وہ نور کی خوراک کو بھی استعمال کرتا ہے اور مستفید ہوتا ہے۔ وہ روحانی بلندی جو اخروی حیات کے لیے مطلوب ہے اس بلندی کو جسم اور روح مل کر ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے لیکن میرا شیطان میرے ہاتھ پر اسلام لے آیا ہے-اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا جسم بھی نور کی خوراک قبول کرنے والا ہے۔ جسم کا شیطان جب تک اس نور کی غذا کو جس سے مردے زندہ ہو جاتے ہیں نہ لے تو وہ مسلمان نہیں ہوتا۔ فرماتے ہیں کہ دیو یا شیطان یعنی جسم اس دنیا کا اندھا اور بہرا عاشق ہے-یعنی جسم کا میلان شدت سے حیوانی حواس اور صفات کی طرف ہے۔ جسم کے دنیا کے ساتھ اس عشق کو توڑنا خود جسم کے لیے ممکن نہیں بلکہ اس کے لیے کسی دوسرے عشق کہ ضرورت ہوتی ہے وہ دوسرا عشق نور کی غذا ہے کہ جب جسم اس نور کی

شراب کو چکھتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کا عشق دنیا کی تنگی سے ہٹ کر کائنات کی بڑی حقیقت کی طرف مائل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

فرماتے ہیں اے پیٹ کے لالچی اس نور کی غذا طرف مائل ہو۔ غذا کی تبدیلی ہی اصل راستہ ہے۔ اے دل کے مریض علاج کی طرف مائل ہو تیرا علاج مزاج کا تبدیل کرنا ہے۔ اپنے

مزاج کو صرف مادی فوائد تک محدود نہ کر بلکہ نوری یعنی اخروی مقاصد کا مزاج پیدا کر۔ بھوکا رہنے میں بہت غذا ہے۔ اس نورانی غذا کو تلاش کر جو جسم کی بھوک اور دل کی مادیت کی عدم رغبت سے حاصل ہوتی ہے۔ تو نور کی غذا کی تلاش میں آنکھ جیسا بن جا جو صرف نور کی خوراک کھاتی ہے۔ یعنی آنکھ چیزوں کو روشنی کی مدد سے دیکھتی ہے۔ تو خیر البشر یعنی اچھا انسان تب بنے گا جب تو فرشتوں کی موافقت کرے گا۔ اور فرشتوں کی طرح اللہ کی حمد و تسبیح کو اپنی غذا بنا لے گا۔ ایسے میں تو بھی ان کی طرح غم و حزن سے نجات پا جائے گا۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں ہاتھی کو دیکھو کتنا عظم الجثہ ہے لیکن اپنی اس جسامت اور کثیر خوراک سے اس میں یہ اہلیت بھی نہیں کہ ایک مچھر سے ہی اپنے آپ کو بچا لے۔ اس لیے جسمانیت سے کہیں زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ انسان اپنے اندر نورانیت پیدا کرے۔ فرماتے ہیں کہ دنیا میں نورانی قسم کے

بڑے اچھے اچھے کھانے بھی موجود ہیں لیکن ایسے نورانی کھانے کمینوں کی نگاہ سے چھپے ہوئے ہیں۔

### 6.6.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں مولانا روم بتاتے ہیں کہ اگر جسم نور کی غذا سے مسلسل محروم رہے تو وہ شیطانی اوصاف پہ پختہ ہو جاتا ہے۔ یہاں شیطانی اوصاف سے مراد حیوانی اوصاف ہیں۔ اللہ تعالٰی کے ولی اپنی روح کو روحانی غذا کھلاتے کھلاتے اپنے جسم کو بھی بتدریج اس روحانی خوراک کا عادی بنا لیتے ہیں۔ اسی بناپر نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے شیطان کو مسلمان کر لیا یعنی میرا جسم اور میری روح دونوں روحانی غذا سے پرورش پاتے ہیں۔ کسی بھی انسان کے تکمیلِ نفس کے سفر میں جسم کا یُوں روح کے تابع ہو جانا نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

## 6.7۔دیہاتی اور ریت کے بورے

### 6.7.1فارسی متن بمع ترجمہ

**قصہ اعرابی وریگ در جوال کردن وملامت کردن آں فلیسوف اورا**

ایک بدو اور اس کے بورے میں ریت بھرنے کا قصہ اور ایک فلسفی کا اس کو ملامت کرنا

| | |
|---|---|
| **یک عرابی بار کردہ اُشترے** | **یک جُوالے زفت از دانہ بُرے** |
| ایک بدو اونٹ پر لادے ہوئے | گندم کا ایک موٹا بورا لے جارہا تھا |
| **یک جُوال دیگر ش از ریگ پُر** | **ہر دو را اُو بار کردہ بر شتر** |
| دوسرا ایک بورا ریت سے بھرا ہوا | دونوں کو اس نے اونٹ پر لادا |
| **اُونشستہ بر سر ہر دو جُوال** | **یک حدیث انداز کرد او را سُوال** |
| وہ دونوں بوروں پر بیٹھ گیا | ایک سوال کرنے والے نے اُس سے سوال کیا |
| **از وطن پُرسید و آورد ش بگفت** | **وندراں پرسش بسے دُر ہا بسفت** |
| اس کا وطن پوچھا اور باتیں شروع کیں | ہر سوال میں بہت سے موتی پروئے |
| **بعد ازاں گفتش کہ ایں ہر دو جُوال** | **جیست آگندہ بگو مصدوق حال** |
| اس کے بعد کہا ان دونوں بوروں میں | کیا بھرا ہوا ہے؟ سچ کہنا |
| **گفت اندر ایک جُوالم گندم ست** | **درد گرر یگے نہ قوت مردم ست** |
| اس نے کہا میرے ایک بورے میں گندم ہے | دوسرے میں ریت ہے نہ کہ خوراک |
| **گفت تو چوں بار کردی ایں رمال** | **گفت تا تنہا نماند آں جُوال** |
| اس نے کہا تو نے یہ ریت کیوں لادی ہے؟ | اُس نے کہا تا کہ یہ دوسرا بورا اکیلا نہ رہے |
| **گفت نیم گندم آں تنگ را** | **درد گرریز از پے پاسنگ را** |
| اس نے کہا اس بورے کی آدھی گندم | توازن کے لیے دوسرے بورے میں کرلے |

تاشبک گردد جُوال وہم شتر　　گفت شاباش اے حکیم واہل و حُر

تاکہ بورے اور اونٹ ہلکے ہو جائیں اس نے کہا اے دانا اور اہل، شاباش

ایں چنیں فکر دقیق ورای خوب　　تو چنیں عُریاں پیادہ در لغوب

ایسی باریک سمجھ اور خوبصورت رائے　　لیکن تو ننگا، پیدل اور تھکا ہوا

رحمش آمد بر حکیم و عزم کرد　　کش بر اشتر بر نشاند نیک مرد

اُسے اس دانا پر ترس آگیا اور ارادہ کر لیا　　کہ وہ اُس بھلے آدمی کو اونٹ پر بٹھالے

باز گفتش اے حکیم خوش سخن　　شمہ از حال خود ہم شرح کن

پھر اس نے اس سے کہا اے خوش کلام دانا!　　کچھ اپنی حالت کی تفصیل بھی بتا

اینچنیں عقل و کفایت کہ تُراست　　تو وزیری یا شہی بر گوئی راست

ایسی عقل اور لیاقت جو تجھے حاصل ہو　　سچ بتا تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے؟

گفت ایں ہر دو نیم از عامہ ام　　بنگر اندر حال واندر جامہ ام

اس نے کہا دونوں نہیں، عام آدمی ہوں،　　میری حالت اور میرا لباس دیکھ لے

گفت اُشتر چند داری چند گاؤ　　گفت نے ایں و نہ آں مارا مکاؤ

اس نے کہا تیرے کتنے اونٹ اور گائیں ہیں　　کہا نہ یہ ہے نہ وہ ہے، مجھے زیادہ نہ کُرید

گفت رختت چیست بارے در دکاں　　گفت مارا کو دکان و کو مکاں

اس نے کہاں تیری دکان میں کیا سامان ہے　　کہا دکان کہاں ہے، مکان کہاں

نیست قوت و نے رخوت و نے قماش　　نے متاع و نیست مطبخ نیست آش

نہ کھانا ہے، نہ لباس اور نہ اسباب　　نہ سامان ہے، نہ کچن نہ کھانا

گفت پس از نقد پُرسم نقد چند　　کہ توئی تنہا رو و محبوب پند

اس نے کہا میں نقد پوچھتا ہوں کتنا نقد ہے؟　　کیونکہ تو اکیلا چل رہا ہے اور خوش نصیحت ہے

کیمیائے مس عالم با تو است　　عقل و دانش را گہر تو بر تو است

دنیا کے تانبے کی کیمیا تیرے پاس ہے　　عقل اور سمجھ کے موتی تہ بر تہ ہیں

گنجہا بنہادہ باشی بر مکاں  |  نیست عاقل ترز تو کس در جہاں

مکان پر تو نے خزانے جمع کر رکھے ہوں گے  |  تجھ سے زیادہ عقلمند دنیا میں کوئی نہیں ہے

گفت واللہ نیست یا وجہ العرب  |  در ہمہ ملکم وجوہ قوت شب

اس نے کہا خدا کی قسم اے عرب کے سردار  |  میری ساری ملکیت میں ایک رات کا کھانا بھی نہیں

پا برہنہ تن برہنہ می روم  |  ہر کہ نانے می دہد آنجا روم

ننگے پیر، ننگے بدن گھومتا ہوں  |  جو روٹی دے دیتا ہے وہاں چلا جاتا ہوں

مر مرا زیں حکمت و فضل و ہنر  |  نیست حاصل جز خیال و درد سر

مجھے اس دانائی، فضیلت اور ہنر سے سوائے فکر اور درد سر کے کچھ حاصل نہیں ہے

پس عرب گفتش کہ شو دور از برم  |  تا نہ بارد شومی تو بر سرم

تو بدو نے اس سے کہا میرے پاس سے دور ہو  |  تاکہ تیری بد بختی میرے سر پر نہ برس پڑے

دور بر آں حکمت شومت زِ من  |  نُطقِ تو شوم ست بر اہل زمن

اپنی منحوس دانائی کو مجھ سے دور لے جا  |  زمانہ والوں پر تیری باتیں بد بختی ہیں

یا تو آں سو رو من ایں سو می روم  |  ور تُرا رہ پیش من واپس شوم

تو اُدھر جا اور میں ادھر جاؤں  |  اور اگر تجھے آگے جانا ہے تو میں پیچھے جاتا ہوں

یک جوالم گندم و دیگر ز ریگ  |  بہ بود زیں حیلہائے مردہ ریگ

میرا ایک گندم کا بورا اور دوسرا ریت کا  |  ان ذلیل دتدبیروں سے بہت اچھا ہے

کیں جوال گندم و ریگم یقیں  |  بہ بُود زاں حکمت تو اے مہیں

میرا گندم اور ریت کا بورا یقیناً  |  اے ذلیل! تیری دانائی سے بہتر ہو گا

احمقی ام بس مبارک احمقی ست  |  کہ دلم با برگ و جانم متقی ست

میری بیو قوفی بہت مبارک بے وقوفی ہے  |  کہ میرا دل صاحب سامان ہے اور روح متقی ہے

گر تو خواہی ایں شقاوت کم شود  |  جہد کن تا از تو حکمت کم شود

اگر تو چاہتا ہے کہ یہ بد بختی کم ہو جائے  |  تو کوشش کر کہ تیری دانائی کم ہو جائے

**حکمتے کز طبع زاید وز خیال** — **حکمتے بے فیض نور ذوالجلال**

وہ دانائی جو خیال اور طبیعت سے پیدا ہو — وہ دانائی جو اللہ تعالیٰ کے نور سے بے فیض ہو

**حکمت دنیا فزاید ظن و شک** — **حکمت دینی برد فوق فلک**

دنیا کی سمجھ گمان اور شک بڑھاتی ہے — دین کی سمجھ آسمان پر لے جاتی ہے

**روبہان زیرک آخر زماں** — **بر فزودہ خویش بر پیشینیاں**

آخری زمانہ کی چالاک لومڑیوں نے — اپنے آپ کو اگلوں سے اچھا سمجھ رکھا ہے

**روبہان زیرک صاحب کمال** — **بر فزودہ خویش را ز اصحاب حال**

صاحب کمال، چالاک لومڑیوں نے — خود کو اصحاب حال سے بہتر سمجھ رکھا ہے

**حیلہ آموزاں جگر ہا سوختہ** — **حیلہا و مکرہا آموختہ**

حیلہ بازوں نے جگر جلا کر — حیلے اور مکر سیکھے ہیں

**صبر و ایثار و سخائے نفس و جود** — **باد دادہ کاں بُود اکسیر سُود**

انہوں نے صبر، ایثار، سخاوت اور بخشش — کو چھوڑ دیا ہے جو جو نفع کی اصل اکسیر ہے

**فکر آں باشد کہ بکشاید رہے** — **راہ آں باشد کہ پیش آید شہے**

سمجھ تو وہ ہے جس سے راستہ کھلے — راستہ وہ ہے کہ کوئی بادشاہ سامنے آجائے

**شاہ آں باشد کہ از خود شہ بود** — **نے بمخزنہا و لشکر شہ بود**

بادشاہ وہ ہوتا ہے جو خود بادشاہ ہو — نہ کہ خزانوں اور لشکر کی وجہ سے بادشاہ ہو

**تا بماند شاہی اُو سرمدی** — **ہمچو عز و ملک دین احمدی**

تا کہ اس کی بادشاہی ابدی رہے — جیسے دین احمدی کی بادشاہی اور عزت

**تا قیامت نیست شرعش را زوال** — **گشتہ دور از ملک اُو عین الکمال**

قیامت تک ان کی شریعت کو زوال نہیں ہے — نظرِ بد اُن کی سلطنت سے دور ہے

## 6.7.2 شرح حکایت

مولانا فرماتے ہیں کہ ایک بدو اپنے اونٹ پر ایک طرف گندم کی ایک بوری لادے ہوئے تھا اور دوسری طرف وزن برابر کرنے کے لیے اسی سائز کی ایک ریت سے بھری بوری لادی ہوئی تھی — وہ خود دونوں بوروں کے درمیان میں بیٹھا تھا۔ رستے میں ایک فلسفی نے اسے سلام کیا اور اس کا حال احوال پوچھا- اس کے بعد پوچھا کہ اس نے ان بوریوں میں کیا بھرا ہوا ہے بدو نے بتایا کہ ان میں سے ایک بوری میں گندم ہے اور دوسری بوری میں ریت۔ اس نے کہا تم نے یہ ریت کیوں لادی ہوئی ہے اس نے کہا تا کہ دوسری بوری عدم توازن سے گر نہ جائے۔

اس پر اس فلسفی نے کہا کیوں نہ تم پہلی بوری کی آدھی گندم دوسری بوری میں ڈال لو- ایسے میں توازن بھی برابر ہو جائے گا اور تم اور اونٹ اس ریت کے اضافی بوجھ سے بھی بچ جاؤ گے۔ یہ سن کر بدو نے کہا شاباش اے دانا اور شریف آدمی - تو اتنا عقلمند اور بہتر رائے دینے والا ہے — لیکن تو یوں پرانے لباس میں اور پیدل ہے - بدو کو اس دانا پر ترس آگیا اور اس نے چاہا کہ اسے اپنے اونٹ پر بٹھا لے۔

بدو دوبارہ مخاطب ہوا اور اسے کہا کہ وہ اپنے بارے میں کچھ بتائے کہ اتنا عقلمند ہے تو کیا کوئی بادشاہ ہے یا وزیر ہے۔ اس نے کہا میری غریب حالت کو دیکھو میں تو ایک عام آدمی ہوں- بدو نے کہا تیرے پاس کتنے اونٹ اور کتنی گائیں ہیں- اس آدمی نے جواب دیا میرے پاس کچھ نہیں کیوں کریدتے ہو۔ بدو نے کہا تیری کتنی دکانیں اور مکان ہیں اور ان میں کیا کیا سامان ہے- اس نے کہا نہ کوئی مکان ہے نہ دکان - کھانے پینے کے کچھ اسباب ہیں اور نہ ہی اچھے کپڑے۔ بدو نے کہا پھر تیرے پاس کچھ نقد تو ہو گا کیونکہ تو اکیلا پیدل چل رہا ہے اور نہایت عقلمند ہے۔ بدو نے کہا کہ تیری عقل کیمیا کی طرح ہے تو نے یقیناً اپنے مکان پر خزانے جمع کر رکھے ہوں گے- اس آدمی نے جواب دیا خدا کی قسم ایسا کچھ نہیں، میں تو بھوکا ننگا آدمی ہوں کوئی روٹی دے دے تو کھا لیتا ہوں۔ مجھے اس دانائی اور ہنر سے سوائے فکر اور دردِ سر کے کچھ حاصل نہیں۔

یہ سن کر بدو نے اسے کہا کہ چل مجھ سے دور ہو جا، تاکہ تیری بد قسمتی میرے سر نہ پڑ جائے۔ ایسی منحوس دانائی کو مجھ سے دور لے جا۔ تیری عقل تو سارے زمانے کے لیے بد بختی ہے تو اگر ادھر جارہاہے تو میں اُدھر جارہاہوں، اگر آگے جارہاہے تو میں پیچھے جارہاہوں۔ میری ایک گندم کی بوری اور ایک ریت کی تیری منحوس تدبیروں اور دانائی سے بہت اچھی ہیں۔ میری کم

عقل بہت مبارک چیز ہے کہ میرا دل سیر اب ہے اور میری جان مصیبتوں سے محفوظ ہے۔ تو بھی اگر چاہتا ہے کہ تیرے بد بختی کم ہو جائے تو کوشش کر کہ تیری دانائی کچھ کم ہو جائے۔ وہ دانائی جو طبیعت اور خیال سے پیدا ہوتی ہے جس کا حصول محض مادے کی جہت سے ہوتا ہے وہ اللہ کے نور سے بے فیض ہوتی ہے۔ دنیا کی سمجھ گمان اور شک بڑھاتی ہے جبکہ دین کی سمجھ روح انسانی کو آسمان پر لے جاتی ہے۔

اس آخری زمانے کی چالاک لومڑیوں نے اپنے آپ کو خوب بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے۔ یہ صاحب کمال چالاک لومڑیاں اپنے آپ کو صاحب حال اولیاء سے برتر سمجھتی ہیں۔ لیکن ایسا کیسے ہو سکتا ہے حیلہ بازوں نے حیلے اور مکر سیکھے ہوئے ہیں۔ صبر، ایثار، سخاوت اور مہربانی جیسی صفات جو انسان کو نفع پہنچانے کے لیے اکسیر ہیں، ان مکار اور حیلہ باز لوگوں نے ان

صفات کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ سمجھ تو وہ ہے جس سے راستہ کھلے۔اور راستہ وہ ہوتا ہے جو بادشاہ تک لے جائے اور بادشاہ وہ ہوتا ہے جو اپنی ذات میں بادشاہ ہوتا ہے۔جس کی بادشاہی ابدی ہوتی ہے جیسے دین احمدی کی بادشاہی ابدی ہے اور قیامت تک اس بادشاہی اور شریعت کو زوال نہیں۔

### 6.7.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں وہ دیہاتی جس نے گندم کے بورے کا وزن برابر کرنے کے لیے ریت کا ایک بورا دوسری طرف لادا ہوا تھا وہ ایسا شخص ہے جو اپنی زندگی کے امور میں سادہ اور مخلص ہے اور تلاش معاش میں پیچیدہ سوچ نہیں رکھتا۔ایسا آدمی دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں بھی یہی سادہ اور مخلص رویہ اپناتا ہے۔اس کے برعکس وہ آدمی جو اسے مشورہ دیتا ہے کہ ریت کی بوری کے بجائے گندم کو تقسیم کر کے دونوں طرف رکھ لو، وہ آدمی اپنے دنیاوی امور میں چالاک تر ہے اور ایسی ہی چالاکی اس کے دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں بھی جھلکتی ہے۔ دیہاتی کی سادگی اور آسان معاملہ کرنے کی عادت اسے جوابا ًخوشحال اور مالدار رکھتی ہے جبکہ اس عقلمند کی چالاکی اور دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہوشیاری جوابا ً اس کو پریشان حال رکھتی ہے اور اس کی زندگی کو مشکل تر بناتی ہے۔

## 7۔ کونسے اعمال روح کو بلندی عطا کرتے ہیں۔

کتاب کے اس حصہ میں آٹھ انتہائی سبق آموز حکایات کی روشنی میں ان اعمال کی نشاندہی کی گئی جو ہماری روحانی ترقی اور ہمارے نفس کی تکمیل میں ہماری مدد و معاون ہوتے ہیں۔

# 7.1۔ایک خاص درخت

## 7.1.1فارسی متن بمع ترجمہ

**جُستن آں درخت کہ ہر کو میوہ آں خورَد ہر گز نمیرد**

اس درخت کی تلاش کرنا کہ جو بھی اس کا میوہ کھائے گا کبھی نہیں مرے گا

| | |
|---|---|
| **گفت دانائے برائے داستاں** | **کہ درختے ہست در ہندوستاں** |
| ایک عقلمند نے داستان بیان کی ہے | کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے |
| **ہر کسے کز میوہ اُو خورد و بُرد** | **نے شود اُو پیر و نے ہر گز بمرُد** |
| کہ جس کسی نے اس کا میوہ کھالیا | نہ وہ بوڑھا ہوا اور نہ ہی کبھی مرا |
| **بادشاہے ایں شنید از صادقے** | **بر درخت و میوہ اش شدُ عاشقے** |
| ایک بادشاہ نے ایک سچے آدمی سے یہ سُن لیا | درخت اور اس کے پھل کا عاشق ہو گیا |
| **قاصدِ دانا ز دیوانِ آدب** | **سوئے ہندوستاں رواں کرد از طلب** |
| اپنے دربار کے ایک دانا قاصد کو | اس تلاش میں ہندوستان روانہ کیا |
| **سالہا می گشت آں قاصد ازو** | **گرد ہندوستاں برائے جستجو** |
| وہ قاصد کئی سال گھومتا رہا | ہندوستان کے چاروں طرف اس تلاش میں |
| **شہر شہر از بہر ایں مطلوب گشت** | **نے جزیرہ ماند نے کوہ و نہ دشت** |
| وہ اس مطلوب کی تلاش میں شہر شہر گھوما | نہ کوئی جزیرہ چھوڑا نہ پہاڑ نہ جنگل |
| **ہر کرا پرسید کردش ریشخند** | **کایں نجوید جُز مگر مجنون بند** |
| جس سے پوچھا اس نے مذاق اُڑایا | کہ ترے پاگل کے سوا یہ کوئی تلاش نہیں کرتا |
| **بس کساں صفعش زدند اندر مزاح** | **بس کساں گفتند کاے صاحب فلاح** |
| بہت سے لوگوں نے اس پر مذاق میں ہنسے | بہت سے لوگوں نے کہا اے نیک بخت! |

| | |
|---|---|
| **جستجوی چوں تو زیرک سینہ صاف** | **کے تہی ماند کجا باشد گزاف** |
| تجھ جیسے صاف دل اور عقلمند کی جستجو | کبھی خالی اور بے کار نہ جائے گی |
| **وین مرا عاتش یکے صفع دگر** | **ویں ز صفع آشکارا سخت تر** |
| یہ ہمدردی ایک دوسری قسم کی چپت تھی | یہ چپت اس مذاق سے زیادہ سخت تھی |
| **می ستودندش بتسخر کاے بزرگ** | **در فلاں اقلیم بس ہول وسترگ** |
| کچھ لوگ مذاق میں اس کی ستائش کرتے | فلاں خطرناک اور وسیع علاقے میں |
| **در فلاں بیشہ درختے ہست سبز** | **بس بلند و پہن وہر شاخیش گبز** |
| فلاں جنگل میں ایک سرسبز درخت ہے | بہت اونچا گھنا اور موٹی شاخوں والا ہے |
| **قاصد شہ بستہ در جُستن کمر** | **می شنید از ہر کسے نوع دگر** |
| شاہی قاصد درخت کی تلاش میں کمربستہ تھا | ہر کسی سے وہ ایک نئی بات سنتا تھا |
| **بس سیاحت کرد آنجا سالہا** | **می فرستادش شہنشہ مالہا** |
| وہ وہاں سالوں سفر کرتا رہا | بادشاہ اس کو خوب خرچہ بھیجتا رہا |
| **چوں بسے دید آندراں غُربت تعب** | **عاجز آمد آخر الامر از طلب** |
| مشقتیں برداشت کرنے کے بعد | ایک وقت آیا کہ وہ اس کی تلاش سے تھک گیا |
| **ہیچ از مقصود اثر پیدا نشُد** | **زاں غرض غیر خبر پیدا نشُد** |
| اسے اس مقصود درخت کا کچھ پتہ نہ چلا | باتوں کے سوا اس مقصود کی کچھ خبر نہ ہوئی |
| **رشتۂ اُمید اُو بگسستہ شُد** | **جُستۂ اُو عاقبت ناجُستہ شُد** |
| اس کی امید کا رشتہ ٹوٹ گیا | اس کی جستجو آخر ناممکن ہو گئی |
| **کرد عزم بازگشتن سوئے شاہ** | **اشک می بارید و می برید راہ** |
| اس نے بادشاہ کی طرف واپسی کا ارادہ کیا | وہ آنسو بہاتے ہوئے راستہ طے کر رہا تھا |

## شرح کردنِ شیخ سرآں درخت را با آں طالبِ مُقلِد

شیخ کا اس مقلد طلبگار کے لیے اس درخت کے راز کی شرح کرنا

بود شیخے عالمے قُطبے کریم
اندراں منزل کہ آئس شد ندیم

ایک نیک 'شیخ' عالم قطب تھا
اس مجلس میں جس میں وہ مایوس آ بیٹھا

گفت من نومید پیشِ او روم
ز آستانِ اُو براہ اندر شوم

بولا میں مایوس اس کے سامنے جاتا ہوں
تا کہ اس کے آستانے سے رستہ پاؤں

تا دُعائے اُو بُود ہمراہِ من
چونکہ نومیدم من از دلخواہِ من

تا کہ اس کی دعا میرا ساتھی بنے
چونکہ میں دلی مقصد سے ناامید ہو گیا ہوں

رفت پیش شیخ با چشمِ پُر آب
اَشک می بارید مانندِ سحاب

وہ روتا ہوا شیخ کے سامنے آیا
بادل کی طرح آنسو برساتا تھا

گفت شیخا وقتِ رحمت رافت ست
نااُمیدم وقتِ لُطف ایں ساعت ست

اس نے کہا اے شیخ رحمت و مہربانی
میں ناامید ہوں یہ مہربانی کا وقت ہے

گفت واگو کز چہ نومید یستت
چیست مطلوب تو رُو با کیستت

صاف بتا کہ تیری ناامیدی کس چیز سے ہے
تیرا مقصد کیا ہے اور تیرا رخ کس طرف ہے

گفت شاہنشاہ کردم اختیار
از برائے جُستنِ یک شاخسار

اس نے کہا بادشاہ نے میرا انتخاب کیا ہے
ایک درخت کی تلاش کے لیے

کہ درختے ہست نادِر در جہات
میوہ اُو مایہ آبِ حیات

کہ دنیا میں ایک ایسا نادر درخت ہے
جس کا پھل آب حیات کی طرح ہے

سالہا جُستم ندیدم زُو نشاں
جُز کہ طنز و تسخر ایں سرخوشاں

میں نے سالوں تلاش کیا پر اس کا نشان نہ دیکھا سوائے سب لوگوں کے طنز اور مذاق کے

شیخ خندید و بگفتش اے سلیم
ایں درخت علم باشد در علیم

شیخ ہنسا اور اس سے کہا اے سادے یہ درخت علم کا ہے، علیم کی طرف سے

بس بلند و بس شگرف و بس بسیط
آبِ حیوانے ز دریائے مُحیط

بہت بلند، بہت عجیب اور بہت پھیلا ہوا
ایک بڑا دریا، آب حیات کا

**تو بصورت رفتہ اے بے خبر** — **زاں ز شاخِ معنیٔ بے بار و بر**

اے بے خبر تو صورت کے پیچھے چل پڑا ہے — اسلیے معنی کی شاخ سے تجھے کوئی پھل حاصل نہ ہوا

**گہ درختش نام شد گہ آفتاب** — **گاہ بحرش نام گشت و گہ سحاب**

کبھی اس کا نام درخت بنا، کبھی سورج — کبھی اس کا نام سمندر رہوا کبھی بادل

**آں یکے کش صد ہزار آثار خاست کمتریں آثارِ اُو عمرِ بقاست**

اس اکیلے سے لاکھوں آثار پیدا ہوئے — اس کا کم ترین نتیجہ ہمیشہ کی زندگی ہے

**گرچہ فرد ست اُو اثر دارد ہزار** — **آں یکے را نام شاید بے شمار**

اگرچہ وہ ایک ہے، ہزار نتیجے رکھتا ہے — اس ایک کے شایان بے شمار نام ہیں

**آں یکے شخصے ترا باشد پدر** — **در حقِ شخصے دگر باشد پسر**

وہ ایک شخص جو تیرا باپ ہے — دوسرے شخص کے اعتبار سے وہ بیٹا ہے

**در حقِ دیگر بُود قہر و عدُو** — **در حقِ دیگر بُود لُطف و نکوُ**

کسی شخص کے حق میں وہ غصہ اور دشمنی ہے — کسی دوسرے کے حق میں وہ مہربانی اور نیکی

**در حقِ دیگر بود اُو عم و خال** — **در حقِ دیگر بُود ہیچ و خیال**

کسی کے لیے وہ چچا اور ماموں ہے — کسی دوسرے کے لیے ناچیز و خیال ہے

**صد ہزاراں نام واو یک آدمی** — **صاحب ہر وصفش از وصفے عمی**

وہ ایک شخص ہے اور لاکھوں نام ہیں — ایک وصف والا دوسرے وصف سے اندھا ہے

**ہر کہ جوید نام گر صاحب ثقہ است ہمچو تو نومید و اندر تفرقہ است**

جو نام کی متلاشی ہے چاہے وہ راسخ آدمی ہو — تیری طرح ناامید اور بکھرا ہوا ہے

**تو چہ بر چفسی بریں نام درخت** — **تا بمانی تلخ کام و شور بخت**

تو اس درخت کے نام سے کیوں چپکا ہوا ہے — اس چیز نے تجھے ناکام اور بدنصیب بنا دیا ہے

**صورت ظاہر چہ جوئی اے جواں** — **رو معانی را طلب اے پہلواں**

تو ظاہری صورت کو کیوں ڈھونڈتا ہے — اے بہادر۔ جا۔ معانی کو تلاش کر

| | |
|---|---|
| **صورت ظاہر بُود چوں قشر و پوست** | **معنٰی اندرو ے چو مغز اے یار و دوست** |
| ظاہری صورت چھلکے اور پوست کیطرح ہے | اور معنی اسکے اندر مغز کی طرح ہے |
| **در گذر از نام و بنگر در صفات** | **تا صفاتت رو نماید سوئے ذات** |
| نام سے گزر اور صفات کو دیکھ | تا کہ صفات، ذات کیطرف تیری راہنمائی کریں |
| **گم شوی در ذات و آسائی ز خود** | **چشم تو یک رنگ بیند نیک و بد** |
| ذات میں گم ہو کر، خود سے نجات پائے گا | تیری آنکھ سب کو ایک ہی رنگ سے دیکھے گی |
| **اختلاف خلق از نام اُو فتاد** | **چوں بمعنٰی رفت آرام اُو فتاد** |
| لوگوں میں جھگڑا الفاظ کی وجہ سے کھڑا ہوا | جب معنی کی طرف مڑے تو آرام میں آ گئے |

## 7.1.2شرح حکایت

حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ ایک عقلمند نے سمجھانے کی غرض سے یہ کہانی بیان کی تھی کہ ہندوستان مین ایک ایسا درخت ہے کہ جو بھی اس کا پھل کھا لے نہ تو وہ بوڑھا ہوتا ہے اور نہ اسے موت آتی ہے۔ایک بادشاہ نے یہ بات کسی نیک آدمی سے سن لی اور وہ اس درخت اور اس کے میوے کا مشتاق ہو گیا-اس بادشاہ نے اپنے دیوان میں سے ایک معتبر قاصد کو اس درخت کو تلاش کرنے اور اس کا پھل لانے کے لیے فارس سے ہندوستان بھیجا۔

بادشاہ کا یہ عقلمند قاصد سالوں اس درخت کی تلاش میں ہندوستان کے چاروں اطراف گھومتا رہا۔وہ اس مقصد کے لیے شہر شہر گھوما نہ کوئی جزیرہ چھوڑا نہ پہاڑ نہ جنگل-وہ ہر کسی سے اس درخت کے بارے میں پوچھتا۔لوگ اس کے سوال پر اس کا مذاق اُڑاتے اور اسے پاگل سمجھتے-کئی لوگ اس سے ہمدردی بھی کرتے اور سے کہتے کہ تو جب صاف دل اور دماغ کے ساتھ سچی طلب لے کر چل رہا ہے تو ایک دن ضرور اس درخت کو تلاش کر لے گا۔کوئی اسے کہتا کہ فلاں شہر میں ایک بڑا خاص درخت موجود ہے جو بڑا اونچا اور گھنا ہے-وہ جس کسی سے کچھ سنتا

اسی طرف روانہ ہو جاتا- وہ سالوں سفر کرتا رہا اور بادشاہ بھی اس کو پیچھے سے مال واسباب بھیجتا رہا۔

بہت عرصے تک مشقتیں برداشت کرنے کے بعد جب اسے وہ درخت نہ ملا تو اور اس کی امید کا سلسلہ ٹوٹ گیا تو اس نے بادشاہ کی طرف واپس جانے کا ارادہ کر لیا- وہ بادشاہ کی طرف واپس جا رہا تھا اور رستے میں آنسو بہاتا جاتا تھا۔ رستے میں اس نے ایک جگہ پڑاؤ کیا- اسی جگہ ایک شیخ، قطب، شریف النفس عالم بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس نے سوچا کیوں نہ میں ان شیخ کے پاس حاضر ہو اور ان سے دعائیں لوں تاکہ ان کی دعا میرے مقصد میں میرا ساتھی بنے۔ وہ روتا ہوا

شیخ کے پاس گیا اس کی آنکھوں سے لگاتار آنسو جاری تھے۔ اس نے شیخ کو اپنی ساری کہانی سنائی کہ کس طرح بادشاہ نے اسے اس درخت کا میوہ لانے کے لیے ہندوستان بھیجا تھا۔ جس کے کھانے سے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو جاتی ہے اور کس طرح وہ سالوں سے اس درخت کی تلاش میں سرگرداں رہا ہے- اس نے بہت سے لوگوں کا مذاق برداشت کیا ہے اور ہر طرح کی مشقتوں سے گزرا ہے- اس نے بتایا کہ وہ اب اس تلاش سے مایوس ہو گیا ہے۔

جب شیخ نے اس کی باتیں سنیں تو فرمایا اے بھولے انسان تو صورت تلاش کرتا رہا اور معنویت کو بھول گیا۔ وہ درخت جس کی تجھے تلاش ہے جس کا پھل کھانے سے آدمی مرتا نہیں وہ علم کا درخت ہے علم حقیقی اپنے حاصل کرنے والے کو دائمی زندگی عطا فرماتا ہے- جب ایسے شخص کی غذا علم بن جاتا ہے جو کہ نور ہے تو پھر اس شخص کا حشر نورانیوں کا سا ہو جاتا ہے اور وہ جسمانی موت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ اے شخص تو اس درخت کے ظاہری نام کے ساتھ کیوں چپک گیا ہے۔ ایسے تو تو ناکام اور بد نصیب ہی رہے گا۔ تو ظاہری صورت کو کیوں تلاش کرتا ہے، ظاہری صورت تو چھلکے اور پوست کی طرح ہے۔ حقیقت اور معنویت اس پوست اور چھلکے کے اندر گودے کی طرح ہے- تو نام سے آگے بڑھ اور صفات کو دیکھ تا کہ وہ صفات پھر ذات تک یعنی ذات الٰہی تک تیری رہنمائی کریں۔ جب تو ذات میں گم ہو جائے گا اور اپنی خودی سے نجات پائے گا تو تیری آنکھ اچھے برے کو یکساں دیکھے گی۔ مخلوق کے اندر سارے جھگڑے نام اور الفاظ کی وجہ سے ہیں جب وہ معنویت کی طرف بڑھتے ہیں تو سارے جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں اور انہیں راحت مل جاتی ہے۔

### 7.1.3 خلاصہ حکایت

اِس حکایت میں حضرت مولانا علم کی افادیت بتاتے ہیں کہ علم گویا آبِ حیات ہے۔ جِس طرح جِسم مٹی سے ہے اور مٹی سے پیدا ہونے والی خوراک دال، چاول، سبزی، فروٹ سے نشو نما پاتا ہے ایسے ہی روح جسے اللہ تعالیٰ نے آدم میں پھونکا تھا۔ اِس کا تعلق علوی جہت سے ہے۔ اور اِس کی خوراک نورانی اور آسمانی علم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات علیم ہے اور جو کوئی بھی اِس کے اذن سے حصول علم کرتا ہے، وہ علم کے درخت سے فیض یاب ہوتا ہے اور یہ فیض یابی اس کے نفس کی تکمیل کر کے اسے ابدی حیات سے ہمکنار کرتی ہے۔

# 7.2۔ عقل اور جبرائیل

## 7.2.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**تشبیہ عقل بجبرئیل و نظرِ اودر غیب مانندِ نظر جبرئیل ؑ در لوحِ محفوظ**

عقل کی حضرت جبرئیل سے مشابہت اور اُس کی نظر کا غیب پر حضرت جبرئیل کی طرح ہونا

**چوں ملک از لوحِ محفوظ آں خرد** — **ہر صباحے درس ہر روزہ بَرد**

عقل، فرشتہ کی طرح لوحِ محفوظ سے — ہر صبح کو ہر دن کا سبق حاصل کر لیتی ہے

**بر عدم تحریرہا بیں بابیاں** — **واں سوادش حیرت سَودائیاں**

عدم میں بیان کی گئی تحریریں دیکھ — اُن کی سیاہی دیوانوں کے لئے حیرت ہے

**ہر کسے شد بر خیالے ریش گاوٗ** — **گشتہ در سودائے گنجے گنج کاوٗ**

ہر شخص کسی خیال میں احمق بنا ہوا ہے — خزانے کے خیال میں پاگل ہو رہا ہے

**از خیالے گشتہ شخصے پُر شکوہ** — **روئے آوردہ بمعدنہائے کوہ**

ایک شخص خیال کی وجہ سے پُر شکوہ ہے — پہاڑ کی کانوں کی جانب رُخ کئے ہوئے ہے

**وز خیالے آں دگر باجہدِ مُر** — **رُو نہادہ سُوئے دریا بہرِ دُر**

دوسرا ایک خیال کی وجہ سے مشقت میں — موتیوں کے لئے دریا کی جانب رُخ کئے ہوئے ہو

**واں دگر بہرِ ترہب در کنشت** — **واں یکے اندر حریصی سُوئے کشت**

دوسرا رہبانیت کے لئے گرجا گھر میں ہے — دوسرا کھیتی باڑی کی لالچ میں ہے

**از خیال آں رہزن رستہ شُدہ** — **وز خیال ایں مرہم خَستہ شُدہ**

کوئی خیال کی وجہ سے راستے کا ڈاکو بنا — کوئی خیال کی وجہ سے زخمی کا مرہم بنا

| | |
|---|---|
| **در پَرِی خوانی یکے دل کردہ گُم** | **بر نجوم آں دیگرے بنہادہ سُم** |
| ایک نے حاضرات میں دل کو گم کر دیا ہے | دوسرے نے ستاروں پر قدم رکھا ہے |
| **آں یکے در کشتی از بہرِ رباح** | **آں یکے با فسق و دیگر باصلاح** |
| ایک نفع کے لئے کشتی میں ہے | ایک فسق میں ہے اور دوسرا نیکی میں |
| **ایں رَوشہا مختلف بیند بُروں** | **زاں خیالاتِ ملوّن زاندروں** |
| باہر یہ مختلف روشیں نظر آتی ہیں | اندر کے رنگارنگ خیالات کی وجہ سے |
| **ایں دراں حیراں شدہ کاں بر چہ ست** | **ہر چشندہ آں دگر را نافی ست** |
| یہ حیران ہے کہ یہ (خیالات) کس بنا پر ہیں | ہر چکھنے والا دوسرے کا منکر ہے |
| **آں خیالات اَر نیند ناموتلف** | **چوں زبیروں شد روشہاد مختلف** |
| اگر یہ خیالات مختلف نہیں ہیں؟ | تو بیرونی روشیں کیوں مختلف ہیں |
| **قبلۂ جاں را چو پنہاں کردہ اند** | **ہر کسے رُو جانبے آوردہ اند** |
| چونکہ انہوں نے روح کے قبلہ کو چھپا دیا ہے | ہر شخص کسی خاص جانب منہ کئے ہوئے ہے |

## 7.2.2 شرح حکایت

انسانی عقل فرشتہ کی طرح ہے وہ ہر صبح لوحِ محفوظ سے اس دن کا سبق حاصل کرتی ہے۔ یعنی جس طرح جبرئیل علیہ السلام لوحِ محفوظ سے پڑھتے ہیں اسی طرح عقل بھی غیب کو دیکھتی اور پڑھتی ہے۔ عدم میں ایسی تحریریں موجود ہیں کہ اہلِ عشق ایسی تحریروں کو پڑھتے اور سنتے ہیں اور حیران ہوتے رہتے ہیں۔

لیکن عام آدمی کسی نہ کسی خیال میں احمق بنا ہوا ہے۔ کوئی آدمی خیال کی وجہ سے پہاڑوں میں قیمتی پتھر تلاش کر رہا ہے۔ اور کوئی دوسرا کسی خیال کی وجہ سے کسی اور کوشش میں مبتلا ہے۔ کوئی موتیوں کی تلاش میں اپنا رخ دریاؤں کی طرف کئے ہوئے ہے۔ کوئی گرجا گھر میں رہبانیت اختیار کیے بیٹھا ہے تو کوئی دوسرا کھیتی باڑی کی حرص میں ہے۔ کوئی خیال کی وجہ سے

راہزن بنااور کوئی دوسرا خیال کی وجہ لوگوں کے زخموں پر مرہم رکھنے والا بنا۔ کوئی خیال کے زیرِ اثر جادو ٹونوں میں لگ جاتا ہے اور کوئی دوسرا اپنا قدم ستارروں پر رکھ دیتا ہے۔ کوئی نفع کمانے کے لیئے کشتی چلارہاہے۔ کوئی گناہ میں مبتلا ہے اور کوئی نیکی میں۔ یہ جو لوگوں کی باہر کی کیفیت میں اختلاف ہے یہ دراصل ان کے اندروں کے خیالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔

ایک آدمی حیران ہوتاہے کہ وہ دوسرا کیوں ویسا ہے۔ ہر ایک خیال کے چکھنے والا دوسرے کا منکر ہوتاہے۔

یہ بیرونی روشیں اسی لیئے مختلف ہیں کہ دراصل اندرونی خیالات مختلف نوعیت کے ہیں۔ دراصل لوگوں نے اپنی ارواح کے قبلہ کو چھپادیا ہے۔ یعنی وہ عقلِ خالص سے محروم ہیں اور یوں اس جبریلی وصف سے محروم ہو کر اپنے اپنے خیالات کے دریا کی موجوں میں بہہ رہے ہیں۔ قبلہ نظر نہ آنے کی صورت میں ہر ایک نے مختلف سمت میں رخ کیا ہوا ہے۔

### 7.2.3 خلاصہ حکایت

اِس حکایت میں حضرت مولانا بتاتے ہیں کے قلب کی بیداری کے بعد جو فراست پیدا ہوتی ہے اِس میں ملکوتی رنگ ہوتا ہے۔ وہ فراست یا عقل فرشتوں کی طرح لوحِ محفوظ سے پڑھنے والی ہوتی ہے اور اانسانی رہنمائی کا سامان کرتی ہے-دُنیا میں لوگ رنگار نگ خیالات کی وجہ سے رنگا رنگ حالات میں ہیں۔ کوئی فسق میں ہے کوئی نیکی میں ہے کوئی خیال کی وجہ سے ڈاکو بن گیا ہے اور کوئی خیال کی وجہ سے ستاروں پر قدم رکھ رہا ہے۔ ہر کوئی کسی طرف منہ کئے ہوئے ہے ۔ یہ سب فرق اس لیے ہے کہ انہوں نے اپنے آپ سے اپنی روح کا قِبلہ چھُپا دیا ہے اور انہیں اپنی ذات کی حقیقی معرفت نہیں-اِس لئے جدھر زمینی عقل ہانکتی ہے اُدھر ہی چل دوڑتے ہیں۔

# 7.3۔انگور پر لڑائی

## 7.3.1فارسی متن بمع ترجمہ

**بیانِ منازعت کردن چہار کس جہت انگور باہم گر بعلّت آنکہ زبانِ یکدیگر رانمی دانستند**

انگور کے معاملہ میں چار شخصوں کا آپس میں جھگڑنے کا بیان کیونکہ وہ ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تھے

**چار کس را داد مردے یک درم** — **ہر یکے از شہرے افتادہ بہم**

ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک درہم دیا — جو مختلف شہروں سے آپس میں مل گئے تھے

**پارسی و تُرک و رُومی و عَرب** — **جُملہ باہم در نزاع و در غضب**

ایرانی اور ترکی اور رومی اور عربی — سب آپس میں لڑائی اور غصہ میں تھے

**پارسی گفتا کہ ایں راچوں کُنم** — **ہیں بیاتا ایں بانگوری دہم**

ایرانی نے کہا کہ اس کا کیا کروں — ہاں، اس کو انگور والے کو دیدوں

**آں یکے دیگر عرب بُد گفت لا** — **من عِنَب خواہم نہ انگور اے دغا**

ایک دوسرا عرب تھا اس نے کہا نہیں — اے دغا باز! میں عنب چاہتا ہوں نہ کہ انگور

**آں یکے تُرکی بُد اُو گفت اے کوزم** — **من نمی خواہم عنب خواہم اوزم**

ایک ترکی تھا اُس نے کہا اے احمق! — عنب نہیں، میں اوزم چاہتا ہوں

**آں یکے رُومی بگفت ایں قیل را** — **ترک کن خواہیم استافیل را**

اُس ایک رومی نے کہا اس بات کو — چھوڑ مجھے استافیل چاہیے

**در تنازُع آں نفر جنگی شدند** — **کہ زسرنامہا غافل بُدند**

وہ جماعت جھگڑے میں پڑھ گئی — کیونکہ وہ ناموں کے معنٰی سے ناواقف تھے

مُشت بر ہم می زدند از ابلہی | پُر بدند از جہل واز دانش تہی
---|---
حماقت سے مکے بازی کرنے لگے | وہ نادانی سے پر اور عقل سے خالی تھے
صاحب سرے عزیزے صد زباں | گر بدے آنجا بدادے صُلح شاں
معنٰی کو سمجھے والا بزرگ سوز بانیں جاننے والا | اگر وہاں ہوتا تو اُن میں صلح کرا دیتا
پس بگفتے اُو کہ من زیں یک درم | آرزوئے جملہ تاں رامی خرم
وہ کہہ دیتا کہ میں اُس ایک درہم سے | تم سب کی تمنا خرید دیتا ہوں
چونکہ بسپارید دل را بے دغل | ایں درم تاں می کند چندیں عمل
جب بغیر کھوٹ کے دل میرے سپرد کرو گے | تمہارا یہ درہم ڈیر سارے کام کردے گا
یک درم تاں می شود چار اَلمُراد | چار دشمن می شود یک ز اتحاد
خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا ایک درہم چار بن جائیگا | اتحاد سے چار دشمن ایک ہو جائیں گے
گفت ہر یک تاں دہد جنگ و فراق | گفتِ من آرد شمار اِتّفاق
اب ہر ایک کی بات لڑائی پیدا کر رہی ہے | میری گفتگو تم میں اتفاق پیدا کر دے گی
پس شما خاموش باشید اَنصِتوا | تا زباں تاں می شوم در گفتگو
پس تم خوموش ہو جاؤ، چپ رہو | تا کہ گفتگو میں میں تمہاری زبان بن جاؤں
گر سخن تاں می نماید یک نمط | در اثر مایہ نزاع ست و سَخَط
اگرچہ تمہاری بات سیدھی نظر آتی ہے | لیکن نتیجہ میں غصہ اور لڑائی پیدا کرتی ہے
گر سخن تاں در توافق موثق ست | در اثر مایہ نزاع و تفرق ست
اگرچہ تمہاری بات باہمی موافق ہے | لیکن نتیجہ میں جھگڑا اور تفرقہ پیدا کرتی ہے
چوں سُلیماںؑ کز پے حضرت بتاخت | اُو زبانِ جُملہ مرغاں را شناخت
جبکہ سلیمانؑ اللہ کے دربار کی طرف دوڑے | تو انہوں نے تمام پرندوں کی زبان سیکھ لی
در زمانِ عدلش آہو با پلنگ | اُنس بگرفت و بُروں آمد ز جنگ
انکے انصاف کے دور میں ہرن چیتے سے | مانوس ہو کر لڑائی سے بر طرف ہو گیا

**شد کبوتر ایمن از چنگالِ باز** | **گوسفند از گرگ ناورد احتراز**

کبوتر باز کے پنجے سے محفوظ ہو گیا | بکری نے بھیڑئے سے اعراض نہ کیا

**اُو میانجی شد میانِ دشمناں** | **اِتحادے شد میانِ پَرزناں**

سلیمان دشمنوں میں ثالث بن گئے | پرندوں میں اتحاد ہو گیا

**تو چو مورے بہرِ دانہ میدوی** | **ہیں سلیمانؑ جو چہ می باشی غوی**

تو چیونٹی کی طرح دانہ کے لیے دوڑتا ہے | سلیمانؑ کی جستجو کو کیوں نہیں کرتا؟

**مرغ جانہا را دریں آخر زماں** | **نیست شاں از ہمد گر یکدم اماں**

اس آخری زمانہ میں جانوں کے پرندوں کو | ایک دوسرے سے تھوڑی دیر بھی امن نہیں

**ہم سلیماںؑ ہست اندر دور ما** | **کو دہد صلح و نماند جور ما**

ہمارے زمانے میں بھی سلیمانؑ موجود ہے | جو صلح کرا سکتا ہے کہ ہمارے ظلم باقی نہ رہیں

**قولِ انّ مِّن اُمۃ را یاد گیر** | **تا بہ الا وَ خَلَا فِیۡهَا نَذِیۡر**

''ان من امۃ'' کا قول یاد کر لے | ''الا و خلا فیھا نذیر'' تک

**گفت خود خالی نبود ست اُمّتے** | **از خلیفہ حق و صاحب ہمتے**

اللہ نے فرمایا کوئی اُمت خالی نہ ہو گی صاحبِ دل اور اللہ کے خلیفہ سے

**مرغ جانہا را چُناں یکدل کند** | **کز صفا شاں بے غش و بے غل کند**

وہ جانوں کے پرندوں کو یک دل بنا دیگا | انکو کھرا اور صاف کر دے گا

**مُشفقاں گردند ہمچوں والدہ** | **مُسلموں را گفت نفس واحدہ**

وہ ماں کی طرح شفیق بن جائیں گے | اللہ نے مسلمانوں کو ایک جان فرمایا ہے

**نفس واحد از رسول حق شدند** | **ورنہ ہر یک دشمن مُطلق بُدند**

عرب رسول حق کی وجہ سے ایک جان ہو گئے ورنہ ہر ایک مطلقاً دشمن تھا

**اتحاد خالی از شرک و دوئی** | **باشد از توحید بے ما وُ توئی**

وہ اتحاد جو شرکت اور دوئی سے خالی ہو | وہ توحید کے ساتھ ما و شما سے ماورا ہو جاتا ہے

## 7.3.2شرح حکایت

ایک شخص نے چار آدمیوں کے گروہ کوایک درہم دیا۔ یہ لوگ مختلف شہروں سے اکھٹے ہوئے تھے۔ان میں سے ایک ایرانی تھا،ایک ترکی،ایک رومی اور ایک عربی۔ یہ چاروں ایک درہم ملنے پر آپس میں لڑپڑے ان میں اتفاق نہیں ہورہا تھا کہ وہ اس درہم سے کیا خریدیں۔

ایرانی نے سوچا کہ اس کا کیا کرے، پھر اس نے باقیوں سے کہا کہ میں اس کا انگور خریدنا چاہتا ہوں- یہ سن کر عرب نے کہا نہیں نہیں بالکل نہیں میں اس درہم سے عنب خریدنا چاہتا ہوں۔ عربی کی بات سن کر ترکی نے کہا مجھے عنب کھانے کی کچھ خواہش نہیں میں تو اس درہم سے اوزم خریدنا چاہتا ہوں- اس پر ررومی نے کہا یہ سب چھوڑو ہم اس درہم سے استافیل خریدتے ہیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ پس خاموش ہو جاؤ کیونکہ وہ زبان جو تم جانتے ہو جھگڑا پیدا کرتی ہے۔ خاموش رہو تا کہ تمہیں سمجھ کے معاملے میں تائید ایزدی حاصل ہو۔اگرچہ تمہاری بات عام طور باہمی موافقت پیدا کرتی ہے لیکن نتیجۃ جھگڑے اور تفرقے کا باعث بنتی ہے-یعنی تمہارا فہم عارضی موافقت پیدا کرتا ہے اور پھر واپس جھگڑے کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ جیسے سرکہ گرم کرنے کے باوجود بھی ٹھنڈی تاثیر رکھتا ہے اور انگور کا رس برف بننے کے بعد بھی گرم تاثیر رکھتا ہے،اسی طرح ہمارے مزاج عارضی موافقت سے فوراً اپنی اصل کی طرف واپس پلٹ جاتے ہیں اور خوامخواہ کی الجھن تفریق اور جھگڑا پیدا کرتے ہیں۔ کسی ماہر استاد اور شیخ کی بات اتفاق پیدا کرتی ہے جبکہ اہل حسد اور کوتاہ اندیش کی بات تفرقہ پیدا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ہم نے ہر قوم میں تنبیہ کرنے والا بھیجا ہے۔ کوئی قوم صاحب عرفان، اللہ کے خلیفہ سے خالی نہیں ہے۔ ایسا صاحب عرفان لوگوں کی جانوں کو ایسا پاکیزہ قلب بنادیتا ہے جس میں کھوٹ اور کینہ باقی نہیں رہتا۔ وہ ماؤوں کی طرح شفیق بن جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو آپس میں دشمن تھے رسول حق کی وجہ سے یک جان ہو گئے تھے۔ توحید آدمی کو شرک اور ما و شما سے پاک کر دیتی ہے۔ جب حضرت سلیمان اللہ تعالیٰ کے دربار کی طرف

متوجہ ہوئے تو انہوں نے تمام پرندوں کی زبان سیکھ لی۔ ان کے دور میں تمام جانور اور پرندے ایک دوسرے کے خوف سے مامون ہو گئے۔ کبوتر، باز کے پنجے سے محفوظ ہو گیا اور بکری بھیڑیے سے محفوظ ہو گئی۔ یوں سلیمان علیہ السلام ان کے درمیان ثالث بن گئے اور جانوروں اور پرندوں میں اتحاد ہو گیا۔ یعنی سلیمان علیہ السلام زیادہ زبانیں جاننے سے امور کی حکمت تک پہنچ گئے اور اس امور کی حکمت نے سارے تضاد ختم کر دیے اور اتحاد پیدا کر دیا۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اے انسان تو کیوں چیونٹی کی طرح دانے کے پیچھے دوڑ رہا ہے تجھے اپنی استعداد کے لحاظ سے سلیمان کی جستجو کرنی چاہیے نہ کہ چیونٹی کی۔ دانوں کی تلاش کرنے والے کے لیے دانہ ایک جال بن جاتا ہے جبکہ سلیمان تلاش کرنے والے کو سلیمان بھی ملتا ہے اور

دانہ بھی۔ ہمارے زمانے میں بھی سلیمان موجود ہے جو صلح کرا سکتا ہے تاکہ کوئی جور و ظلم باقی نہ رہے—وہ چار آدمی جو اصل میں سب انگور کی طلب ہی رکھتے تھے لیکن اپنی کم سمجھی کی بنیاد پر ایک دوسرے سے الجھ رہے تھے۔ کوئی سلیمان ہی جو تمام زبانوں پر عبور رکھتا ہو ان کو اس جگڑنے سے بچا سکتا ہے۔

### 7.3.3 خلاصہ حکایت

اِس حکایت پر حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ چیزوں کا ظاہری علم محض الفاظ کی بنیاد پر اور ان کے اصل حقائق سے لاعلمی تفرقہ بازی اور جھگڑے کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دُنیا کبھی بھی صاحبِ باطن لوگوں سے جو اشیاء اور امور کو ان کی اصل سے جانتے ہیں خالی نہیں ہوتی۔ ایسے وقت میں یقیناً اللہ کے ایسے خُلفاء کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ عرب کے بے شُمار جھگڑے ایک رسول کی تعلیمات سے دُور ہو گئے تھے۔ نورِ وحدت ماو شما کے اختلافات کو یکسر ختم کر دیتا ہے۔

# 7.4۔ نفس مطمئنہ اور سادگی

## 7.4.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**در بیان آنکہ صفاو سادگی نفسِ مُطمئنہ از فکر تہا مشوش میشود چناچہ بررُوی آئنیہ چیزے نویسی اگر چہ پاک کنی داغے و نقصانے بماند**

اِس بات کا بیان کہ محض فلسفیانہ افکار سے نفس مُطمئنہ کی صفائی اور سادگی متاثر ہوتی ہے جیسا کہ تو آئینہ پہ کوئی چیز لکھے اگرچہ دھوڈالے داغ باقی رہ جاتا ہے۔

**رُویِ نفس مطمئنہ در جسد** | **زخم ناخنہائے فکرت می کشد**
جسم میں نفسِ مطمئنہ کا چہرہ | فکر کے ناخنوں سے زخمی ہو جاتا ہے

**فکرتِ بد ناخنِ پُر زہر داں** | **می خراشد در تعمق رُویِ جاں**
بُرے خیال کو زہریلا ناخن سمجھ | محض فلسفیانہ فکر روح کا چہرہ زخمی کر دیتی ہے

**تا کشاید عقدہ اشکال را** | **در حدث کردہ ست زریں بال را**
جب تک کہ وہ کسی اِشکال کی گرہ کھولتا ہے | سنہرے بالوں کو ناپاک کر لیتا ہے

**عُقدہ را بکشادہ گیر اے مُنتہی** | **عُقدہ سخت ست بر کیسہ تہی**
اے انتہا کو پہنچنے والے! فرض کر گرہ کھل گئی | یہ تیری خالی تھیلی کے اوپر سخت گرہ ہے

**در کشادِ عُقدہا گشتی تو پیر** | **عُقدہ چندے دگر بکشادہ گیر**
تو گرہوں کو کھولنے میں بوڑھا ہو گیا | فرض کر لے تو نے چند گرہیں اور کھول لیں

**عُقدہ کاں بر گلوئے ماست سخت** | **کہ ندانی کہ خَسی یا نیک بخت**
وہ پھندا جو ہمارے گلے میں ہے، سخت ہے | کیونکہ تو نہیں جانتا کہ تو بد بخت ہے یا نیک بخت

**گر بدانی کہ شقیئی یا سَعید** | **آں بُود بہتر ز فکرِ ہر عنید**

اگر تو یہ جان لے کہ تو نیک بخت ہے یا بد بخت	یہ سب فضول فکروں سے بہتر فکر ہے

**حلِ ایں اِشکال کن گر آدمی	خرج کن ایں دم اگر صاحب دمی**

اگر تو آدمی ہے اِس اشکال کو حل کر لے	اگر تُجھ میں دم ہے تو اس مسئلے میں زور لگا

**حدِ اَعیان و عرض دانستہ گیر	حدِ خود را داں کہ نبُود زیں گزیر**

اعیان اور عرض کی تعریف معلوم سمجھ	اپنی حقیقت جان کہ اِسکے سِوا چارہ نہیں

**چوں بدانی حدِ خود زیں حد گریز	تا بہ بیحد در رسی اے خاک بیز**

جب اپنی حد معلوم ہو گئی تو آگے بڑھ	تا کہ اُس ذات تک پہنچ جائے جس کی حد نہیں

**عمر در محمول و در موضوع رفت	بے بصیرت عمر در مسموع رفت**

محمول اور موضوع کی تعریف میں عمر گزر گئی	سُنی سُنائی باتوں میں بغیر بصیرت عمر گذر گئی

**ہر دلیلے بے نتیجہ و بے اثر	باطل آمد در نتیجہ خود نگر**

جو دلیل بے نتیجہ اور بے اثر ہو	باطل ہے، تو خود نتیجہ پر غور کر

**جز بمصنوعے ندیدی صانعی	بر قیاسِ اقترانی قانعی**

تو قرین و قیاس پر صابر ہو گیا	تو نے مصنوع کے علاوہ صانع کو نہ دیکھا

**می فزاید در وسائط فلسفی	از دلائل، باز بر عکسش صفی**

فلسفی دلائل سے واسطوں میں اضافہ کرتا ہے	لیکن اہل دل شخص اُسکے بر عکس ہے

**ایں گریزد از دلیل داز حجیب	از پے مدلول سَر بردہ بجیب**

اہل دل دلیل دینے سے گریز کرتا ہے	جواب کے لئے اپنا مُنہ گریبان میں ڈالے ہوئے

**گر دخان اُو را دلیلِ آتشست	بے دُخاں ما را دراں آتش خوش ست**

اگر فلسفی کے لئے دھواں آگ کی دلیل ہے	تو ہمارے لیے بغیر دھویں کے آگ بھلی ہے

**خاصہ ایں آتش کہ از قُرب ووِلا	از دخاں نزدیک تر آمد بما**

خاص کر یہ آگ قرب اور دوستی کی وجہ سے	ہم سے دھویں سے زیادہ قریب آ گئی ہے

| پس سیہ کاری بُود رفتن زخواں | بہرِ تخئیلات جاں سوئے دخاں |
|---|---|
| دستر خوان سے چل دینا برا کام ہے | دھویں کی جانب، نفس کے خیالات کی طرف |

## 7.4.2 شرح حکایت

جیسے ہمارے جسم کا ایک چہرہ ہے ویسے ہی ہماری روح کا چہرہ نفس مطمئنہ کی صورت میں ہے-یہ نفس مطمئنہ کا چہرہ فلسفیانہ افکار کے ناخنوں سے زخمی ہو جاتا ہے-اے انسان برے خیالات کو زہریلے ناخن سمجھ جو روح کا چہرہ زخمی کر دیتے ہیں۔جب تک تو کسی فلسفیانہ مسئلے کی گرہ کھولتا ہے اتنی دیر میں تو اپنی (دُلہن روح) کے سنہرے بالوں کو گندہ کر چکا ہوتا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اگر تو کسی فکری گرہ کو کھول بھی لے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی خالی تھیلی کے اوپر لگی ہوئی سخت گرہ کو کھول رہا ہو۔مولانا فرماتے ہیں تو فلسفیانہ گرہیں کھولتے کھولتے بوڑھا ہو گیا ہے-تو نے اگر کچھ اور گرہیں بھی کھول لیں تو کیا ہو جائے گا۔تیری اصل گرہ تو وہ

گرہ ہے جو تیرے گلے میں سختی سے لگی ہوئی ہے۔تجھے سب سے پہلے اس گرہ کے کھولنے کی فکر کرنی چاہیے۔اس گرہ کے کھولنے سے تجھے پتا چلے گا کہ تیرے نفس کی موجودہ حقیقت کیا

ہے آیا تو نیک ہے یا بد۔ اگر تو واقعی کچھ کرنا چاہتا ہے تو اپنے اس گلے کی گرہ کھول کر اپنے نفسی کیفیت کا پتا چلا اور پھر اس کی اصلاح کی کوشش اپنی تمام تر توانائی خرچ کر۔

یہ جو فلسفے کے مباحث، اعیان، جوہر اور عرض وغیرہ ہیں ان کو چھوڑ بلکہ اپنی حقیقت کو جان کہ اسے جانے بغیر چارہ نہیں۔ جب تجھے اپنی حد معلوم ہو جائے تو پھر اس سے آگے بڑھ تاکہ تو اپنے خدا تک پہنچ جائے جس کی ذات کی کوئی حد نہیں۔ ساری عمر منطق کے قاعدوں محمول اور موضوع کو سلجھاتی گزر گئی۔ سنی سنائی باتوں میں بصیرت کے حصول کے بغیر گزر گئی۔ سب دلیلیں بے نتیجہ، بے اثر اور باطل ہی نکلیں۔ تو نے مخلوق کے علاوہ کبھی خالق تک رسائی حاصل نہ کی اور بس قیاس کرنے پر ہی قانع ہو گیا۔ فلسفی واسطوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے اور دلائل پہ دلائل دیتا جاتا ہے لیکن صوفی اس سے مختلف ہے۔ صوفی دلیل سے گریز کرتا ہے وہ مدلول کو دیکھنے کے لیے گریباں میں منہ ڈالے ہوتا ہے۔

اگر فلسفی کے لیے دھواں آگ کی دلیل ہے تو اس معاملے میں قرب اور دوستی کی وجہ سے آگ صوفی کے دھویں سے زیادہ قریب ہے۔ یعنی صوفی بغیر دلیل کے خدا کے قرب سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں دستر خوان سے اٹھ کر چلے جانا ایک بُرا عمل ہے یعنی مشاہدہ کو چھوڑ کر خیالات کے دھویں کی طرف چلے جانا سیاہ کاری اور غلطی ہے۔

### 7.4.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں حضرت مولانا بتاتے ہیں کہ حد سے زیادہ منطقی بننا یا فلسفیانہ موشگافیاں نفس مطمئنہ کی سادگی اور پاکیزگی پر سلبی اثر ڈالتے ہیں۔ فلسفیانہ پیچیدگیاں اگر حقائق کی گرہ کھولنے کے لئے استعمال کی جائیں تو انسان اپنی تمام توانائی انہیں گرہیں کھولنے میں ضائع کر دیتا ہے۔ فلسفہ بہر حال حقیقت تک نہیں پہنچاتا بلکہ الٹا نفس کی طمانیت کو متشوش کرتا ہے۔ فلسفی دھویں سے دلیل لاتے ہوئے کہتا ہے کہ آگ بھی موجود ہے مولانا فرماتے ہیں کہ قُرب اور دوستی کی

وجہ سے آگ ہم سے دھویں سے زیادہ قریب آگئی ہے۔یعنی ہم ذات باری تعالیٰ کا قُرب فلسفیانہ دلائل سے نہیں بلکہ دوستی اور محبت سے حاصل کرتے ہیں۔

## 7.5۔ چھپا ہوا خزانہ

### 7.5.1 فارسی متن بمع ترجمہ

تفسیر کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ ان اُعرف فخلقتُ الخلق لاعرف

میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی تا کہ میں پہچانا جاؤں کی تفسیر۔

| | |
|---|---|
| **خانہ بَرکن کز عقیق ایں یمن** | **صد ہزاراں خانہ شاید ساختن** |
| گھر کو کھود ڈال یمن کے اس عقیق سے | لاکھوں گھر بنائے جا سکتے ہیں |
| **گنج زیرِ خانہ است و چارہ نیست** | **از خرابی ہیں میندیش و مایست** |
| خزانہ گھر کے نیچے ہے اور کوئی تدبیر نہیں ہے | ویرانی کی فکر نہ کر اور نہ رک |
| **کہ ہزاراں خانہ از یک نقد گنج** | **می تواں کردن عمارت بے زرنج** |
| ایک نقد خزانے سے ہزاروں گھر | تکلیف کے بغیر تعمیر کیے جا سکتے ہیں |
| **عاقبت ایں خانہ خود ویراں شود** | **گنج از زیرش یقیں عُریاں شود** |
| انجام کار اس گھر نے خود ویران ہونا ہے | خزانہ یقیناً اس کے نیچے سے ظاہر ہو گا |
| **لیک آں تو نباشد زانکہ روح** | **مزد ویراں کردنستش آں فتوح** |

پھر وہ خزانہ تیرا نہ ہو گا کیونکہ روح جسم ویران کرنے کی محنت سے ترقی پاتی ہے

| | |
|---|---|
| **چوں نکرد آں کار مُزدش ہست لا** | **لَیسَ لِلانسانِ اِلَّا مَاسَعٰے** |

جب کام نہ کیا اس کی مزدوری کیسی انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے کوشش کی

| | |
|---|---|
| **دست خائی بعد ازاں توں کاے دریغ** | **ایں چنیں ماہے بُد اندر زیر میغ** |
| اس کے بعد تو ہاتھ کاٹے گا کہ ہائے افسوس | بادل کے نیچے ایسا عمدہ چاند تھا |

| | |
|---|---|
| **من نکردم انچہ گفتند از بہی** | **گنج رفت وخانہ ودستم تہی** |
| جو اچھی بات انہوں نے کہی میں نے نہ کی | خزانہ گیا اور گھر بھی اور میرا ہاتھ خالی ہے |
| **خانہ را اُجرت گرفتی وکرے** | **نیست ملک تو بہ بیعے یا شرے** |
| تو نے گھر کرایہ پر لیا ہے | خرید کے ذریعہ تیری ملکیت نہیں ہے |
| **ایں کرے را مدّتے اُوتا اجل** | **تا دریں مدّت کنی دروے عمَل** |
| اس کرایہ کی مدت موت تک ہے | تاکہ تو اس مدت میں اُس سے کام لے لے |
| **پارہ دوزی میکُنی اندر دُکاں** | **زیر ایں دُکان تو مدفوں دوکاں** |
| تو دکان میں چیتھڑے سی رہا ہے | اس دکان کے نیچے دو کانیں مدفون ہیں |
| **ہست ایں دُوکاں کرائی زُود باش** | **تیشہ بستان وتگش رامی تراش** |
| یہ دکان کرایہ کی ہے جلدی کر | کدال لے اور اس دکان کی تہ کو کھود |
| **تاکہ تیشہ ناگہاں برکاں نہی** | **از دُکان وپارہ دوزی وارہی** |
| تاکہ تو کدال اچانک کان پر مارے | دکان اور چیتھیڑے سینے سے خلاصی پا جائے |
| **پارہ دوزی چیست خورد آب وناں** | **میزنی ایں پارہ بر دلق گراں** |
| چیتھڑے سینا کیا ہے، کھانا پینا | بھاری گدڑی پر تو یہ پیوند لگا رہا ہے |
| **ہر زماں می دڑد ایں دلق تنت** | **پارہ بروے می زنی زیں خوردنت** |

یہ تیرے جسم کی گدڑی ہر وقت پھٹی رہتی ہے تو اس خوراک سے اس جسم پر پیوند لگاتا ہے

| | |
|---|---|
| **اے ز نَسل بادشاہ کامیار** | **باخود آزیں پارہ دوزی ننگ دار** |
| اے کامیاب بادشاہ کی نسل سے | ہوش میں آ اس چیتھڑے سینے سے شرم کر |
| **پارۂ برکن ازیں قعر دوکاں** | **تا برآرد سر بہ پیش تو دوکاں** |
| اس دکان کی تہ سے یہ ٹکڑا اٹھا | تاکہ تیرے سامنے دو کانیں ظاہر ہوں |
| **پیش ازاں کایں مہلت خانہ کرے** | **آخر آید تو نخوردہ زُو برَے** |
| اس سے قبل کہ گھر کے کرایہ داری کا معاہدہ | ختم ہو جائے اور تو نے اس سے کوئی پھل نہ کھایا ہو |

**پس تُرا بیروں کند صاحب دُکاں** | **ایں دُکاں را بر کند از رُوی کاں**
پھر تجھے دکان کا مالک نکال دے گا | دکان کے فرش کو خزانے کے منہ سے اُکھاڑ

**توز حسرت گاہ بر سر می زنی** | **گاہ ریش خام خود بر می کنی**
ورنہ تو کبھی حسرت سے سر پیٹے گا | کبھی اپنی بیوقوفی کی داڑھی نوچے گا

**کاے دریغا آن من بود ایں دُکاں** | **کور بودم بر نخوردم زیں مکاں**
کہ ہائے افسوس! یہ دکان میری تھی | میں اندھا تھا، اس جگہ سے نفع حاصل نہ کیا

**اے دریغا گنج را بگذاشتم** | **آبِ حیواں را بخاک انباشتم**
ہائے افسوس! میں نے خزانہ ضائع کر دیا | آبِ حیات کو مٹی سے ڈھک دیا

**اے دریغا بُود مارا بُرد باد** | **تا اَبد یا حسرتا شد للعباد**
ہائے افسوس! ہمارا وجود برباد ہو گیا اب قیامت تک حسرت رہے گی

## 7.5.2 شرح حکایت

تو اپنے موجودہ گھر یعنی جسم کو کھود ڈال۔ اس کھدائی میں جو تجھے عقیق یمنی حاصل ہونگے اس دولت سے لاکھوں نئے گھر بنائے جا سکتے ہیں۔ خزانہ اس گھر کے نیچے ہے یعنی نفس کو حیوانی اور نچلے درجے کی صفات سے آزاد کرنے کے بعد ہی یہ خزانہ ملے گا۔ یہ ہی واحد تدبیر ہے۔ تو جسم کی ویرانی کی فکر نہ کر اور تزکیہ کرنے میں توقف نہ کر کیونکہ ایک نقد خزانے سے ہزاروں گھر بغیر تکلیف کے تعمیر کئے جا سکتے ہیں۔ یعنی ایک مستحکم انفرادی روح ہزاروں نئی زندگیوں کے امکانات رکھتی ہے۔ آخر کار اس جسم نے تو مرنا ہی ہے اور یقیناً خزانہ اس کے نیچے ہے۔ لیکن وہ خزانہ تیرا تب ہوتا ہے جب تو اس کے لیے خود محنت کرتا ہے۔ تیری روح کی ترقی دراصل اس مزدوری کا دوسرا نام ہے جو تو اس مٹی اور گارے کے جسم کو توڑ کر اس کے اندر سے خزانہ نکالنے کے لیے کرتا ہے۔

جب تو نے وہ کام ہی نہیں کیا تو پھر تجھے اس کی مزدوری کیسے ملے گی۔انسان کے لئے وہی ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے تو نے یہ جسم کا گھر اجرت اور کرائے پر لیا ہے۔ یہ تیری خرید اور ملکیت نہیں ہے۔اس کرائے کے معاہدے کی مدت موت تک ہے۔تاکہ اس مدت کے

دوران تو اس دکان یعنی جسم میں محنت کرے۔تو اس دوکان میں درزی کی طرح چیتھڑے سی رہا ہے اور اس بات سے بے خبر ہے کہ اس دکان کے نیچے دو کانیں مدفون ہیں۔یہ دکان کرائے کی ہے۔اور مدت کرایہ داری محدود ہے۔ جلدی کر اور کھدال لے اور اس دکان کا فرش کھود ڈال تاکہ تو خزانے تک پہنچے۔اور چیتھڑے سینے سے نجات پائے۔ تیرے جسم کی بھاری گدڑی ہر وقت پھٹی رہتی ہے۔اور تو خوراک سے اور جبلتوں کے تقاضے پورے کرنے سے اس پر پیوند لگاتا رہتا ہے۔اے انسان تو خلیفۃ اللہ ہے تو ہوش میں آ اور اس چیتھڑے سینے سے شرم کر،اس دکان کی تہہ میں پڑا ہوا غفلت، ظلمت اور حجاب کا وہ پتھر اُٹھا تاکہ تیرے سامنے تیری روح کے خزانے ظاہر ہوں۔

اگر تو نے کرایہ داری کی مہلت ختم ہونے تک یہ خزانے حاصل نہ کیے تو مہلت ختم ہونے پر دوکان کا مالک تجھے اس دوکان سے نکال دے گا۔اس وقت تو افسوس کرتا رہ جائے گا۔ کہ ہائے

یہ دکان میرے پاس تھی لیکن میں غافل رہا اور اس دکان میں چھُپے خزانے کو نہ پا سکا۔ اور پھر قیامت تک حسرت رہے گی۔

### 7.5.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں حضرت مولانا ایک نہایت ہی لطیف مسئلہ بیان کرتے ہیں وہ اس حدیث قُدسی سے استدلال کرتے ہیں کہ میں ایک چھُپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کی روح بھی ایک چھُپا ہوا خزانہ ہے جس کو کوشش اور محنت سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ ہماری روح کی ترقی روح القدس سے تعلق کی نسبت سے ہے اس لئے اگر ہم اپنے آپ کو جسمانی تقاضوں اور شہوات کے حوالے کر دیں گے اور روح کے چھُپے ہوئے خزانے کی تلاش نہیں کریں گے تو آخر کار ہمیں کوئی فائدہ حاصل ہونے والا نہیں۔ ہمارے حصے صرف وہی خزانہ آئے گا جو ہم نے حاصل کر لیا اور اس کی مدت اس جسمانی زندگی تک ہی ہے۔

# 7.6۔ مجنوں اونٹنی اور لیلیٰ

## 7.6.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**چالشِ عقل با نفس ہمچوں تنازع مجنوں با ناقہ و مَیل مجنوں سُوئِ حُرّہ و میل ناقہ سُوئِ کُرّہ چنانچہ مجنوں گفتہ**

ھوٰی نَاقَتِی خَلفِی وَقُدّامِی الھَویٰ وَاِنّی وَاِیّاھا لَمُختَلِفَانِ

عقل کا نفس سے مقابلہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مجنوں کا اونٹنی کے ساتھ جھگڑا اور مجنوں کا میلان شریف زادی کی طرف اور اونٹنی کا میلان بچہّ کی جانب، چنانچہ مجنوں نے کہا میری اونٹنی کا میلان پیچھے کی طرف اور میرا میلان آگے کی طرف، اور ہم دونوں مختلف ہیں۔

**ہمچوں مجنوں در تنازع با شُتر** — **گہ شُتر چِربید و گہ مجنونِ حُر**

جیسا کہ مجنوں اونٹنی کے ساتھ مقابلہ میں تھا — کبھی اونٹنی غالب آگئی اور کبھی آزاد مجنوں

**ہمچوں مجنوں اند و چوں ناقہ اَش یقیں** — **می کشد آں پیش وِیں واپس بکیں**

لوگ یقیناً مجنوں اور اس کی اونٹنی کی طرح ہیں — کوئی آگے کو کھینچتا ہے اور کوئی ضد سے پیچھے کو

**مَیل مجنوں پیش آں لیلیٰ رواں** — **مَیل ناقہ پس پئے کُرّہ اش دَواں**

مجنوں کی خواہش لیلیٰ کی طرف ہے — اونٹنی کی خواہش پیچھے بچے کے لیئے دوڑتی ہے

**یک دَم اَر مجنوں زخود غافل بُدے** — **ناقہ گردیدے و واپس آمدے**

اگر مجنوں تھوڑی دیر اپنے سے غافل ہو جاتا — تو اونٹنی پیچھے کی طرف مڑ جاتی

**عِشق و سَودا چونکہ پُر بود ش بدن** — **می نبُودش چارہ از بیخود شُدن**

چونکہ مجنوں کا بدن عشق اور دیوانگی سے پُر تھا — اُسکے لیئے بیہوش ہو جانا عام بات تھی

**آنکہ او باشد مراقب عقل بود** — **عقل را سودائے لیلیٰ دَر رُبود**

عقل جو نگراں ہوتی ہے — اس عقل کو لیلیٰ کا عشق لے اُڑا تھا

**لیک ناقہ بس مراقب بُود و چُست** — **چوں بدیدے اُو مہارِ خویش سُست**

لیکن اونٹنی بہت چالاک اور چست تھی — جب وہ اپنی مہار کو ڈھیلا دیکھتی

**فہم کردے زُو کہ غافل گشت و دنگ** — **رو سپَش کردے بکرّہ بے درنگ**

وہ اس سے سمجھ جاتی کہ مجنوں غافل ہے — اور وہ فوراً پیچھے بچے کی طرف رُخ کر دیتی

**چوں بخود باز آمدے دیدے زجا** — **کو سپَش رفتہ است بس فرسنگہا**

جب مجنوں ہوش میں آتا تو دیکھتا کہ اونٹنی — میلوں پیچھے لوٹ گئی ہے

**در سہ روزہ رہ بدیں احوالہا** — **ماند مجنوں در تردّد سالہا**

یوں تین دن کے رستہ پر ان احوال میں — مجنوں سالوں آنے جانے میں لگا رہا

**گفت اے ناقہ چو ہر دو عاشقیم** — **ما دو ضد بس ہمرہ نالائقیم**

بولا اے اونٹنی! اگرچہ ہم دونوں عاشق ہیں — لیکن ہم دو مخالف سمت والے ہیں

**نیستت بر وفقِ من مہر و مہار** — **کرد باید از تو دُوری اختیار**

تیری محبت اور مہار میرے موافق نہیں ہے — تجھ سے دوری اختیار کرنی چاہئے

**جاں زہجرِ عرش اندر فاقہ** — **تن ز عشقِ خاربُن چوں ناقہ**

روح عرش کی جدائی میں فاقہ میں ہے — جسم جھاڑیوں کے عشق میں اونٹنی کی طرح

**جاں کشاید سُوی بالا بالہا** — **در زدہ تَن در زمیں چنگالہا**

روح اوپر کی جانب پر کھولتی ہے — جسم نے زمین میں پنجے گاڑھ دیئے ہیں

**تا تو باشی با من اے مردہ وطن** — **پس ز لیلیٰ دُور ماند جانِ من**

اے اونٹنی! جب تک تو میرے ساتھ رہیگی — میری جان لیلیٰ سے دور رہیگی

روزگارم رفت زیں گوں حالہا ‏ ‏ ‏ ‏ ہمچو تیہ و قومِ موسیٰؑ سالہا

اس قسم کے حالات میں میری عمر گزر گئی ‏ ‏ ‏ ‏ جیسا کہ برسوں تک میدان تیہ میں قوم موسی

خطوتینے بُود ایں رہ تا وصال ‏ ‏ ‏ ‏ ماندہ ام در رہ ز شستت شصت سال

وصال تک یہ راستہ دو قدم کا تھا ‏ ‏ ‏ ‏ میں ساٹھ سال تیرے مکر سے راستہ ہی میں رہا

راہ نزدیک و بماندم سخت دیر ‏ ‏ ‏ ‏ سیر گشتم زیں سواری سَیر سَیر

راستہ نزدیک تھا اور مجھے بہت دیر ہو گئی ‏ ‏ ‏ ‏ تیری سواری سے میرا دل بھر گیا

سَر نگوں خود را ز اُشتر دَر فگند ‏ ‏ ‏ ‏ گفت سوزیدم ز غم تا چند چند

مجنوں نے اپنے آپ کو اونٹنی سے گرا دیا ‏ ‏ ‏ ‏ کہ میں غم سے سخت جل رہا ہوں

تنگ شُد بروے بیابانِ فراخ ‏ ‏ ‏ ‏ خویشتن افگند اندر سنگلاخ

اس پر وسیع جنگل تنگ ہو گیا ‏ ‏ ‏ ‏ اُس نے اپنے آپ کو پتھریلی زمین میں گرا دیا

آنچناں افگند خود را سُوی پست ‏ ‏ ‏ ‏ از قضا آں لحظہ پایش ہم شکست

نیچے کی جانب اس نے اپنے آپ کو ایسا گرایا ‏ ‏ ‏ ‏ تقدیر سے اسی وقت اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا

پایِ را بَر بَست و گفتا گُو شوَم ‏ ‏ ‏ ‏ در خمِ چوگانش غلطاں میروم

اس نے پاؤں باندھا اور بولا گیند بن جاتا ہوں ‏ ‏ ‏ ‏ بلے کے موڑ میں لڑھکتا ہوا جاؤں گا

زیں کند نفریں حکیم خوش دَہن ‏ ‏ ‏ ‏ بَر سوارے کُو فرو ناید ز تَن

خوش کلام حکیم اسی لیے نفرت بھیجتا ہے ‏ ‏ ‏ ‏ اس سوار پر جو جسم سے نیچے نہ اُترے

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بُود ‏ ‏ ‏ ‏ گویِ گشتن بہرِ اُو اولیٰ بُود

اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے؟ اُس کے لیے گیند بن جانا زیادہ بہتر ہے

گوی شو می گرد بر پہلویِ صدق ‏ ‏ ‏ ‏ غلط غلطاں در خمِ چوگاں عشق

گیند بن جا، سچائی کے پہلو پر لڑھک لڑھکتا لڑھکتا عشق کے بلے کے موڑ میں

کایں سفر زیں پس بُوَد جذبِ خُدا ‏ ‏ ‏ ‏ واں سفر بر ناقہ باشد سیر ما

یہ سفر اس کے بعد خدا کی کشش سے ہو گا ‏ ‏ ‏ ‏ جبکہ اونٹنی پر سفر ہماری رفتار سے تھا

اینچنیں جذبے ست نے بر جذبِ عام      کہ نہادش فضلِ احمدؐ والسلام

عام کشش اُس طرح کی کشش نہیں ہے      جس کو احمد ؐ کے فضل نے قائم کیا ہے، والسّلام

## 7.6.2 شرح حکایت

عقل کا نفس سے مقابلہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مجنوں کا اُونٹنی کے ساتھ جھگڑا۔ مجنوں کا میلان اپنی لیلٰی کی طرف اور اُونٹنی کا میلان پیچھے گاؤں میں اپنے بچے کی طرف۔ اس پر مجنوں نے کہا کہ میری اُونٹنی کا میلان پیچھے کی طرف اور میرا میلان آگے کی طرف ہے اور اسی طرح ہم دونوں مختلف ہیں۔ کبھی اُونٹنی غالب آتی اور کبھی مجنوں، مجنوں آگے کی طرف کھچتا ہے اور اُونٹنی پیچھے

کی طرف۔ مجنوں لیلٰی کی طرف جانے کی خواہش رکھتا ہے اور آگے کی طرف بڑھتا ہے لیکن اُونٹنی کی خواہش پیچھے گاؤں میں چھوڑے ہوئے بچے کی طرف ہے۔ اگر مجنوں تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ سے غافل ہو جاتا۔ تو اونٹنی رستے سے واپس پیچھے کی طرف مڑ جاتی۔ چونکہ مجنوں کے تن بدن میں عشق سمایا ہوا تھا۔ ایسے میں اس کا اپنے آپ سے غافل ہو جانا ایک معمول کی

بات تھی۔اصل میں تو عقل ہی آدمی کی حفاظت کرتی ہے۔ لیکن مجنوں کی عقل تو لیلیٰ لے اڑی تھی۔

لیکن وہ اُونٹنی بہت چُست و چالاک تھی۔اسے کوئی مجنوں جیسا عشق کا معرکہ پیش نہیں تھا۔وہ جونہی محسوس کرتی کہ اس کی مہار ڈھیلی ہو گئی ہے۔وہ سمجھ جاتی کے مجنوں اس لمحے غافل ہے اور وہ فوراً پیچھے کی طرف پلٹ جاتی۔ مجنوں جب ہوش میں آتا تو دیکھتا کہ اُونٹنی تو میلوں پیچھے چلی گئی ہے۔یوں یہ تین دنوں کا رستہ مجنوں سے سالوں میں بھی طے نہ ہوا۔ مجنوں نے اُونٹنی سے کہا کہ اے اُونٹنی ہم دونوں عاشق ہیں ۔ میں لیلیٰ کا اور تو اپنے پیچھے گاؤں میں چھوڑے ہوئے بچے کی۔ لیکن ہم دونوں کا میلان متضاد ہے۔تو پیچھے کی طرف جانا چاہتی ہے اور میں آگے کی طرف۔اے اُونٹنی تیرا اور میرا ساتھ اب زیادہ چل نہیں سکتا۔اب مجھے تُجھ سے دوری ہی اختیار کرنی چاہیے۔اس طرح متضاد طرفوں میں کھینچے والا ساتھی کب موزوں ہوتا ہے ۔اس حکایت میں اُونٹنی سے مراد جسم ہے اور مجنوں سے مراد روح ہے۔انسان کی روح عرشِ معلی کی جدائی میں بے تاب ہے اور واپسی کے سفر کی متمنی ہے۔جب کہ جسم اُونٹنی کی طرح گھاس پھونس کے عشق میں ہے۔روح اُوپر کی طرف بازو کھولتی ہے جب کہ جسم نے مٹی میں پنجے گاڑھے ہوئے ہیں۔اے اُونٹنی جب تک تو میرے ساتھ رہے گی۔ میری لیلیٰ مجھ سے دور ہی رہے گی۔

آگے پیچھے کی کشش کے احوال میں میری عمر گزر گئی۔ایسے ہی جیسے حضرت موسیٰ کی قوم برسوں تک میدانِ تیہ میں پڑی رہی تھی۔وہ میدان جس میں وہ سالوں چکر کاٹتے رہے اور جہاں سے صبح چلتے شام کو وہی پہنچ جاتے-اے اُونٹنی یہ وصال تو بس دو قدم کا رستہ تھا- جبکہ میں تیرے مکر کی وجہ سے ساٹھ سال تک رستے میں ہی بھٹکتا رہا مجھے بہت دیر ہو گئی اور میں اس سواری سے اب تنگ آگیا ہوں- مجنوں نے اپنے آپ کو اونٹنی سے گرادیا-وہ غم سے جل رہا تھا۔وہ اس وسیع جنگل میں تنگی محسوس کر رہا تھا-اس نے اتنے زور سے اپنے آپ کو پتھریلی

زمین پر گرایا کہ تقدیر سے اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا۔ مجنوں نے پیر باندھا اور کہا میں گیند بن جاؤں گا اور عشق کے بلے کے خم میں لڑھکتا ہوا لیلٰی کے پاس پہنچ جاؤں گا۔

مولانا فرماتے ہیں کہ خوش کلام حکیم سنائیؒ اس سوار سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں جو جسم کی سواری سے نیچے نہ اترے۔ اللہ تعالیٰ کا عشق لیلٰی کے عشق سے کب کم ہوتا ہے۔ اس لئے گیند بن جانا بہتر ہے۔ گیند بن جانا چاہیے اور سچائی کے پہلو پر لڑھکتے لڑھکتے بلے کے مڑے ہوئے منہ کے ساتھ سفر کرنا چاہیے کیونکہ اب یہ سفر خدا کی کشش سے ہو گا جبکہ وہ اونٹنی والا سفر ہماری اپنی ناقص رفتار سے تھا۔ یہ جو عام کشش ہے وہ اس خاص خدائی کشش کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وہ کشش جس کو رسول پاکؐ کے فضل نے ہمارے لیے قائم کیا ہے۔ اے راہِ حق کے مسافر تیرے لئے سلامتی ہو۔

### 7.6.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں اونٹنی سے مراد جسم ہے جو واپس اپنی پیدائش کی جگہ یعنی مٹی کی طرف کشش رکھتا ہے۔ مجنوں سے مراد ایک روحانی مزاج کا آدمی ہے جو اپنی لیلٰی یعنی تقربِ الٰہی کی طرف پورے ذوق شوق اور تڑپ کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ اونٹنی کے مسلسل پیچھے گاؤں میں اپنے بچے کی طرف رحجان اور مجنوں کے آگے لیلٰی کی طرف رحجان کی کشمکش سے تنگ آکر مجنوں کے اپنے آپ کو زور سے نیچے گرا کر پاؤں توڑ لینے سے مراد مجنوں کا اس بات کا ادراک کرنا ہے کہ یہ معاملہ جسمانی تلذذ اور محض ذاتی کاوش سے سر ہونے والا نہیں ہے۔ کیوں نہ پاؤں توڑ کر اسے گیند کی طرح باندھ لیا جائے۔ یوں اپنے عشق کو عجز اور تضرع کا پانی دیا جائے اور باقی سفر اس گیند کی طرح طے کیا جائے جو عشق الٰہی کی ہاکی کے منہ کے ساتھ لگا ہو۔ یوں اللہ تعالیٰ کی مدد اور رسول ﷺ کا فضل کھینچ کر اسے گول کی طرف لے جائے۔

## 7.7۔ عطااور قابلیت

### 7.7.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**دربیان آنکہ عطائے حق سبحانہ تعالیٰ وقدرت اُو موقوفِ قابلیت نیست ہچوں دادِ خلقاں کہ آنرا قابلیت باید زیرا کہ عطائے حق تعالیٰ قدیم است و قابلیت حادث، عطاصفتِ حق است جل جلالہ او قابلیت صفت مخلوق، وقدیم موقوف حادث نباشد**

اس بات کا بیان اللہ تعالیٰ کی عطاء اور قدرت قابلیت پر موقوف نہیں یہ مخلوق کی عطا سے مختلف ہے جس کے لیے قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے-اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور قابلیت حادث ہے-
عطا اللہ تعالی کی صفت ہے اور قابلیت مخلوق کی صفت ہے اور قدیم حادث پر موقوف نہیں ہوتا۔

| | |
|---|---|
| **چارہ آں دل عطائے مبدلیست** | **دادِاُورا قابلیت شرط نیست** |
| اس دل کا علاج، مبدل کی مہربانی سے ہے | اس کی عطا کے لیے قابلیت شرط نہیں ہے |
| **بلکہ شرطِ قابلیت دادِاُوست** | **دادلُب و قابلیت ہست پوست** |
| بلکہ قابلیت کی شرط اُس کی عطا ہے | عطا مغز ہے، اور قابلیت چھلکا ہے |
| **اینکہ موسیٰؑ را عصا ثعباں شود** | **ہچو خورشیدے کفش رخشاں شود** |
| حضرت موسیٰ کی لاٹھی کا اژدھا بننا | اُن کی ہتھیلی کا سورج کی طرح چمک دار بننا |
| **صد ہزاراں معجزات انبیاء** | **کاں نگنجد در ضمیر عقلِ ما** |
| انبیاء کے لاکھوں معجزے | جو ہماری عقل میں نہیں سماتے ہیں |
| **نیست از اسباب تصریف خدا است** | **نیست ہا را قابلیت از کُجاست** |
| وہ اسباب سے نہیں، خدا کا تصرف ہے | فانیوں کی قابلیت کہاں سے آئی ہے؟ |

قابلی گر شرط فعل حق بدے | ہیچ معدُومے بہ ہستی نامدے
---|---
عطا کے لیے اگر قابل ہونا شرط ہوتا | تو کوئی معدوم (غیر موجود) موجود نہ ہوتا
سنتے بنہادہ واسباب وطُرق | طالباں را زیر ایں ازرق تتق

اللہ نے دستور اور اسباب اور راستے آسمان کے نیچے، طلبگاروں کے لیے رکھے ہیں

بیشتر احوال بر سُنت رود | گاہ قدرت خارقِ سنت شود
---|---
زیادہ باتیں دستور کے مطابق ہوتی ہیں | کبھی قدرت الٰہی دستور کو توڑنے والی بنجاتی ہے
سُنت وعادت نہادہ بامزہ | باز کردہ خرق عادت معجزہ
پہلے مزیدار دستور اور طریقے مقرر کیے | پھر ان طریقوں کے توڑنے کو معجزہ بنادیا
اے گرفتار سبب بیروں مپر | لیک عزل آں مُسبب ظن مبر
اے سبب کے پابند سبب سے باہر پرواز نہ کر | لیکن سبب پیدا کرنے والے کو معزول نہ سمجھ
ہر چہ خواہد آں مسبب آورد | قدرت مُطلق سبب ہا بردرد
وہ سبب پیدا کرنے والا جو چاہتا ہے کرتا ہے | مُطلق قدرت اسباب کو پھاڑ ڈالتی ہے
لیک اغلب بر سبب راند نفاد | تابداند طالبے جُستن مراد
لیکن وہ عموماً سبب سے نظام چلاتا ہے | تاکہ طلبگار مقصد کو تلاش کرنا جان جائے
چوں سبب نبود چہ رہ جُوید مرید | پس سبب در راہ می آید پدید
سبب نہ ہو تو کوئی رستہ کیسے ڈھونڈھے | سبب راستہ بتانے کے لیے نمودار ہوتا ہے
ایں سبب ہا بر نظرہا پردہاست | کہ نہ ہر دیدار صنعش راسزاست
یہ اسباب نظروں پر پردے ہیں | کیونکہ ہر شخص کاریگری دیکھنے کے لائق نہیں
دیدہ باید سبب سُوراخ کن | تاحُجب را بر کند از بیخ وبن
سبب میں سوراخ کر دینے والی آنکھ چاہیئے | تاکہ وہ جڑ اور بنیاد سے پردوں کو اکھاڑ پھینکے
تامُسبِب بیند اندر لامکاں | ہرزہ بیند جہد واسباب ودکاں
لامکان میں سبب پیدا کرنے والے کو دیکھے | کوشش، اسباب اور کاروبار کو ثانوی سمجھے

**از مسبب میر سد ہر خیر و شر** **نیست اسباب و وسائط اے پدر**

ہر بھلائی اور برائی مسبب کی طرف سے ہے   اے بابا- اسباب اور واسطے نہیں ہیں

## 7.7.2 شرح حکایت

مولانا فرماتے ہیں کہ اس دل کا علاج دلوں کو بدل دینے والے کی عطا ہے اور اس کی عطا کے لیے قابلیت شرط نہیں ہے۔ عطا مغز ہے اور قابلیت چھلکا ہے یعنی اصل چیز عطاءِ الٰہی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کا اژدھا بننا اور ان کی ہتھیلی کا سورج کی طرح چمکدار بننا (ید بیضاء) اور اس کے علاوہ انبیاء کے معجزے جن کو سمجھنے سے ہماری عقلیں قاصر ہیں یہ سب چیزیں قابلیت سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے تصرف سے ہیں-

اگر قابلیت کی علت لازمی شرط ہوتی تو پھر کوئی معدوم (غیر موجود) کبھی بھی وجود میں نہ آتا-

یعنی چیزیں وجود میں آنے سے پہلے عدم میں ہوتی ہیں- وجود نہیں رکھتی- ایسے میں ان کا وجود میں آنا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور عطا سے ہے نہ کہ ان چیزوں کی ذاتی قابلیت سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں دستور اور اسباب رکھ دیے ہیں- اگرچہ زیادہ تر کام اللہ تعالیٰ کے مقررہ رکردہ
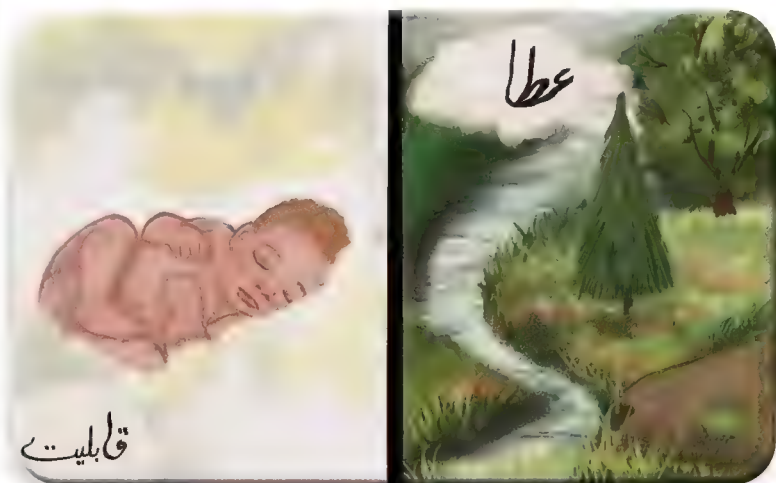
اصولوں کے تحت ہی ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی قدرت الٰہی ان اصولوں کو توڑنے والی بھی بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عادت تو ان اصولوں پر نظام چلانا ہی ہے لیکن وہ ان اصولوں کو توڑ کر معجزے بھی پیدا کرتا ہے تاکہ ہم نرے اسباب میں ہی گرفتار نہ ہو جائیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اے انسان تو جو اسباب میں گرفتار ہے تجھے اسباب پیدا کرنے والے کو معزول نہیں سمجھنا چاہیے- وہ سبب پیدا کرنے والا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ مطلق قدرت جب چاہے اسباب کو پھاڑ دیتی ہے لیکن اس کی سنت ہے کہ وہ عموماً اسباب کا لحاظ کرتا ہے تاکہ طلبگار کو راستہ تلاش کرنے کا طریقہ آ جائے- کیونکہ اگر سبب نہ ہوں تو راستہ تلاش کرنے والا اپنا رستہ کیسے تلاش کرے گا۔ سبب انسان کی رستہ تلاش کرنے میں رہنمائی کرتا ہے لیکن وہ کبھی بھی قدرت مطلق کے مقابل نہیں کھڑا ہوتا۔

مولانا فرماتے ہیں کہ ہمیں ایسی نظر چاہیے جو سبب میں سوراخ کرنے والی ہو تاکہ وہ ہر طرح کے حجاب کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ دے اور لامکان میں اس سبب پیدا کرنے والے کو دیکھے- یہ جان لے کہ کوشش، اسباب اور کاروبار، یہ سب اس قدرت مطلق کے مقابل بیکار ہیں۔ ہر خیر اور شر اس سبب پیدا کرنے والے کی طرف سے آتی ہے، اسباب اور واسطے سے نہیں۔

### 7.7.3 خلاصہ حکایت

اگرچہ اللہ تعالیٰ کی سُنت ہے کہ اِس جہان میں چیزوں کو اسباب کے ساتھ چلاتا ہے لیکن قُدرت مُطلق اِن اسباب کی سُنت کو جاری کرنے کے بعد معزول نہیں ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اسباب کو پھاڑ دیتا ہے اور اسباب کے بغیر بھی چیزیں رونما ہوتی ہیں- چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی ہیں- عطا بھی اس کی صِفت ہے اور ازلی ہے۔ انسانی قابلیت اس کے برعکس حادِث ہے یعنی بعد میں آنے والی چیز ہے— یوں عطا کو قابلیت پر فوقیت حاصل ہے۔ ہمیں اس لیے نہیں عطا ہوتا کہ ہم قابل ہیں بلکہ وہ ہمیں اپنی قدرت سے عطا کرتا ہے- اس کو اس طرح بھی کہہ سکتے

ہیں کے قابلیت بھی اسکی عطا ہے اور عطا بھی اسکی عطا ہے ایسے میں اِنسان کے حصے میں عاجزی اور انکساری کے سِوا کیا بچتا ہے۔

## 7.8۔ تعظیم رسول

### 7.8.1 فارسی متن بمع ترجمہ

بیانِ آیہ کریمہ یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوالَاتُقَدِّمُوابَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوااللّٰہَ

اے مومنو! پیش قدمی نہ کرو اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے اور اللہ سے ڈرو

**چوں نَبی نیستی زاُمّت باش** — **چونکہ سلطاں نہِ رعیّت باش**

جب تو نبی نہیں ہے، تواُمتّی بن — جب تو بادشاہ نہیں ہے تو رعایا بن

**پس رِوِخامشا، وخامُش باش** — **وزخودی رای زحمتی متراشِ**

تو خاموشوں کا پیرو اور خاموش بن — اور خود سے اپنے لیے مشکلات نہ بنا

**پس رَوی خاموش باش ازانقیاد** — **زیرِ ظلِ اَمرِ شیخ واُوستاد**

تو پیرو ہے، فرمانبردار اور چُپ رہ — اُستاد اور شیخ کے حکم کے سایہ تلے

**پَس رَوِصامت شو وخاموش باش** — **ازوجودِ خویش والی کمتراش**

تو پیرو ہے، چُپ ہو جا اور خاموش رہ — اپنے آپ کو بڑا (حاکم) نہ بنا

**ورنہ گرچہ مُستعدّی وقابِلی** — **مَسخ گردی توزلافِ کاملی**

ورنہ، اگرچہ تو صاحبِ استعداد اور قابل ہے — زیادہ شیخی بگھارنے سے تباہ ہو جائے گا

**صبر کن در موزہ دوزی وبُسوز** — **ورشوی بے صَبر مانی پارہ دُوز**

موزہ سینے اور مشقّت پر صبر کر ورنہ پیوند لگانے والا ہی رہ جائے گا

**کُہنہ دوزاں گربُدے شاں صَبرو حلِم** — **جُملہ نودوزاں شُدندے ہم بعلِم**

پُرانے جوتے گانٹھنے والوں میں بُردباری ہو تو — ہنر سے نیا موزہ سینے والے بن جاتے ہیں

پس بکوشی و بآخر از کلال　　　خود بخود گوئی کہ العقلُ عِقال

تو کوشش کرے گا اور بالا آخر تھک کر　　　خود بول اٹھے گا کہ یہ عقل رکاوٹ ہے

ہمچو آں مردِ مفلسِف روزِ مرگ　　　عقل را می دید بَس بے بال و برگ

اُس فلسفی کی طرح جس نے موت کے دن　　　عقل کو بہت بے ساز و سامان دیکھا

بے غرض می کرد آندم اِعتراف　　　کز ذکاوت راندیم اَسپ از گزاف

اُس وقت اُس نے اِخلاص سے اقرار کیا　　　کہ ہم نے ذہانت کے گھوڑے بیکار دوڑائے

از غروری سَر کشیدم از رِجال　　　آشنا کردیم دَر بحرِ خیَال

تکبر کی وجہ سے اہل حق سے سرکشی کی　　　خیال کے سمندر میں عبث تیراکی کی

آشنا ہیچ ست اندر بحرِ رُوح　　　نیست آنجا چارہ جُز کشتی نوحؑ

روح کے سمندر میں خود سے تیراکی بیکار ہے　　　وہاں نوحؑ کی کشتی کے سِوا چارہ نہیں ہے

کاشکے کُو آشنا ناموختے　　　تا طمع در نوحؑ و کِشتی دوختے

کاش وہ تیراکی نہ سیکھتا　　　اپنی خواہش کو نوحؑ اور کشتی سے وابستہ کر دیتا

اینچنیں فرمود آں شاہِ رُسل　　　کہ منم کشتی دریں دریایِ کل

رسولوں کے بادشاہ نے اِسی لئے فرمایا ہے　　　کہ میں اس عظیم دریا میں کِشتی ہوں

کشتی نُوحیم دَر دَریا کہ تا　　　رُو نگردانی ز کشتی اے فتٰی

میں دریا میں نوحؑ والی کشتی ہوں، ہرگز　　　اے نوجوان! تو کشتی سے منہ نہ موڑ

ہمچو کنعاں سُویِ ہر کوہے مرو　　　از نُبے لَاعَاصِمَ الیَومَ شنو

کنعان کی طرح ہر پہاڑی کی جانب نہ جا　　　قران سے "آج کوئی بچانے والا نہیں" سُن

می نماید پَست ایں کشتی زبند　　　می نماید کوہِ فکرت بَس بلند

نفس پر پڑے پَردے سے یہ کشتی پست　　　اور عقل کا پہاڑ تجھے بلند نظر آتا ہے

پَست منگر ہاں وہاں ایں پَست را　　　بنگر آں فضلِ خدا پیوَست را

خبردار خبردار! اِس کشتی کو نیچا نہ سمجھ　　　خدا سے جُڑے ہوئے اِس فضل پر غور کر

**دربلندی کوہِ فکرت کم نگر** | **کہ یکے موجش کند زیر وزبر**

اپنی عقل کے پہاڑ کو بلند نہ سمجھ | کیونکہ اُس کو ایک ہی موج تہ و بالا کردے گی

**گر تو کنعانی نداری باورم** | **گر دو صد چندیں نصیحت آورم**

اگر تو کنعان صفت ہے میرا یقین نہ کریگا | خواہ میں اس جیسی دو سو نصیحتیں کروں

**گوشِ کنعاں کے پذیرد ایں کلام** | **کہ برو مہرِ خدا است وختام**

اِس بات کو کنعان کا کان کب قبول کرتا ہے؟ | کیونکہ اُس پر خدا کی مہر لگی ہوئی ہے

**کے گذارد موعظت بر مہرِ حق** | **کے بگرداند حدث حکمِ سبق**

نصیحت اللہ کی مہر سے آگے نہیں بڑھ سکتی؟ | نئی بات ازلی حکم کب بدل سکتی ہے؟

**لیک می گویم حدیثِ خوش پئی** | **بر اُمید آنکہ تو کنعاں نۂ**

لیکن میں خوشگوار بات سناتا ہوں | اس امید پر کہ تو کنعانی نہیں ہے

**آخر ایں اِقرار خواہی کرد، ہیں** | **ہم ز اوّل روزِ آخر را ببیں**

خبردار! بالآخر تو یہ اقرار کرے گا | پہلے ہی دن سے انجام دیکھنے والا بن جا

**می توانی دید آخر را مکن** | **چشمِ آخر بینت را کور و کُہن**

تو انجام کو دیکھ سکتا ہے اس لیے | اپنی انجام بیں آنکھ کو اندھا اور پُرانا نہ بنا

**ہر کہ آخر بیں بُوَد مسعود وار** | **نبودش ہر دم بَرہ رفتن عثار**

جو نیک بخت کی طرح انجام بیں ہوتا ہے | اُسکو راستہ چلتے میں ہر وقت ٹھوکر نہیں لگتی ہے

**گر نخواہی ہر دَمے ایں خُفت و خیز** | **کن ز خاکِ پایِ مردے چشم تیز**

اگر تو ہر وقت گرنا اور سنبھلنا نہیں چاہتا | کسی مرد کی خاک پا سے آنکھ کو تیز کرلے

**کُحلِ دیدہ ساز خاکِ پاش را** | **تا نیندازی سَر اَوباش را**

اُس کے پاؤں کی خاک کو آنکھ کا سُرمہ بنالے | تاکہ فضول سَر کو نہ ٹکرائے

**کہ ازیں شاگردیِ وزیں افتقار** | **سُوزنے باشی شوی تو ذُوالفقار**

کیونکہ اِس شاگردی اور فقر سے | اگر تو سوئی (بھی) ہے ذوالفقار (تلوار) بن جائیگا

سُرمہ کن تو خاکِ ہر بگزیدہ را
ہم بسوزد، ہم بسازد دیدہ را

ہر برگزیدہ کی خاک کو سُرمہ بنالے
وہ جلاتی بھی ہے، آنکھ کو ٹھیک بھی کرتی ہے

چشم روشن کن ز خاکِ اولیا
تا بہ بینی زابتدا تا انتہا

اولیاء کی خاک سے آنکھ روشن کرلے
تاکہ تو آغاز سے انجام تک دیکھ لے

چشم اُشتر زاں بُود بس نوُر بار
کو خورد از بہر نورِ چشم خار

اونٹ کی آنکھ اسی لئے زیادہ روشن ہوتی ہے
کہ وہ آنکھ کی روشنی کے لئے کانٹا کھاتا ہے

خار خور تا گل بر ویاند تُرا
چشمِ تو روشن شود جاں با صَفا

کانٹا چباتا کہ وہ تجھ میں پھول اگائے
تیری آنکھ روشن اور روح صاف ہو جائیگی

خار را از چشمِ دل گر برَکنی
چشمِ جاں را حق ببخشد روشنی

اگر تو دل کی آنکھ سے کانٹا نکال دے گا
اللہ تعالیٰ روح کی آنکھ کو روشنی عطا فرما دیگا

## 7.8.2 شرح حکایت

حضرت مولانا فرماتے ہیں جب تو نبی نہیں ہے تو پھر اُمتی بن۔ اگر تو بادشاہ نہیں ہے تو پھر اپنے آپ کو رعیت میں شمار کر۔ تو خاموشی اختیار کر اور اپنی نفسانی خواہش کے زور پر اپنے آپ کو بڑھا چڑھا کر پیش نہ کر۔ جب تو پیرو ہے تو پھر اپنے استاد اور شیخ کے حکم کے سائے تلے فرما برداری اختیار کر اور چُپ رہ۔ اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھ۔ اگر تو صاحبِ استعداد و قابلیت ہے تو اپنے کمال پہ گھمنڈ کرنے سے تباہ ہو جائے گا۔ تیری استعداد اور قابلیت گھمنڈ کرنے سے ضائع ہو جائے گی۔ اگر موچی جوتا سینے میں صبر سے کام لے تو ایک دن اچھا نیا جوتا سینے والا بن جائے گا۔ ورنہ جلدی میں وہ صرف پرانا جوتا گانٹھنے اور پیوند لگانے کا عامیانہ کام ہی کر سکے گا۔ اگر پرانے جوتے گانٹھنے والوں کو صبر اور بردباری حاصل ہو جائے تو وہ اپنے اس ہنر کے ذریعے نئے جوتے سینے والا بن جاتا ہے۔ اگر تو صبر اور لگن سے کام نہیں کرے گا تو تھک جائے گا اور خود کہے گا کہ یہ عقل ایک فضول رکاوٹ ہے۔ بالکل اس فلسفی کی طرح جس نے اپنی موت

کے دن اپنی عقل کو بہت بے ساز و سامان دیکھا۔اس وقت اس نے کھل کر اعتراف کیا کہ اس نے ذہانت کے بے کار گھوڑے دوڑائے، خیال کے سمندر میں عبث تیراکی کی اور تکبر کی وجہ سے لوگوں سے سرکشی کی۔

روح کے سمندر میں تیراکی کرنا بے کار ہے جب تک نوح کی کشتی کا سہارا نہ ملے۔کاش وہ فلسفی تیراکی نہ سیکھتا اور اپنی تمنا کو نوح اور کشتی سے وابستہ کر دیتا۔رسولوں کے شاہ نے اسی لئے فرمایا کہ حقائق کے دریا کی کشتی میں ہی ہوں۔اور اگر کوئی اس حقائق کے دریا کی کشتی بیٹھنا چاہتا ہے تو یہ وہی شخص ہوگا جو میری سیرت اور بصیرت پر خود کو قائم کر لے۔اے نوجوان رسول پاک

اوران کے سچے پیروکار نوح کی کشتی کی طرح ہی ہیں تو اس کشتی سے منہ نہ موڑ۔مولانا فرماتے ہیں کہ اس ظاہری دنیا میں طرح طرح کے علوم اور تعصبات کے حجاب ہیں جو لوگوں کی بصیرت پہ پردے ڈال دیتے ہیں- ایسے میں انہیں نوح کی کشتی پست نظر آتی ہے اور اپنی عقلیں پہاڑ کی طرح بلند نظر آتی ہیں۔فرماتے ہیں کہ تو اپنی عقل کے پہاڑ کو اتنا بلند نہ سمجھ کیونکہ اس کو تو ایک ہی موج تہ و بالا کر دے گی۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اے مخاطب اگر تو کنعانی ہے (نوح کا نافرمان بیٹا) تو تُو میرا یقین نہیں کرے گا۔ اگرچہ میں تمہیں اس طرح کی دو سو نصیحتیں کر دوں۔ ایک کنعانی کان اس طرح کے کلام کو قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کان پر خدا کی مہر لگی ہوئی ہے کوئی نصیحت اللہ کی مہر کو کیسے توڑ سکتی ہے۔ ایک نئی بات ایک ازلی حکم کو کیسے بدل سکتی ہے۔

حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ چل میں پھر بھی تجھے اچھی نصیحت کرتا ہوں اس امید پر کہ تو کنعان صفت نہیں اور تو یہ اقرار کرلے گا کہ جزوی عقل ناقص ہے اور پھر تو آغاز میں کھڑے ہو کر انجام دیکھنے والا بن جائے گا۔ جب تجھ میں یہ صلاحیت ہے کہ تو آخرت کو دیکھ سکتا ہے۔ تو پھر اس آخرت کو دیکھنے والی آنکھ کو اندھا کرنے پہ کیوں تلا ہوا ہے۔ یعنی جب یہ معلوم ہو جائے کہ قلب کی آنکھ سے ہی اپنی حقیقت کو دیکھا اور جانا جا سکتا ہے تو پھر تجھے اپنے ظاہری عقل اور جسمانی حواس کی استعداء پر ہی ضد لگا کر نہیں بیٹھ جانا چاہیے بلکہ اس دل کی آنکھ کو روشن کرنے کا سامان کرنا چاہیے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ آخر بین، آگے تک دیکھنے والا اس دنیا اور پوری کائنات کی حقیقت کا طالب، نیک بخت ہوتا ہے اس کو راستے میں ٹھوکر نہیں لگتی۔ اگر تو چاہتا ہے کہ اس ہر وقت گرنے اور سنبھلنے سے نجات پائے تو اپنی بصیرت کو کسی صاحب بصیرت کی پیروی میں لے آ۔ اس کے پاؤں کی خاک کو اپنی آنکھ کا سرمہ بنا۔ تاکہ تو اندھے پن میں ہر جگہ اپنے سر کو نہ ٹکرائے۔ اس شاگردی اور محتاجی سے تو اگر سوئی کی مانند ہے تو ذوالفقار (یعنی حضرت علی کی تلوار) بن جائے گا۔ تو کسی اللہ کے ولی کی خاک کو اپنی آنکھ کا سرمہ بنا وہ تیری بینائی کو بڑھائے گا۔ تو اللہ کے اولیاء کی خاک سے اپنی آنکھیں روشن کرلے تاکہ تو آغاز سے انجام تک کی حقیقت دیکھ لے۔ اونٹ کی آنکھیں اس لئے زیادہ روشن ہوتی ہیں کیونکہ وہ آنکھ کی روشنی کے لئے کانٹے کھاتا ہے ۔ تو کانٹے کھا یعنی ریاضت، سعی اور صبر کر تاکہ تیرے کھائے ہوئے یہ کانٹے تیرے اندر پھول اگائیں۔ اگر تو اپنے دل کی آنکھ سے کانٹا نکال دے گا تو تیری روح کی آنکھ روشن تر ہو جائے گی۔

### 7.8.3 خلاصہ حکایت

اس حکایت میں مولانا یہ بتاتے ہیں کہ انسان کی عقل چاہے جتنی بھی بڑی ہو جائے اسے آسمانی ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر نوح کی کشتی کا سہارا مل جائے تو خواہ مخواہ ایک بپھرے ہوئے سیلاب میں اپنی عقل کی کشتی نہیں چلانی چاہیے۔ فرماتے ہیں کہ جب تو نبی نہیں تو اُمتی بن اور اپنی نفسی خواہشات کے زور پر اپنے آپ کو بڑھا چڑھا کر پیش نہ کر۔ پیروی رسولؐ، تعظیمؐ رسول اور اتباع اولیاء ہی وہ کشتی نوح ہے جو تجھے طرح طرح کے علوم اور تعصبات کے سیلابوں سے بچا کر کنارے لگائے گی۔

## 8-آخرت کا گھر کیسا ہے-

کتاب کے اس آخری حصہ میں آخرت کے گھر کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں جو اس روحانی سفر کے بعد انشاءاللہ ہماری منزل ہے-

## 8.1-آخرت کا گھر

### 8.1.1 فارسی متن بمع ترجمہ

**تفسیرِ آیہ کہ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ کہ دَر و دیوار و عرصۂ آں عالم و آب و کوزہ و میوہ و درخت ہمہ زندہ اند و سخن گو و سخن شنو، جہت آں فرمودہ مُصطفٰی صلیّ اللہ علیہ وسلم، کہ اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّطَالِبُھَا کِلَابٌ، واگر آخرت راحیات نبُودے، آخرت ہم جیفہ بُودے جیفہ را از برائے مرِ گیش جیفہ گویند نہ برائے بُویِ زشت**

اِس آیت کی تفسیر کہ بیشک آخرت کا گھر ہی زندہ ہے کاش وہ جان لیتے، کیونکہ اُس عالم کے در و دیوار اور صحن اور پانی اور پیالہ اور پھل اور درخت سب زندہ ہیں اور بات کرنے والے اور بات سننے والے ہیں، اِسی لئے حضرت مُصطفٰی صلیّ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مردار ہے اور اُس کے طلبگار کتّے ہیں، اگر آخرت کے لئے زندگی نہ ہوتی آخرت بھی مردار ہوتی، مردار کو اِس کے مردہ ہونے کی وجہ سے مردار کہتے ہیں، نہ کہ بدبو کی وجہ سے

**آں جہاں چوں ذرّہ ذرّہ زندہ اند** — **نکتہ دانند و سخن گویندہ اند**

اُس جہاں کا ذرّہ ذرّہ زندہ ہے — وہ نکتہ کو سمجھنے والے اور بات کرنیوالے ہیں

**دَر جہانِ مردہ شاں آرام نیست** — **کایں علف جُز لائق ِ انعام نیست**

مردہ جہاں میں اس جہاں والوں کو راحت نہیں — اس دنیا کا چارہ جانوروں ہی کے لائق ہے

**ہر کرا گلشن بُود بزم و وطن** — **کے خورد اُو بادہ اندر گولخن**

جس شخص کی مجلس اور وطن چمن ہو — وہ آگ کی بھٹّی میں شراب کب پیئے گا؟

**جایِ رُوحِ پاک علّییں بُود** — **جایِ رُوحِ ہر نجس سجّیں بُود**

پاک روح کا مقام علّیین ہے — ہر ناپاک روح کا مقام سجّین ہے

جایِ بُلبل گُلبن و نسریں بُود | کِرم باشد کش وطن سرگیں بُود
---|---
بلبل کا مقام، گل و گلزار ہے | کیڑے کا وطن گوبر ہوتا ہے
بہر مخمورِ خدا جامِ طہوُر | بہرایں مرغانِ کورایں آبِ شور
خدا کے مست کے لئے شراب طہور کا جام ہے | اور اندھے پرندوں کے لئے کھاری پانی ہے
ہر کرا عدلِ عمر ننمود دست | پیشِ اُو حجاجِ خونی عادل ست
جو عمر کے انصاف تک نہ پہنچا | وہ خونی حجاج مُنصِف کے قریب ہے
دُختراں را لُعبتِ مردہ دہند | کہ ز لَعبِ زندگاں بے آگہند
لڑکیوں کو مردہ گڑیا دیتے ہیں | کیونکہ وہ زندوں کے کھیل سے واقف نہیں ہیں
چوں ندارند از فُتوت زور دست | کودکاں را تیغ چوبیں بہتر ست
جب تک جوانی کی قوّت نہیں رکھتے ہیں | بچّوں کے لئے لکڑی کی تلوار بہتر ہے
کافراں قانع بہ نقشِ انبیا | کہ نگاریدہ ست اندر دیرہا
کافر انبیاء کی تصویروں پر قانع ہیں | جو کہ اُنہوں نے گرجا گھروں میں بنا رکھی ہیں
واں جہاں مارا چو روزِ روشنے ست | ہیچ ما پروایِ نقش و سایہ نیست
اگلا جہان ہمارے لئے روشن دن کی طرح ہے | ہمیں تصویر اور سایہ کی کچھ پروا نہیں ہے
واں یکے نقّش نشستہ در جہاں | واں دگر نقّش چو مہ بر آسماں
ایک نقّش دنیا میں بیٹھا ہوا ہے | اور دوسرا نقّش چاند کی طرح آسمان پر ہے
ایں دہانش نکتہ گویاں با جلیس | واں دِگر با حق بگفتار و انیس
یہ منہ ہم نشین سے نکتے کہتا ہے | اور وہ دوسرا اللہ تعالیٰ کا ہمکلام اور دوست ہے
گوشِ ظاہر ضبطِ ایں افسانہ کند | گوشِ جانش جاذبِ اسرارِ کن
ظاہری کان اِس افسانے کو سننے والا ہے | روح کا کان "کن" کے رازوں کو جاننے والا ہے
چشمِ ظاہر ضابطِ حلیہ بشر | چشمِ سِرّ حیرانِ مَا زَاغَ الْبَصَرْ
ظاہری آنکھ انسان کے حُلیے کو دیکھتی ہے | باطنی آنکھ "مازاغ البصر" میں حیران ہے

دستِ ظاہر میکُند داد و ستَد | دستِ باطن بَر درِ فردِ صَمَد
ظاہری ہاتھ لین دین میں ہے | باطنی ہاتھ، یکتا اور بے نیاز کے دَر پر ہے
پایِ ظاہر در صفِ مسجد صواف | پایِ معنیٰ فوقِ گردوں دَر طواف
ظاہری پاؤں مسجد کی میں صف میں | باطنی پاؤں آسمان پر طواف میں ہے
جُزو جُزوش راتو بشمر ہمچنیں | ایں درونِ وقت وآں بیرونِ حیں
تواُس کے جُزو جُزو کو اِسی طرح گن لے | یہ زمانہ کے اندر ہے اور وہ وقت سے باہر ہے
اینکہ دَر وقتست باشد تا اَجل | واں دگر یارِ اَبد قرنِ اَزل
یہ جو وقت میں ہے، موت تک ہے | اور وہ دوسرا اَبد کا یار، ازل کا ساتھی ہے
ہست یک نامش ولیّ الدّولتین | واں دِگر نامش امامُ القِبلتین
اُس کا ایک نام "دونوں دولتوں کا ولی" ہے | اور اُس کا دوسرا نام "دونوں قبلوں کا امام" ہے
خلوت و چلہ بر ولازم نماند | ہیچ غیمے مر وُرا غائم نماند
تنہائی اور چلہ کشی وہاں ضروری نہ رہی | کوئی ابر اُس پر چھانے والا نہ رہا

قُرصِ خورشید ست خلوت خانہ اَش کے حجاب آرد شبِ بیگانہ اَش

جس کا گھر سورج کی ٹکیا میں ہے | رات اس کے لئے کب پردہ ڈال سکتی ہے
عِلّت و پرہیز شُد بحُراں نماند | کفرِ اُو ایماں شُد و کُفراں نماند
بیماری اور پرہیز ختم ہو گیا، بحُران نہ رہا | اُس کا کفر ایمان بن گیا، ناشُکری نہ رہی
چوں اَلف از استقامت شُد بہ پیش | اُو ندارد ہیچ از اوصافِ خویش
الف کی طرح راستی سے وہ پیشی میں پہنچ گیا | اُس کا اب کوئی اپنا وصف نہ رہا
گشت فرد از کسوتِ خوہائے خویش | شُد برہنہ جاں بجاں افزایِ خویش
وہ اپنی عادتوں کے لباس سے برہنہ ہو گیا | بے لباس ہو کر اپنے خالق کی جانب روانہ ہو گیا
چوں برہنہ رفت پیش شاہ فَرد | شاہش از اوصافِ قُدسی جامہ کرد
جب یکتا بادشاہ کے پاس، بغیر لباس پہنچا | بادشاہ نے اُس قُدسی اوصاف کا لباس پہنا دیا

**خلعتے پوشید از اوصافِ شاہ** **بر پرید از چاہ تا ایوانِ جاہ**

اُس نے شاہ کے اوصاف کا لباس پہن لیا کنویں کی منڈیر سے اُڑ کر محل پر چڑھ گیا

## 8.1.2 شرح حکایت

بیشک آخرت کا گھر ہی زندہ ہے کیونکہ اُس عالم کے در و دیوار اور صحن اور پانی اور پیالہ اور پھل اور درخت سب زندہ ہیں اور بات کرنے والے اور بات سننے والے ہیں، اِسی لئے حضرت مُصطفیٰ صلیّ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مردار ہے اور اُس کے طلبگار کتّے ہیں ۔اگر آخرت کے لئے زندگی نہ ہوتی آخرت بھی مردار ہوتی، مردار کو اِس کے مردہ ہونے کی وجہ سے مردار کہتے ہیں، نہ کہ بدبو کی وجہ سے۔ اُس جہاں کا ذرّہ ذرّہ زندہ ہے وہ نُکتہ کو سمجھنے والے اور بات کرنیوالے ہیں اس مردہ جہاں میں اس اگلے
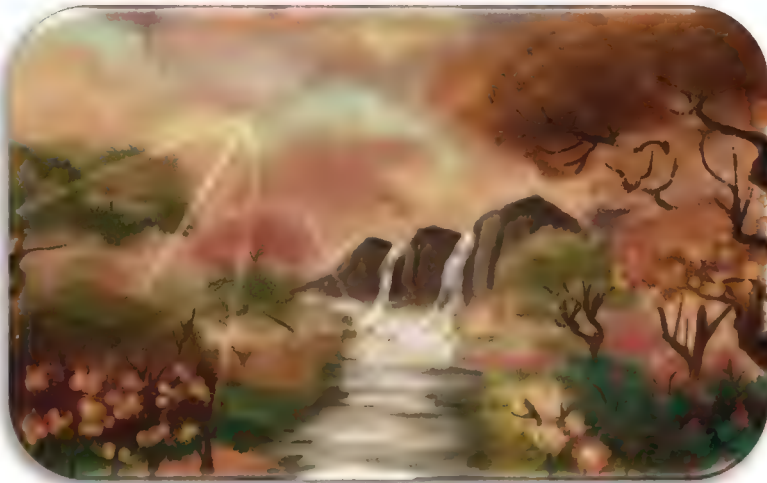
جہاں والوں کو راحت نہیں ہے۔ اس دنیا کا چارہ (خوراک) جانوروں ہی کے لائق ہے۔ جس شخص کی مجلس اور وطن چمن ہو وہ آگ کی بھٹیّ میں شراب کب پیئے گا؟

پاک روح کا مقام علیّین ہے اور ہر ناپاک روح کا مقام سجّین ہے- بلبل کا مقام ، گل وگلزار ہے جبکہ کیڑے کا وطن گوبر ہوتا ہے-

خدا کے مست کے لئے اگلے جہاں میں شراب طہور کا جام ہے اور اس دنیا کے اندھے پرندوں کے لئے کھاری پانی ہے- لڑکیوں کو کھیلنے کے لیے مردہ گڑیا دیتے ہیں کیونکہ وہ زندوں کے کھیل سے واقف نہیں ہیں -جب تک جوانی کی قوّت نہیں رکھتے ہیں بچّوں کے لئے لکڑی کی تلوار بہتر ہے- کافر انبیاء کی تصویروں پر قانع ہیں جوکہ اُنہوں نے گرجا گھروں میں بنا رکھی ہیں- اگلا جہان ہمارے لئے روز روشن کی طرح ہے اور ہمیں تصویر اور سایہ کی کچھ پروا نہیں ہے-

انسانی کے دوجہانی ہونے کی مثال ایسے ہے کہ ایک نقّش دنیا میں بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا نقّش چاند کی طرح آسمان پر ہے- یہ مُنہ ہم نشین سے نکتے کہتا ہے اور وہ دوسرا اللہ تعالیٰ کا ہمکلام اور دوست ہے-ظاہری کان اِس افسانے کو سننے والا ہے جبکہ روح کا کان "کن" کے رازوں کو جاننے والا ہے-ظاہری آنکھ انسان کے حُلیے کو دیکھتی ہے جبکہ باطنی آنکھ "مازاغ البصر" میں حیران ہے- ظاہری ہاتھ اس دنیا میں لین دین میں ہے جبکہ باطنی ہاتھ ، اس یکتا اور بے نیاز کے دَر پر ہے - ظاہری پاؤں مسجد میں صف باندھنے والوں میں ہے جبکہ باطنی پاؤں آسمان پر طواف میں ہے — تو جُزو جُزو کو اِسی طرح گِن لے یہ زمانہ کے اندر ہے اور وہ وقت سے باہر ہے یہ جو وقت میں ہے، موت تک ہے اور وہ دوسرا اَبد کا یار، ازل کا ساتھی ہے -اس کا ایک نام" دونوں ملکوں کا ولی"اور اُس کا دوسرا نام "دونوں قبلوں کا امام" ہے-

تنہائی اور چلہ کشی (آخرت کی زندگی میں) ضروری نہ رہی کیونکہ کوئی ابر اُس پر چھانے والا نہ رہا- بیماری اور پرہیز ختم ہو گیا، کوئی بُحران باقی نہ رہا اُس کا اب کوئی اپنا وصف نہ رہا -وہ اپنی عادتوں کے لباس سے برہنہ ہو گیا اور بے لباس ہو کر اپنے خالق کی جانب روانہ ہو گیا-جب یکتا بادشاہ کے پاس اپنی صفات سے بے لباس ہو کر پہنچا تو

بادشاہ نے اُسے قُدسی اوصاف کا لباس پہنا دیا- اُس نے شاہ کے اوصاف کا لباس پہن لیا اور کنویں کی منڈیر سے اُڑ کر سے محل پر جا بیٹھا-

### 8.1.3 خلاصہ حکایت
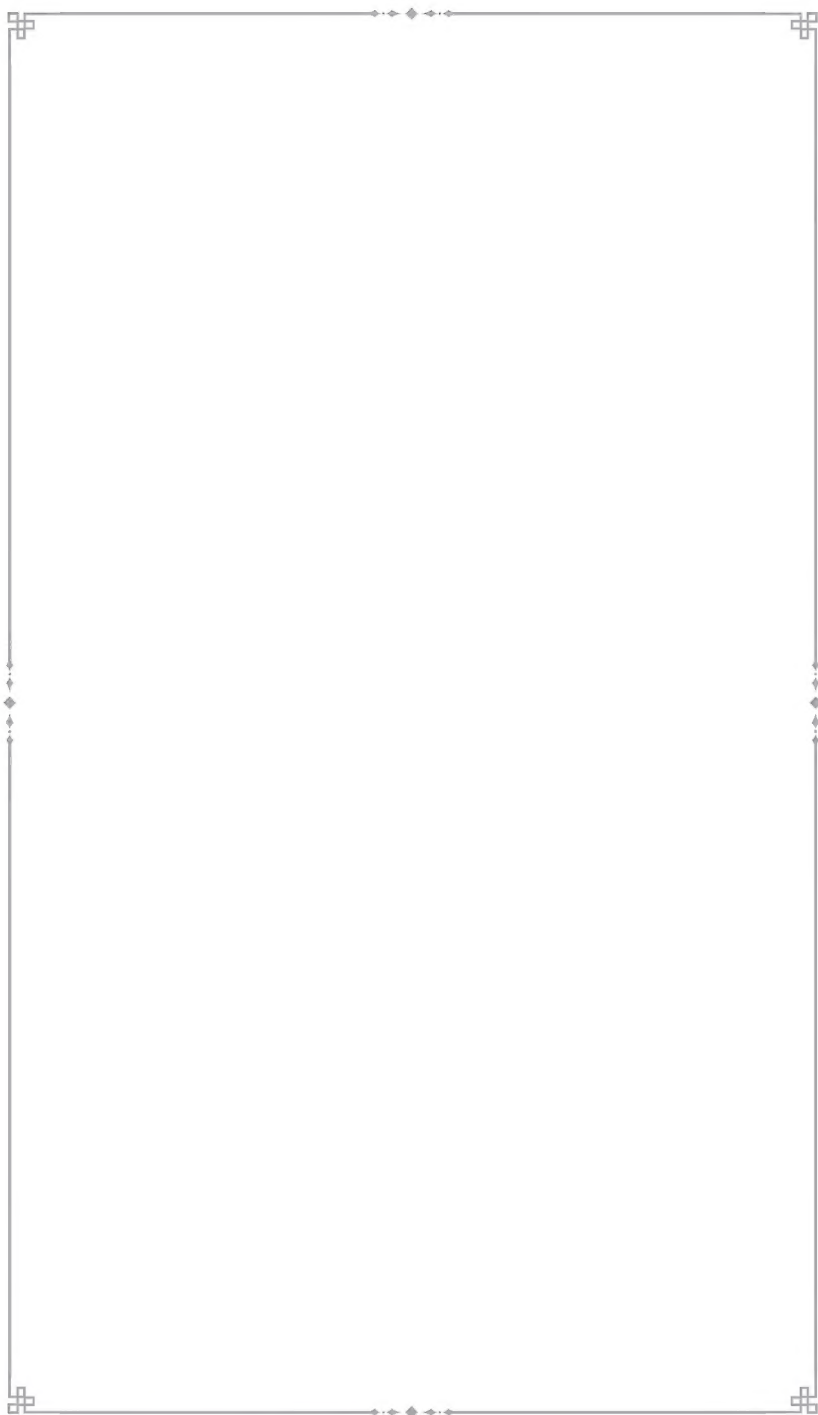
بیشک آخرت کا گھر ہی زندہ ہے کیونکہ اُس عالم کے در و دیوار اور صحن اور پانی اور پیالہ اور پھل اور درخت سب زندہ ہیں اور بات کرنے والے اور بات سننے والے ہیں ، جبکہ اس دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں بہت پیچھے ہے- یہاں ہر چیز کے لیےانتہائی تگ و دو کرنی پڑتی ہے اور پھر بھی اس زندگی کے معاملات سلجھنے میں نہیں آتے- اِسی لئے حضرت مُصطفیٰ صلیّ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مردار ہے اور اُس کے طلبگار کتّے ہیں -اگر آخرت کے لئے زندگی نہ ہوتی آخرت بھی مردار ہوتی ، مردار کو اِس کے مردہ ہونے کی وجہ سے مردار کہتے ہیں ، نہ کہ بدبو کی وجہ سے- کسی بھی اہل دل ، اللہ تعالی کے قرب کے متمنی شخص کا انتہائی مقصد اس آخرت کے گھر کو ٹھکانہ بنانا ہے جہاں ہر چیز زندہ ، باہمی مدد و معاون اور راحت و سکون بخش ہے- جہاں نعمتوں، باغوں ، نیک ارواح کی معیت اور قرب الٰہی کی ہمیشہ قائم رہنے والی جنتیں ہیں-

دار الحکمہ الخالدیہ - پاکستان
ISBN 978-627-7523-02-2